زمانہ

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

جلد ۴۴ | جنوری سنہ ۱۹۲۵ء | نمبر ۱

فہرست مضامین

تصاویر: شاہجہان اور باغ شالامار، نگین، اکبر اعظم کا جلوس۔ للت راگنی

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

لاکھون مسلمان تباہ ہو گئے

غیرت شعار مسلمانو! آپکے لاکھون بھائی تباہ ہو گئے اور ہوشیار مہاجنون کے سود در سود قرضہ کتنے غارت ہو گئے ... اور کیسے کیسے شریف زادون اور نوابون کی خاندانی وجاہت اور عزت ایک کے دروازہ پر آج دم توڑ رہی ہے ۔ حیف ہے کہ مسلمان تقریباً سات کروڑ اور انکا کوئی اسلامی نہیں فاقہ کش مسلمانونکی اس زندگی پر جو آج مہاجن کے قرضہ پر ختم ہو رہی ہے ۔ خود انکی تاریخ قومی مبتسم ہے وا ئے بر حال مسلمانان کہ باوجود عالی دماغ و اہل ہنر ہونے کے اس ترقی کے زمانے میں بھی بے زری ان کی ترقی کی ناکہ بندی کر کے ان کی ہستی و عزت پر حملہ کر رہی ہے اور یہ اب پدرم سلطان بود کا بیہودہ خواب دیکھ رہے ہین عزت سے زندگی بسر کرنے کی واحد صورت پر عمل کرنے کے لیے حریت اسلام بلا قیمت دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر ذیل کے پتہ سے منگائیے اور پڑھئے ۔ آنکھ پر رکھ دیجئے اور جب ہوش آئے تو اٹھئے اور حسب مراحت پراسپکٹس

ہندوستان انڈسٹریل بنک لمیٹڈ لکھنؤ کے

۳۲

حصے خریدیئے

اس اشتہار کو خود پڑھئے اور احباب کو تقسیم کیجئے ۔ خود سنبھلئے اور قوم کو سنبھالیے اگر اب بھی آپ ... خدا حافظ ۔ والسلام ۔

مشتہر منیجنگ ایجنٹ ہندوستان انڈسٹریل بنک لیمیٹڈ ۲۲ ۔ امین آباد پارک ۔ لکھنؤ

نوٹ ہر شہر و قصبہ کیلئے ایجنٹون کی ضرورت ہے ۔ معاوضہ معقول

اُردو ادب کی قابل دید کتابین

ناظرین زمانہ کے علمی ذوق کے لیے زمانہ بک ایجنسی قایم کی گئی ہے
اُمید کہ جناب نے اگر ابھی تک یہ کتابین نہ ملاحظہ کی ہون
تو جلد منگوا کر مطالعہ فرمایئے۔ "مینیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور"

خیالات عزیز۔ مولوی عزیز مرزا مرحوم کے مضامین کا بہترین مجموعہ معہ دیباچہ نواب وقار الملک مرحوم قیمت عہ

پریم بتیسی۔ منشی پریم چند کے بتیس قصون کا مجموعہ دو حصون مین۔ قیمت فی حصہ عہ ۱۲

سیلف گورنمنٹ۔ زیر سایہ برطانیہ سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کے متعلق نہایت وضاحت سے بحث کی گئی ہے۔ قیمت چھ آنہ ۶

ہوم رول۔ ہوم رول کے متعلق نہایت وضاحت سے بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۶

یادگار قومی۔ ملک کے مشہور ترین انشا پردازون کے ۱۵ مضامین اور ۴ دلکش عکسی تصاویر مین قیمت عہ

آریہ سماج۔ آریہ سماج کے متعلق بہترین خیالات قیمت ۲

ہندوؤن مین ذات پات کی تفریق۔ ذات پات کے متعلق بہترین خیالات۔ قیمت ۲

سنسکرت علم ادب۔ سنسکرت علم ادب کے متعلق معلومات۔ قیمت ۴

شریف بدمعاش۔ قابل دید ناول۔ قیمت ۸

فلسفہ جنگ۔ جنگ کے فلسفہ کو نہایت وضاحت سے دکھایا گیا۔ قیمت ۸

مضامین قاری۔ قاری عباس حسین دہلوی کے علمی۔ ادبی۔ اخلاقی اور قومی مضامین کا مجموعہ۔ قیمت ایک روپیہ عہ، مجلد عہ ۴

نصائح جہانگیر۔ یعنی ناموس ہند جہانگیر کی مشہور و معروف کتاب کا ترجمہ اردو۔ قیمت ۶

طریق دولتمندی۔ اسمین دولت حاصل کرنے کے طریقے نہایت خوبی سے دکھائے گئے ہین۔ قیمت ۸

روٹھی رانی۔ حسن و عشق کی سچی داستان۔ تریاہٹ کی سچی کہانی۔ قیمت ۶

مثنوی سحر۔ کالی داس کی مشہور و معروف شکنتلا کا لطف اٹھانا ہو تو مثنوی سحر پڑھیئے۔ قیمت ۶

نیل کا سانپ۔ کلوپیٹرا اور انتانی کی حسرت بھری داستان بالکل تاریخی واقعہ حسن و عشق کی لگاوٹین۔ قیمت عہ

گورا۔ وکھیا۔ اندڈون کی۔ ام کہانی وید مقدس اور شرع محمدی کی رو سے عقد بیوگان پر دلائل قیمت دو روپیہ بارہ آنہ عہ ۱۲

حُسن سرور کامل - حکیم محمد علی مرحوم کا مشہور نا
ناول ۲ حصون مین قیمت للعہ

امتحان وفا - انگلستان کے مایۂ ناز شاعر لارڈ ٹنیس کی
ایک مشہور افسانے کا ترجمہ - قیمت ۶

جہان آرا بیگم - مشہور بنت شاہجہان کی
سوانح عمری - قیمت ۸

چورون کا کلب - مولفہ ظفر عمر بی - اے
علیگ قابل دید ناول - قیمت عہ

افراد کا شبہ قیمت ۴
خیابان قیمت ۴
نونہال " ۴
تقریر نواب والقدر جنگ " ۱
عورتون کی انشا " عہ
یادگار سعید الظفر " ۴

تحفۂ سائنس - سائنس پر معرکۃ الآرا کتاب قیمت ع

جان کی دشمن مکھی - مکھی کے متعلق تحقیقی معلومات
قیمت آٹھ آنہ ۸

میگھ ابر - کالی داس کی نظم میگھ دوت کا منظوم اردو
ترجمہ مع آٹھ عکسی تصاویر کے قیمت ۸

خذ ما صفا - بہترین قومی و ملکی مضامین کا
مجموعہ - قیمت ایک روپیہ عہ

اردو شارٹ ہینڈ - شارٹ ہینڈ کے متعلق
بہترین کتاب - قیمت ۸

مثنوی العرفان - قیمت ۱
مثنوی حقیقت دعا قیمت ۱
قواعد صدیقی - قیمت ۱
طرز جدید کا قاعدہ - قیمت ۱

نیوگ کی پولیٹکل فلاسفی - قیمت ۱

انسانی قربانیان - قابل دید - قیمت

بزم احباب - اخلاقی کہانیون کا گنجینہ

مکمل عورت - دو لڑکیون کی تعلیمی
حالت کا مقابلہ - ایک کو یورپین اسکول
کو کنیا ودیالیہ مین داخل کر کے یہ ثابت
کر کنیا ودیالیہ کی لڑکی تعلیمی و سوشل
مین بہترین ہے - قیمت ۸

حیات بیوہ - بیوگان کی حالت زار
اور انکی جانکاہ مصیبتون کا دگداز سیر

الاستدلال - اصول منطق سلیس ا
نہایت خوبی سے لکھے گئے ہین - قیمت

انسان - انسان کے تمام قوائی نفسانی
جسمانی اور خصوصیات طبیعی کی کیفیت
معلوم ہوجاتی ہے - قیمت ع

تمنائے دید - اخلاق و معاشرت
سبق قصہ کے پیرایہ مین لکھے گئے ہین -

اردو مضمون نویسی - جسمین بچون
مضمون نگاری کے طریقے درج ہین -

جذبات مسلم - قیمت ۶
سبز باغ " ۲
وجدانی نشتر " عہ
رباعیات حافظ " ۶
معلم العروض " ۴
السنۂ مشرقیہ " ۶
حیات ابدی " ۶
نالۂ موزون "

حضور غم علامہ راشد الخیری دہلوی کی قابل دید مشہور زمانہ تصانیف

- …انہ بیلجیم - بیلجیم کے مشرح حالات قیمت ۸ر
- نگاہ حسن - قیمت ۴ر
- …زندگی ایک بیوہ کی دردناک داستان قیمت ۲ر
- شہوار - قابل دید کتاب - قیمت ۱۰ر
- …ن کا جلاپا - ایک لڑکی پر ساس نے سوکن لاکر یا مظالم کیئے - قیمت ۶ر
- …مقصود - تالستان کی پری اور لال کی تلاش قیمت ۶ر
- …نجوگ - ایک مصیبت زدہ لڑکی کی داستان قیمت ۸ر
- …بجم - ایران پر مسلمانوں کی فوجکشی اور حسن وعشق کا نقشہ …انکھ دیکھا ہو تو اسکو پڑھیئے - قیمت عہ
- …س کربلا - بنو امیہ و بنو فاطمہ کی تاریخ قصہ کے پیرایہ میں - قیمت عہ
- …زل السائرہ - اسکا مطالعہ ہندوستانی مستورات کیلئے نہایت مفید ہے قیمت عہ
- …ب مغرب - اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ موجودہ … کی روشنی نے لڑکیوں پر کیا اثر کیا - قیمت ۸ر
- …یہ خداوند - قیمت عہ
- …الوقت - ایک فیشن کی دلدادہ لڑکی کی حسرت انگیز داستان - قیمت ۸ر
- …قدامت - دو بہنوں کی پر لطف کہانی …ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ
- …غیبی - مسلمانوں نے اندلس میں کیا کیا قیمت ۸ر
- …ودہ - ا… بت سبق آموز قصہ قیمت ۸ر

بابو دیبی پرشاد منصف جودھپور کی قابل قدر کتابیں

- خانخانان نامہ - سوانح عمری خانخانان قیمت ۴ر
- فضلاے ہند - مستند حالات مصنفان علم سنسکرت قیمت ۲ر
- دیوان اختر - لاجواب غزلوں کا مجموعہ قیمت ۸ر
- آثار الشعرای ہنود - شعراے ہنود کا تذکرہ قیمت عہ
- مخزن التدابیر - لاجواب کتاب - قیمت ۸ر
- بھگت مال منظوم - قیمت ایک روپیہ عہ
- افتخار التواریخ - بےمثل و لاجواب کتاب قیمت ۸ر
- دیوان بہجت - قیمت ۸ر
- منظوم دل آرام - قیمت ۴ر
- نفائس التواریخ قیمت ۴ر
- میزان عدالت - قیمت ۶ر
- تضمین بے بہا - قیمت ۴ر
- لطائف الظرفا - قیمت ۳ر
- فسانہ خرد افروز - قیمت ۴ر
- موہنی ہار مالک (دو حصہ) قیمت ۴ر

- سرسید کی دینی برکتیں - قیمت ۲ر
- ناول سعید - قیمت ۴ر
- لسان الغیب - قیمت ۲ر
- ام القری - قیمت ۸ر
- ملکہ زنوبیہ - قیمت ۳ر
- کلام سرور - قیمت ۴ر
- چندر کلا - قیمت …

گنج شائگان - دنیا بھر کے ملکون کے سکون کی دونون رخون کی اصلی تصویر دو حصہ قیمت عا

تاج ونشان - دنیا بھر کی سلطنتون و ریاستون کے تاج ونشان قومی سر کے - پھریرے - مونوگرام وغیرہ اصلی حقیقت - دو حصہ - قیمت عہ

دستار وکلاہ - تمام دنیا کی مختلف قسم کی ٹوپیون وپگڑیون کے مفصل حالات قیمت ۸

ملہم تاریخ - تاریخ گوئی کا مادہ وغیرہ اسمین جمع کردیا گیا ہے - قیمت عہ

عدد التاریخ - ابجد کے حساب سے تاریخ نکالنے کے فن مین بےمثل کتاب ہے - قیمت عہ

تاریخ اودھ کامل - چار جلدون مین - نواب سعادت علی کے عہد سے لیکر واجد علی شاہ تک کی معزولی کے مفصل حالات نہایت بامحاورہ پیرایہ مین دکھائے گئے ہیں - قیمت چھ روپیہ ۶

سوانح عمری - مہاراجہ نراین پرشاد و مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم دولت آصفیہ وامراے حیدرآباد کے حالات - قیمت عا

مرقع کالج - علی گڑھ کالج کی اندرونی زندگی کے حالات - قیمت ۱۲

فریاد داغ - مرزا داغ دہلوی کی مشہور ومعروف مثنوی - قیمت ۳

مختصر الاصول - اردو مین ایسی کتاب کوئی فن کے متعلق نہین لکھی گئی ہے - قیمت عہ

حسن الاذکار حضرت غوث اعظم کی سوانحعمری ۱۲

تذکرۃ السلوک - فلسفہ وحکمت کے پیرایہ مین مسئلہ صوفیہ کی تشریح کی گئی بزبان اردو - قیمت عہ

ذکر رحمانی - شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی کی سوانح عمری قیمت ۳

کنز الطغریٰ - قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۴

سلیمانہ وفرزانہ - قابل دید ناول ہے قیمت ۸

مخزن الفوائد کامل - دنیا بھر کے اوزان پیمائے کے جات - فوٹوگرافی ہاف ٹون بلاک وغیرہ کے مفصل حالات - قیمت دو روپیہ عا

شکیل لڑکی کی حسین بی بی - دلکش ترجمہ قیمت ۳

شرح چہل کاف عمل چہل کاف کی مفصل اردو شرح ۳

بوہرونکی تاریخ - بوہرا قوم کی محققانہ تاریخ قیمت ۳

مثنوی جانستان - عشق کا سچا فوٹو قیمت ۲

جنگ یورپ - اگر جنگ یورپ کے مفصل حالات دیکھنا ہون تو اسکو ملاحظہ فرمایئے - قیمت ۸

افسون - وفاداری - جرأت وہمت کا سبق آموز ناول - بی بی بچون کے پڑھنے کے لائق - قیمت عہ

بحر الغرائب - طریقہ ہاے جعفریہ کے اکابرین کی مفصل شرح - قیمت ۸

مکن بائی - محمود اور پارسی مس کے عشق کا سچا افسانہ - قیمت آٹھ آنہ ۸

مقدمات الطبعیات - علوم طبیعی اس وقت دنیاے تمدن پر حکومت کر رہے ہین مگر اردو زبان اس سرمایہ سے خالی تھی یہ کتاب بہت مبسوط ہے قیمت

دریاے لطافت - یہ انشاءاللہ خان انشاء لاجواب کتاب مناسب ترمیم واختصار کے ساتھ دوبارہ شایع کی گئی ہے - قیمت عہ

طبقات الارض - اس علم پر اردو زبان پہلی کتاب ہے - قیمت دو روپیہ عا

زمانہ

جلد ۴۶ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء نمبر ۱

حیات اختر

از [illegible] صاحب [illegible] بنگال ایشیاٹک سوسائٹی

بعد انتقال اورنگ زیب عالمگیر و انحطاط سلطنت خلیہ مسلمانون کا ملجا و ماوا صرف اودھ اور اودھ کا مشہور دار السلطنت لکھنو رہا۔ لکھنو کی تاریخین اور نیک و بد صفتین بہت ہین۔ اور اکثر قلمبند ہوئی ہین۔ یہان پر مقصود وزیر اودھ غازی الدین حیدر کے زمانہ سے ہے۔ جو سنہ ۱۸۱۴ء مین بعد نواب وزیر علی و سعادت علیخان تخت نشین ہوئے نواب وزیر علی سنہ ۱۸۱۹ء مین بخطاب بادشاہ ملقب ہوئے ان کے عہد مین جو سب سے قابل قدر کام عالم ظہور مین آیا وہ اُس مشہور چھاپہ خانہ کا قیام ہے جسکا نام بسبب اُسکے اعلیٰ پیمانہ پر ہونے اور لطافت طبع کے اتبک اطراف واکناف ہندوستان مین مشہور ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اپنی کتاب الفہرست[1] مین لکھتے ہین کہ غازی الدین حیدر نے ایک مطبع زر کثیر صرف کرکے لکھنو مین قایم کیا۔ ڈاکٹر موصوف کی فہرست سے ہندوستانی مطابع کے بارے مین چند مفید باتین ہمین دریافت

[1] SPRINGER'S CATALOGUE OF PERSIAN AND HINDUSTANI MANUSCRIPTS OF THE LIBRARIES OF THE KING OF OUDH

ہوئیں۔ مسٹر آرچر (MR ARCHER) نے تقریباً ۱۸۳۱ء میں کانپور میں ایک لیتھو گراف چھاپہ خانہ قایم کیا اور نصیر الدین حیدر کے کہنے پر اپنے مطبع کو کانپور سے لکھنؤ میں منتقل کیا اور خود شاہی ملازمین میں داخل ہو گئے۔

پہلی کتاب جو لکھنؤ میں چھپی وہ سیوطی کی بہجۃ مرضیہ ہے جو الفیہ کی شرح ہے سنہ طبع ۶۱۰۴۷ پیمانہ آکٹیو و حجم ۲۴۷ صفحات۔ جب اسپرنگر صاحب لکھنؤ گئے تب لکھنؤ میں بارہ چھاپہ خانے موجود تھے۔ اُنمیں حاجی محمد حسین اور مصطفیٰ خان کے مطابع خاصکر قابل ذکر ہیں۔ حاجی کی چھپی ہوئی کتابیں بلحاظ صحت کے اعلیٰ درجہ رکھتی ہیں۔ ۱۸۴۹ء میں قمر الدین حیدر منشی رصدخانہ نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے ایک تاریخ خاندان حکمرانان اودھ تصنیف فرمائی اُس تاریخ میں دو مقام پر کوئی ایسی بات لکھی تھی جس سے بادشاہ سلامت اُسپر بہت برافروختہ ہوئے فی الفور رصدخانہ بند کرنے کا حکم نافذ ہوا اور لکھنؤ میں کتابوں کا چھاپنا یکسر موقوف کردیا گیا۔ اس خیال سے کہ تاریخ مذکور کے قابل اعتراض حصے پھر کسی مطبع میں چھپ نہ جائیں۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے صلاح سے مالک مسیحی پریس لکھنؤ کو چھوڑ کر کانپور چلا گیا بعد اسکے دوسرے صاحبان مطابع نے بھی یکے بعد دیگرے کانپور میں ہجرت کی۔ مصطفیٰ خان نے علاوہ کانپور کے لکھنؤ میں بھی ایک مطبع قائم کیا چونکہ ٹائیٹل پیج پر بجائے مقام طبع کے صرف مطبع کا نام ہوتا تھا اسلیے بعد ہجرت صاحبان مطابع اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ آیا یہ کتاب لکھنؤ میں چھپی یا کانپور میں طبع ہوئی۔

اب میں غازی الدین حیدر بانی مطبع سلطانی کے چند کتابوں کی اشاعت کا ذکر کرتا ہوں۔ منجملہ اور کتابوں کے کتب ہفت قلزم جو اسی مطبع سے چھپکر شایع ہوئی ہے وہ یورپ میں بہ نسبت ہندوستان کے زیادہ مشہور ہوئی۔ اس فرہنگ کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں اس مطبع سے شایع ہوئیں۔

المناقب الحیدریہ جو احمد شروانی نے غازی الدین حیدر کے مدح میں بزبان عربی لکھی۔

محامد حیدری جو صادق خان اختر نے فارسی نظم و نثر میں غازی الدین حیدر کے

درج مین تصنیف فرمائی اور سنہ ۱۲۳۰ھ مین چھپی (حجم ۲۰۰ صفحات اسمال فولیو)

گلدستۂ محبت | جو صادق اختر نے لارڈ ہسٹنگس[1] اور غازی الدین حیدر کے باہمی ملاقات کے حالات مین نظم و نثر فارسی مین تصنیف کی اور سنہ ۱۲۳۹ھ مین چھپی (پیمانہ آکٹو و حجم ۱۳۱ صفحہ)

اس مطبع فیض منبع کا ذکر کرتے ہوئے مجکو ایک نقل یاد آئی جسکا ذکر خالی از دلچسپی نہوگا۔ بچپن مین جب مین نے گلستان شروع کی تھی اُسوقت میرے اُستاد مولوی عبد الحلیم مرحوم و مغفور (متوطن موضع کلنا ضلع بردوان ملک بنگالہ) سبق پڑہاتے وقت بہت سی لطیف حکایتین بیان فرمایا کرتے تھے منجملہ ان کے ایک حکایت یہ بیان کی کہ جن دنون وہ لکھنؤ مین تھے اعلان کیا گیا کہ بادشاہ سلامت آج مطبع کے ملاحظہ کو سوار ہونگے، شہر مین غل مچا کہ بادشاہ تشریف لا رہے ہین سوار ہر طرف گھوڑے دوڑا رہے ہین نقیب و چوبدار بادشاہ سلامت کا نعرہ بلند کرتے پھرتے ہین۔ اہل شہر دونون طرف رستے کے مودب سر پر پگڑی یا عمامہ باندھے کھڑے ہین مولوی عبد الحلیم بھی اس منظر کے نگران ہین۔ آخر معلوم ہوا کہ بادشاہ کا آنا ملتوی رہا۔ دو ایک ماہ کے بعد پھر ایک دن مثل سابق شہر مین منادی ہوئی کہ آج بادشاہ مطبع کے ملاحظہ کو تشریف لائینگے۔ حسب دستور سوار راہ کے دونون طرف ایستادہ ہوے نقیب و چوبدار نعرہ بلند کرنے لگے، لیکن مودب و مشتاق تماشائیون کی نگاہین آج بھی غازی الدین حیدر کی زیارت سے محروم رہگئین۔

اس واقعہ کے ایک مدت کے بعد بادشاہ ایک روز آئے اور مطبع کو ملاحظہ کرکے چلے گئے اب نہ مطبع رہا نہ غازی الدین حیدر حتی کہ ان کے ذکر خیر کرنیوالے مولوی عبد الحلیم مرحوم وغاکثر اسپرنگر بھی دنیا سے چل بسے لکھنو بھی گویا اب وہ لکھنو نہین کوئی دوسرا شہر ہے۔

جب مسٹر ٹرنر مکان TURNER MACAN فارسی انٹرپریٹر کمانڈر انچیف[2] نے شاہنامۂ فردوسی کو نہایت صحت کے ساتھ زیر سرپرستی کالج آف فورٹ ولیم چھاپا

---

[1] LORD HASTINGS

[2] ترجمان

چاہا تو گورنمنٹ آف انڈیا نے بصلاح مسٹر ہارنگٹن ممبر کونسل اسکے خرچ کی ذمہ داری
سے انکار کر دیا اُسوقت شاہ اودھ نصیر الدین حیدر کے دربار نے اس بارگران کو اپنے
ذمہ لیا اور نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے اسکو چار جلدون مین (لکھنو مین نہین کلکتہ مین)
طبع کرایا جو اب بھی اگر کہین ملے تو قابل دید ہے ہندوستانی منشیون اور ادیبون کے تصحیح
اور شاہ اودھ کے روپیہ سے پرشین انٹرپریٹر جنگی لاٹ مسٹر مکان نے ایسا عمدہ شاہنامہ
چھاپا جو قبل کا تو کیا ذکر ہے اسکے بعد بھی بجز مولر کے ناتمام شاہنامہ کے ابتک کبھی نہین
چھپا مکان صاحب کے شاہنامہ کے جلدون کے سرورق پر یہ عبارت بخط جلی لکھی ہوئی
ہے" بہ نسخ متعدد قدیم ومعتبرہ مقابلہ وتصحیح یافتہ مع فرہنگ الفاظ نادر واصطلاحات
غریب واحوال آن سخن سنج فصیح وادیب بدارا لحکومت کلکتہ بقالب طبع درآمد۔

سکہ کاندر سخن فردوسی طوسی نشاند تا نہ پنداری کہ کس از جملہ انسی نشاند
اول از بالائے کرسی بر زمین آمد سخن او بالا برد و بارش بر سر کرسی نشاند

اس زمانے کی اکثر کتابین اب معدوم ہین اور اگر کہین ہین بھی تو ان کا وجود و عدم برابر
ہے، یہی حال قاضی اختر کی کتابون کا ہے ان کی کتابین بھی آج کل کمیاب بلکہ نایاب
ہین اسلیے انکا ذکر بیان پر نہایت موزون ہوگا افسوس کہ ایسے جلیل القدر ناظم و ناثر
کی بعض کتابین ہمنے آجتک نہین دیکھین۔

محامد حیدری | یہ کتاب خاص اہتمام سے شاہی مطبع لکھنو مین چھپی تھی۔ کتاب فارسی نثر
مین ہے جا بجا فارسی اشعار ہین نہایت فصیح و موزون و دلچسپ عبارت مین لکھی گئی ہے۔
بعد حمد و نعت مصنف یون رقمطراز ہوتے ہین۔

اما بعد راقم این نقش براعت شعار و ناظم این عقد نفاست آثار بندۂ اضعف
واحقر محمد صادق اختر تجاوز اللہ عن اعمالہ واحسن الیہ فی جمیع
احوالہ بحق محمد وآلہ و خاطر خطیر گرامی نفسان روشنضمیر (الخ)

تمام کتاب علما و فضلا و حکما کے حکایات اور پند و نصائح و لطافت و ظرافت
اور ہر جگہ اور ہر موقع غازی الدین حیدر کے محامد سے مملو ہے۔ نظم کو چھوڑ کر ایک حکایت

چند نصائح اور ایک لطیفہ واسطے تفنن خاطر ناظرین درج کئے جاتے ہین۔

"(۱) حکایت۔ آوردہ اند کہ ذوالنون مصری روزے از سر بازار میگذشت طبیبے"
"را دید کہ خلق بروے گرد آمدہ و ہرکس درد خود را باوے میگوید و دوا میفرماید ذوالنون"
"ہم پیشش رفتہ بعد ادائے سلام التماس نمود کہ ہر درد را دوائے میگوئی من نیز دردے"
"دارم اما نمیتوانم کہ بر زبان آرم تو کہ نباض بے نظیر و بشرہ شناس بے بدل ہستی روے"
"مرا بہ بین و دوائے من بگو طبیب ساعتے بر روئے من نگریست و بگریست و گفت"
"اے مریض بگیر بیخ فقر و برگ صبر و ہلیلۂ تواضع و بلیلۂ خشوع در ہاون توبہ فگن و"
"بدست نیاز بساے و بپارچۂ مجاہدہ ببیز و در دیگ طاعت بیند از و آب خوف در وے"
"بریز و بر سر آتش محبت بجوشان و بکفگیر تفکر بپالائے آنگاہ در جام رضا بر آر و"
"شاکر شکر بر و بیاشس و بقاشق استغفار بگردان و وقت سحر بنوش تا ازین درد"
"شفا یابی۔

(۲) حکیم بیدپا برہمن جو ہمارے ہندوستان کے دانشمند حکما مین سے تھے انکا ذکر کرتے ہوئے اختر یون گہر فشان ہوتے ہین۔

"از مقالات اوست کہ چہار صد کلمہ از حکمت جمع آوردم و چہار از ان برگزیدم دو"
"از ان ہموارہ یاد داشتنی است ان خالق و مرگ و دو فراموش کردنی آن احسان"
"است کہ با مردم کنی و بدی کہ از کسان تبو رسید۔

"(۳) لطیفہ خراسانی در کاروانی خر خود را گم کرد و خر شخصے دیگر را گرفتہ بروے"
"بار کشید صاحب خر مطلع شدہ و دید و باروے بنید اختہ خر خود را گرفت خراسانی"
"غوغا نمود و مردم گرد آمدہ و پرسیدند خر تو نر بود یا مادہ گفت خر من نر بود گفتند"
"پس این از تو نباشد زیرا کہ مادہ خر است خراسانی گفت خر من چندان"
"نر نبود۔

گلدستۂ محبت یہ کتاب بھی (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے) اختر نے غازی الدین حیدر اور لارڈ ہیسٹنگس کے باہمی ملاقات کے بارے مین لکھی ہے، اپنی کو کین بندہ شاہ زمن

فیض گستر محمد صادق اختر لکھتے ہین اسکے بعد یہ شعر۔

انکہ باشد قرۂ روزی زہمایش عیان

انکہ باشد اختر بخت از جبینش آشکار

پادشاہ کو " جناب مرشد کامل پادشاہ دریادل حضرت سیدنا و مولانا ابوالنظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر بادشاہ غازی"

اور گورنر جنرل کو (حسب معمول اوس زمانہ کے) " نواب مستطاب معلّے القاب زبدۂ نوئینان عظیم الشان مشیر خاص حضور فیض معمور بادشاہ کیوان بارگاہ انگلستان اشرف الاشراف مارکویس آف ہیٹنگس گورنر جنرل بہادر ناظم ممالک محروسۂ سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر و امیر اعظم عساکر بادشاہی و سرکار کمپنی متعلقۂ کشور ہند ادام اللہ اقبالہ وضاعف عزہ وجلالہ" لکھتے ہین یہ کتاب آٹھ باب مین ہے اور سال طبع کے متعلق یہ عبارت ہے۔ "بتاریخ بست وپنجم شہر ربیع الثانی در دار السلطنت لکھنؤ در سنہ یکہزار و دوصد وسی ونہ ہجری بقالب طبع در آمد"

لارڈ موِرا جو ۱۸۱۳ء سے ۱۸۲۱ء تک ملک کے ہند کے گورنر جنرل تھے ۱۸۱۷ء مین بخطاب مارکویس آف ہیٹنگس ملقب ہوئے۔ جس ملاقات کا ذکر اختر نے اپنی کتاب مستطاب مین کیا ہے اسکے متعلق مجھکو خوبیٔ قسمت سے اُسی وقت کی لکھی ہوئی ایک ڈائری یا روزنامچہ سے بہت سے دلچسپ حالات دریافت ہوئے۔ لارڈ صاحب سابق الذکر مع خدم وحشم جون ۱۸۱۴ء مین کلکتے سے مع بیڑۂ کشتی روانہ ہوئے۔ چونچڑا (ضلع ہوگلی) مرشد آباد۔ پٹنہ والہ آباد ہوتے ہوئے کانپور تک دریائی سفر کیا اسکے بعد مارچ ۱۸۱۵ء مین بمقام میرٹھ خشکی کا سفر بھی ختم ہوگیا۔

مشہور ناولسٹ ولیم میک پیس تھیکرے کی پھپی دا نٹ، امیلی تھیاکر (جو ٹلیٹ شکسپیر بنگال سویلین، کی ساتھ شادی ہونے کی وجہ سے مسز شکسپیر کے لقب سے ملقب ہوئی) اپنے روزنامچہ مین اس سفر سراپا ظفر کے نہایت عمدہ اور

دلچسپ حالات لکھے تھے خوبیٔ قسمت سے لیڈی موصوفہ کے سفرنامہ کا خلاصہ لفٹننٹ کرنل اے۔اے آروین صاحب A. A IRVINE نے جولائی گذشتہ کے نیشنل ریویو مین چھاپا ہے۔ آروین صاحب کی لیڈی موصوفہ پر وادی یا پرنانی ہوتی تھین کلکتے سے الہ آباد تک کے حالات ناظرین نیشنل ریویو مین مطالعہ کرین۔ مفصلۂ ذیل حالات جسکے متعلق صادق خان اختر نے کتاب گلدستہ محبت مین گلفشانی کی ہے اُسی ریویو سے مختصراً ماخوذ ہین۔

"اس خیال سے کہ اب حضور فیض گنجور گورنر جنرل کا دریائی سفر قریب الاختتام ہے مکرر نواب صاحب لکھنؤ نے ایک مکمل خیمہ مع سامان ستمبر ۱۸۱۴ء مین بمقام الہ آباد بھیجے دو نہایت خوبصورت خیمے الہ آباد مین نصب کئے گئے شاہی پالکیان سونے اور چاندی سے ملفوف بستر اور شامانہ جسپر پھول بوٹیان کاڑھی ہوئی تھین، پچیس ہاتھیان مع شامانہ سنہری اور روپہلی ہودے اسپان زرّین لگام۔ شتران زود رو خوبصورت اور خوشخرام وغیرہ سب پہنچگئے۔ ہز اکسلنسی کا دریائی سفر آٹھوین اکتوبر ۱۸۱۴ء مین بمقام کانپور ختم ہوا۔ کانپور مین دس روز قیام رہا جناب نواب والی لکھنؤ مشرقی شان و شوکت کے ساتھ بغرض ملاقات حضور گورنر جنرل تشریف لائے۔ آگے آگے سینکڑون اشخاص چھوٹے چھوٹے ریشمی نشان جن پر شاہی نشان و تمغے منقش تھے لیے ہوئے تھے۔ اسکے پیچھے سواریان جو شاہی ہاتھیون اور اونٹون پر باہزاران زیبائش وحسن وخوبی تھین نمودار ہوئین شاہی پالکیان انکے بعد جلوہ گر ہوئین جنکے پیچھے پیچھے عصا برداران سونے اور چاندی کے چوب وعصا لیے اور بیشمار جان نثار سپاہی براے حفاظت ہمراہ رکاب چلتے تھے اسکے بعد حضور نواب صاحب ایک عمدہ ہاتھی پر منقش زرّین ہودے مین باہزاران شوکت وابہت جلوہ افروز ہوئے اس ہاتھی کے پانون بیش قیمت زر و نقرہ کی زیورات سے سجے ہوئے تھے آپ کے پس پشت دو چوری بردار مور کے پر کی زرین ملمع چوری دستے ہاتھ مین لیے جھلتے دکھاتے رہتے تھے اور آپ کے فرق پر ایک نیلے رنگ کے ساٹن کا چتر شاہی جو سونے اور چاندی سے منقش و ملمع تھا، جلوہ افروز تھا آپکے ہاتھی کیساتھ دو کچی بہت سے

پُرتکلف ہاتھی تھے جنپر ان کے برادران عالیجاہ و فرزندان ذیشان اور ارکین دولت

سوار تھے

اسکے علاوہ ونینیاء ہاتھی۔ گھوڑے سانڈنیاں سوار مع ایک رتھ گاڑی (چریٹ) اور

ایک براوچ (ایک قسم کی گاڑی) ساتھ چلتے تھے وزیرالمالک غازی الدین حیدر کے کمر

مین مرصع شال کا کمر بند تھا۔

اسکے بعد دعوت طعام کا ذکر ہے جسمین یورپین اور ہندوستانی دونون قسمون کے کھانے

تھے اب کانپور سے لکھنؤ کا بری سفر کا بیان سنئے جو ۱۲ راکتوبر کو شروع ہوتا ہے۔

" گورنر جنرل کے ہمراہیون کا شمار ۲۶ اشخاص اور ۱۵ اطفال تھا۔ سوارون کا ایک "

" دستہ اور ایک پلٹن پیدل فوج ہمرکاب تھی۔ اس جماعت کثیر کے اسباب فیل شتر "

" اور چھکڑے پر لدے ہوئے تھے میری برادی کے لیے ۸ ہاتھی ۳۰ اونٹ ۴ چھکڑے "

" ۳۰ کہار ۱۲ قلی اور ۱۰ نفر واسطے خیمے کے متعین تھے۔"

" علی الصباح ساڑھے چار بجے جنرل الرٹ (مستعد ہو) اور ایک گھنٹے بعد اسمبلی (اکٹھے ہو) "

" کی آواز بلند ہوتی مشعل کی روشنی مین کوچ شروع ہوتا۔ باوجود اسقدر دھوم دھڑاکے کے "

" لاٹ صاحب کے خیمے بھی چورون سے محفوظ نہ تھے۔ چور اپنے ننگے بدن تیل کی مالش "

" کر لیتے اور کرمچ کی دیوار کو کاٹ کر خیمے سے سوتون کے بچھونے کی چادریں لے بھاگتے "

اس سفرنامہ کے مطالعے سے یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ بعضے افسرون کو "سنیر مرچنٹ"

یعنی تجار بزرگ) لکھا جاتا تھا (اسوقت تک اعلےٰ حکام اپنے کو حکام نہین لکھتے تھے)

امرا کے بالاخانون پر طوائف اور کلاونت ناچنے گانے مین مصروف رہتے تھے۔

روپئے لبطور خیرات و انعام پھینکے جاتے جب کوئی ضعیفہ روپیہ چن لیتی گنڈے لوٹنے

کو اسپر گر پڑتے مگر وہ ہمیشہ مقابلہ کو طیار ہو جاتی کبھی جیت جاتی اور کبھی نصفا نصفی تقسیم

کر لیتے۔ گورنر جنرل کے طرف سے بھی دعوت رزیڈنسی مین دیگئی۔ گورنر جنرل اُس

کوٹھی مین جو بنام کنسٹن ٹیا (CONSTATIA) نامزد ہے اور جسکو جنرل

مارٹن نے عہد نواب شجاع الدولہ مین بنایا تھا سکونت پذیر ہوئے حضور گورنر جنرل اور

لیڈی کوڈان (زوجہ ہز اکسلنسی) نے کانس ٹینیا مین فرانس سے صلح ہونے کی خوشی مین بڑی آؤبھگت سے سب کی ضیافت کی - میری پرداوی نے ناچ شروع کیا - مگر فی الفور ناچ بند کر دیا گیا کیونکہ انگریزی لیڈیون نے ہندوستانیون کے آگے اپنے جنبش اعضا اور ادائے رقص کی نمائش کو معیوب خیال کیا اسلئے کہ ہندوستانیون کے یہان صرف ناچنے والیان اور پیشہ ور ناچتے ہین علاوہ اسکے بہت سے تماشے ہوئے مثل ہاتھیون کی لڑائی چیتے کا شکار - باغ دلکشا مین - شیر اور بھینسے کی باہم جنگ انگریزی لیڈیان نواب صاحب کے محل اور زنانخانے مین بغرض ملاقات گئین - ان کے رائے مین ہندوستانی عورتون کا لباس بلحاظ اُن کی رنگت کے یورپین عورتون کے واسطے نہایت موزون وزیبا معلوم ہوا - لاٹ صاحب تین ہفتے لکھنو مین مقیم رہکر آگے بڑھے مسز شکسپیر کی رائے مین یہ سفر نہ فقط طویل تھا بلکہ بسبب معزز اور ذیشان ہمراہیون کے نہایت دلچسپ بھی تھا -

سراپا سوز | یہ مختصر مثنوی ۰۵ شعر کی لکھنو کے مطبع حسینی مین اختر کے حین حیات مین چھپی تھی حجم اٹھارہ صفحہ ہر صفحہ پر ۳ شعر ہین ۱۲۳۱ھ مین لکھی تھی شروع کے شعر سے بحر معلوم ہو گی -

خلق عالم سے مدعا ہے عشق   مظہر ذات کبریا ہے عشق

صبح صادق | اسمین قاضی صادق خان اختر نے اپنی سوانح عمری لکھی ہے - زبان فارسی ہے مگر نہایت فصیح و بلیغ یہ کتاب چھپ گئی ہے مگر ہمنے نہین دیکھی ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی فہرست مطبوعہ مین اسکا ذکر کیا ہے -

آفتاب عالمتاب | یہ ایک نادر الوجود کتاب ہے جسکی خوبی و خوش اسلوبی اسکے دیکھنے سے متعلق ہے ہمنے بزمانۂ طالب علمی مولوی معراج الدین احمد متخلص بہ واصف (فارسی ٹیچر ڈفٹن کالج DOVETON COLLEGE و سینٹ زیویر کالج ST. XAVIER کلکتہ) کے پاس دیکھی تھی اسمین فارسی زبان کے پورے حالات صنائع و بدائع اور شعرا کی سوانح عمریان علی الخصوص زبان کی خصوصیت نہایت شرح و بسط سے بیان کی ہین ضخیم کتاب ہے یہ نسخہ اختر کے بعضے اعزا کے پاس تھا اور جا بجا نجین کے ہاتھ

کی لکھی ہوئی عبارتین وتراش وخراش بھی تھین مولویصاحب موصوف نے کتاب عاریتاً منگوائی تھی۔ منشی نولکشور صاحب مرحوم کو اس کی بڑی تلاش رہی چنانچہ انھون نے بجواب بعض سوالات مالک کتاب کو لکھا تھا کہ محمد صادق خان اختر کی ایک معرکتہ الآرا تصنیف آفتاب عالمتاب ہے اگر وہ ان کو ملے تو وہ اسکے چھاپنے کے لیے آمادہ ہین بعد خط وکتابت مالک کتاب آفتاب عالمتاب نے کتاب کے دینے سے انکار کردیا اب سنے مین آیا کہ وہ نسخہ کیڑون کی نذر ہوا۔

ذیل کی نقل بھی اس کتاب کی ضرورت کو یاد دلاتی ہے۔ میرے ایک جید دوست مولوی محمد عرف محمد جان ساکن ڈھاکہ جو (پریسیڈنسی PRESIDENCY کالج کلکتہ کے مدرس فارسی وعربی بھی تھے) اپنے وطن سے کلکتہ آرہے تھے۔ جہاز پر ایرانی شاعر آقا محمد حسین المتخلص بہ ناخدا سے ملاقات ہوئی ناخدا نے اپنے بیاض مین سے مولوی محمد کو جو بڑے ذی فہم وذکی الطبع نوجوان تھے لینے کہے ہوئے اشعار سنانا شروع کئے ایک طویل قصیدہ جو نواب خواجہ عبدالغنی مرحوم رئیس اعظم جہانگیر نگر عرف ڈھاکہ کی مدح مین تھا پڑھنا شروع کیا مولوی موصوف مرحبا اور آفرین کرتے رہے۔ آخر مین مقطع کا شعر آیا جو یون ہے۔

چون غفور آمد صفاتے از خدا　　　　در صفاتش غرق گشتہ ناخدا

محمد جان بولے کہ صفت کی جمع صفات ہے اسکے آخر مین یائے وحدت لانا غلط ہے۔ ناخدا بولے کہ ہم لوگ ایسا لکھتے ہین محمد جان نے جواب دیا کہ آپ جو چاہین فارسی الفاظ مین ردو بدل کرسکتے ہین عربی مین ایسا کرنیکا کب مجاز ہے۔

ایک دن میرے دوست مولوی سراج الدین احمد کتاب آفتاب عالمتاب دیکھ رہے تھے بولے کہ اسمین صادق خان اختر نے ایک فصل طویل مین وہ الفاظ بیان کئے ہین جو ہر چند عربی ہین مگر ایرانی اسمین اپنے طور پر تصرف کرتے ہین چنانچہ بجائے صفت صفاتے لکھتے ہین۔ جب یہ بات مولوی محمد جان نے پڑھی تو متعجب ہوے۔ شاید آفتاب عالمتاب کا کوئی دوسرا نسخہ موجود ہو مگر اب منشی نولکشور کا سا دریا دل علم دوست

صاحب مطبع کہان سے آوے۔

اختر کی دوسری کتابین ورسالے | اوپر کی لکھی ہوئی کتابون کے سوا صادق خان کی اور بہت سی چھوٹی بڑی رسالے اور کتابین ہین جنکے بعض نسخے ہمنے کبھی بنظر سرسری دیکھا تھے۔ فارسی اور اُردو کے دواوین اور بہار بحران۔ بہار اقبال ہفت اختر وغیرہ۔ مولوی صدیق حسن خان مرحوم تذکرۂ شمع انجمن (۱۲۹۲ھ) مین نور الانشار و نقود الحکم کا ذکر کرتے ہوے رقمطراز ہین کہ اختر اُن کے معاصرین مین تھے اور ان کے بھائی نے اختر کو دیکھا ہے اختر لکھنؤ مین مدت تک رہے غازی الدین حیدر نے ان کو ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز کیا بعد غدر اختر کا انتقال ہوا۔

تقریظین | اُس زمانے کی مشہور تصنیفون اور تالیفون پر اکثر ناظم و ناثر کی تقریظین چھپی ہین۔ اختر کی لکھی ہوئی تقریظین بعض کتابون پر نہایت دلچسپ اور بلیغ و پاکیزہ ہین بطور مُشتے نمونہ از خروارے ذیل کی عبارتین جو ان تقریظون سے ماخوذ ہین ملاحظہ ہون

فرہنگ ہفت قلزم جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے اُسپر منجملہ اور تقریظون کے اختر نے بھی ایک طویل و بلیغ تقریظ لکھی ہے۔ مولف فرہنگ اسبارے مین یون گہر ریز ہوے ہین۔

"سورتہ ما کتبہ البلیغ الکامل الادیب القاضی محمد صادق المتخلص باختر علے ھذا الکتاب المستطاب"

اختر لکھتے ہین۔

نسیم سپاس بیقیاس در زندۂ چمن زار ہمیشہ بہار گلشن آرائیست کہ گلہائے لغات و مصطلحات را برنگینیٔ الفاظ دل آرا و عطر بیزی معانی روح افزا طرۂ دستار خرد ارباب ہوش و زیب طرف کلاہ دانش اصحاب چشم و گوش گردانیدہ۔ ...

اما بعد این سطر چند است از نتائج افکار بندۂ احقر محمد صادق اختر غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ در وصف کتاب بلاغت آب فصاحت آیاب موسوم بہفت قلزم کہ حبابے خارکہ است بے کنار و بے پایان......

آنکہ وصف جاہش از حد بیرون برتر است　غازی دین خسرو دوران شجاع صفدر است
مرشد عالی نصاب و قبلۂ عالم پناہ　صاحب تاج و نگین شاہنشہ بحر و بر است
بندۂ سلطان شو اختر اگر خواہی نجات　حق گزار خواجۂ خود بندۂ نیک اختر است
گو شود قایم قیامت گو جہان برہم خورد　گو فلک یاور نباشد لطف شاہم یاور است

سایۂ ات اے سایۂ حق باد بر فرق عباد
تا بعالم سایۂ گستر مہر و ماہ و اختر است

صادق خان اختر کے اپنے دوست احمد شروانی (جو باوجود حسب دار عرب ہونے کے ایرانی الاصل تھے) کے جواہر الوقاد فی شرح بانت سعاد پر جو کلکتہ مین ۱۲۳۱ھ قدسی مین چھپا تھا ایک فصیح و بلیغ تقریظ لکھی ہے شروع مین شروانی لکھتے ہین۔

صورۃ ما کتبہ امام البلغاء مالک ازمنۃ الانشاء مظہر لطایف البیان والمعانی الفایق سبدیع کلامہ علی البدایع الاھمد انی المفضل علی الشاعر المقدام علی شروانی الخاقانی المخاطب بالخطاب السلطانی فخر الشعراء افضل المناشی محمد صادق خان بہادر المتخلص باختر نجل القاضی محمد لعل الھقلوی الاخر مقرظا ما لفارسیۃ علی الجواھر الوقاد۔

تقریظ طویل ہے نثر اسکی نہایت اعلیٰ اور نظم بہت شاندار ہے۔ فقط چند اشعار پر اکتفا کرتا ہون۔

تعالی اللہ چہ شرح برگزیدہ　کہ مثلش دیدۂ گردون ندیدہ
بشوقش گشتہ خورشید از پے دید　ز سرتا پاے خود یک چشم امید
سوادش راست ہمچو ابر بہمن　بیاضش گشتہ رشک صحن گلشن
مشرح زدست متن بے نیازان　محشی زو کتاب عشق بازان
منزہ جسم جلدش از کثافات　مبرا صفحۂ وے از خرافات
مصفا ہمچو آب زندگانی　مرصع چون درفش کاویانی

محامد حیدری پر بہت سے علماؤ ادبا کی تقریظیں چھپی ہیں۔ احمد بن محمد بن علی الانصاری الیمنی الشروانی کی تقریظ عربی میں ہے وہ لکھتے ہیں ولذالک صنف اخی الکامل الاریب المتخلص باختر کتابا فی شرائف محامد م بالفارسیۃ بحلوا مبالمعجبات المطربات من النظر الفکاکلادیبہ۔

مولوی محمد اسلم کی تقریظ منظوم بھی موجود ہے وہ لکھتے ہیں۔

او کہ روشن بیان بوذ ہنسان	فیض ان پرتو است جلوہ کنان
این محامد کہ سہ بہر شاہ نگاشت	طبعش از روشنی علم افراشت
ہچواین اختر اخترے بجہان	نشدازبرج شاعرے تابان

مولوی اوحدالدین بلگرامی۔ مولوی علیم اللہ۔ مولوی محمد اسمعیل۔ مرزا طالب علیخان عیشی سید امجد علی۔ سید محمد مرزا خان۔ منشی غلام حسین کوکب کی تقریظیں بھی قابل دید ہیں۔

مولوی وزیر علی[1] ابن انور علی الصدیقی جو سندیلہ کے رہنے والے تھے اور جنکا تخلص وزیر تھا اپنے دیوان عربی میں منجملہ اور قصائد مدحیہ کے ایک قصیدہ اختر کی مدح میں لکھا ہے عبارت ذیل شنگرف کی لکھی ہوئی اسکا عنوان ہے۔

"وقلت مادحا لامام الشعرا ءامیر البلغاء اعنی بہ سیدنا المولوی محمد صادق اختر حماہ خالق الجن والبشر"

یہ تین شعر اس قصیدے سے منقول ہیں۔

امام للانام ولاعجیب	لہ مجد علی العلیا لیطیر
محمد صادق من حاز فخرا	وفی فلک العلے بدر منیر
فیا من حیر العلماء طرا	بتر صیع بہ ماجی فقیر

---

[1] مولوی وزیر علی کا انتقال کلکتہ میں ہوا جہاں وہ مدفون ہوئے۔

ہگلی کی تواریخ عمری | مسلمانون کے عہد مین اور انگریزی عملداری کے بہت پہلے پرتگیزون
نے جبکہ ساتگاؤن یا سات گام بسبب بند ہونے دریائے بھاگیرتی ویرانی پر
گیا، ۱۵۳۷ء مین ہوگلی کو آباد کیا مقام گھول گھاٹ مین انگریزی جیلخانے کے متصل
پرتگیزون کے قلعہ کے کھنڈرات اب بھی نمودار ہین۔ شاہجہان بادشاہ کو پرتگیزون کی زیادتی
کی وجہ سے ۱۶۳۲ء مین ان کے قلعہ کا محاصرہ اور ان کا استیصال کرنا پڑا۔ اسوقت سے ہوگلی
شاہی بندر (یا بندل جو بندر کی خرابی ہے) بجائے ساتگاؤن کے قرار پایا انگریزون نے
ہوگلی کو ۱۶۵۱ء مین اپنا مرکز تجارت قائم کیا جس وقت کلکتہ آباد نہین ہوا تھا اُسوقت اور
کلکتہ آباد ہونے کے بعد بھی بہت دنون تک ہوگلی ایک مشہور و معروف بندر اور بڑے بڑے
تجار کا مرجع و منبع تھا بہت سے ایرانی تجار بندر ہوگلی مین رہتے اور عرب و ایران و فرنگستان
سے تجارت و کاروبار کرتے تھے جن دنون حاجی محمد محسن ہوگلی مین تھے انہین دنون ایک
اور مغل سوداگر یا (بالفاظ دیگر) ایرانی تاجر بھی ہوگلی مین تجارت و کاروبار مین مصروف
تھے۔ اُسوقت قاضی محمد لعل صاحب ہوگلی کے عہدۂ جلیلہ قاضی عدالت پر فائز تھے
قاضی موصوف کا وطن اصلی ضلع چوبیس پرگنہ کا قریۂ بسیرہاٹ (BASIRHAT)
تھا ایرانی سوداگر اور حاجی محمد محسن وغیرہ تمام عمائدین شہر اور قاضی صاحب موصوف کے مابین
باہم ملاقات اور دوستانہ راہ و رسم تھی۔ اتفاقاً سوداگر موصوف کا انتقال ہوگیا اور
تمام تجارت و بیوپار اُن کی زوجہ محترمہ پر عاید ہوا۔ وہ بڑی عاقلہ و فہمیدہ خاتون
تھی۔ اُسنے اپنے شوہر کی متروکہ جائداد و کاروبار کو بطرز احسن سنبھال لیا جب کسی بات
مین شبہ ہوتا فی الفور بسواری پالکی قاضی محمد لعل کی کوٹھی مین آتی اور پس پردہ سب بات
ان سے پوچھ لیتی اور ان کے صلاح کے مطابق کام کرتی القصہ قاضی صاحب موصوف کو اپنی
کل جائداد کا مدار المہام کرلیا۔

بعد چندے اس محترم خاتون نے قاضی صاحب موصوف سے نکاح کرلیا وہ ایرانی
تھی اور قاضی محمد لعل بنگالہ کے شریف زادون مین تھے اس قران السعدین سے وہ اختر
برج اقبال و سعادت یعنی قاضی محمد صادق خان اختر پیدا ہوئے جو خورشید عز و اقبال

ہو کر چکے۔

اختر تحصیل علوم متعارفہ سے فارغ ہونے اور اپنے والد قاضی محمد لعل کے انتقال فرمانے کے بعد اپنے تمام جائداد و خانگی معاملات اپنے بھائی غلام اللہ کو سپرد کر لکھنو گئے۔ چونکہ صادق خان اختر کو فن انشا و شعر و شاعری سے خاص دلچسپی تھی۔ اس لیے تھوڑے عرصہ مین ناظم و ناثر بے بدل بن گئے اور ملک الشعراء کے عہدۂ جلیلہ پر مقرر ہوئے آخر کچھ لوگون نے ان کے خلاف بادشاہ اودھ کے پاس خفیتہً شکایت کی اسلئے اختر نے لکھنو کو خیرباد کہا اور اٹاوہ مین بعہدہ تحصیلداری (یا ڈپٹی کلکٹری) گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہوئے۔ اٹاوہ مین صادق خان اختر کی بنائی ہوئی ایک مسجد ہے بعد غدر ہند کے دوسرے سال اختر کا انتقال ہوا اور اٹاوہ مین مدفون ہوے۔ گارسن دی تاسی (GARSIN DE TASSY) نے اپنی مشہور تصنیف تاریخ ادب ہندوی و ہندوستانی (طبع ثانی بمقام پیرس ۱۸۷۰ء) مین اختر کے اُس غزل کے متعلق جو سید محسن علی نے سراپا سخن مین نقل کی ہے لکھا ہے کہ وہ نہایت دلچسپ ہے سراپا سخن۔ ن سید محسن علی لکھتے ہین کہ۔

> قاضی محمد صادق خان اختر ولد قاضی محمد لعل باشندہ ہگلی توابع صوبۂ بنگال ہمیشہ عہدۂ عمدہ پر معمور رہے اب تحصیلدار اٹاوا ہین۔ تذکرہ شعرائے فارسی کا مسمی آفتاب عالمتاب اور محامد حیدری دیوان فارسی اور ریختہ اور بہت تالیف و تصنیف ان کی

لے کہتے ہین کہ تین دوست قسمت آزمائی کی غرض سے اپنے اپنے وطن سے روانہ ہوے اور تینون کو خداوند رزاق نے فائز المرام کیا۔

صادق خان اختر لکھنو مین گئے اور ملک الشعراء ہوئے۔ غلام امام شہید دکن حیدرآباد مین جاکر برزخی ثانی اور طوطی ہند بنے اور مولوی سید محمد خان بہادر گورنر جنرل کے میر منشی مقرر ہوئے۔

۵۲ تذکرۂ سراپا سخن دس برس کی محنت سے آغاز ۱۲۶۹ھ مین انجام پایا جبو قت سلطان عالم واجد علیشاہ متخلص بہ اختر بیت السلطنۃ اختر نگر المشتہر بہ لکھنو کے والی تھے۔ تاریخ تالیف یہ ہے۔

لکھی تاریخ یہ مولف نے — نغمۂ طوطیان ہند یہ ہے
۱۲۶۹ھ

مشہور ہین وہ مرزا قتیل کے شاگرد ہین۔

انتخاب اشعار | اب مین واسطے تفنن طبع ناظرین اختؔر کے دیوان سے چند فارسی اور اردو اشعار پیش کرتا ہون۔

(۱) غزل فارسی

پیوستہ دو انگشت بیاسے کہ تو داری	حیران بیر ٔو پان است زبانے کہ تو داری
ریزد نمک از لعل تو ہنگام تبسم	این پستہ شود است دہانے کہ تو داری

لہ بقیہ صفحہ ۱۵۔ہوف صاحب منشی نولکشور مرحوم کے متعلق کہتے ہیں۔

"آئے لاہور مین مطبع کو وہ نور کو اُنھین نے چمکایا اب اُسے چھوڑ کر یہان کارخانے کا"

نقشہ جمایا مطبع اودھ اخبار لکھنو مین طبع فرمایا جسوقت ملکہ معظمہ انگلستان کا راج

اودھ پر ہوا۔

اُسکی تاریخ طبع مین اصغر علیخان نسیمؔ اور مرزا اسد اللہ خان غالب کے دو تین شعر ریختہ کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی اور یادرفتگان سے بعید نہو گا۔

نسیم

صاحب مطبع اودھ اخبار	بادل شاد و طبع گوہربار
لاے تذکرہ کو چھپ جاے	رونق طبع بھی مزا دکھلاے
الغرض بعد سیر حکم ہوا	کہ بہت جلد چھاپہ ہو اسکا
قرب ماہ رجب تمام ہوا	چھپ گیا تذکرہ یہ نام ہوا
بہر تاریخ کلک مضمون بار	لکھ یہ ہے اب خزینۂ اشعار

غالب

اس کتاب طرب نصاب نے جب	آب و تاب انطباع کی پائی
فکر تاریخ سال مین مجکو	ایک صورت نئی نظر آئی
ہندسے پہلے سات سات کے دو	دیئے ناگاہ مجکو دکھلائی
اور پھر ہندسہ تھا بارہ کا	باہزاران ہزار زیبائی

از قوت بازو عزم ہر دو نشود راست — بسیار بلند است کمانے کہ تو داری
پیش قدِ موزونِ تو چون سایہ شود پست — در سرو کجا رفعت و شانے کہ تو داری
خوبان دگر حسن و ادا ناز و تغافل — اینہا ہمہ دارند آنے کہ تو داری
یک حرف بگو زندۂ جاوید مرا کن — این آبِ حیات است بیانے کہ تو داری

اخترؔ سخنِ موے میانان بمیان بود
گفتیم نہ دیدیم میانے کہ تو داری

ولہ مستزاد (منتخب)

کر د صیدِ دلِ من باز لبطرز دگرے — ترکِ ناوک نظرے
سرکشے ناز فروشے ز خدا بیخبرے — نامسلمان پسرے
سرو گل پیرہنے خوش قدِ شیرین دہنے — شوخ نسرین بدنے
شمع روے ز رخ خویشتن آئینہ گرے — مہر روشن گہرے

ولہ (منتخب)

جنت است این بوستان بیخزان لکھنؤ — حور و غلمان ند در وے گلرخان لکھنؤ
میگدازد بدرِ کامل تا کند خود را ہلال — از پے طرفِ کلاہِ گلرخان لکھنؤ
از شکر خندِ مسی مالیدہ بہار روشن است — آبحیوان در سوادِ ہندیان لکھنؤ

بغیر صوبہ تاریخ دو شعرے نامدارے فارسی میں انقلابِ زمانہ (ان زمان بگذشت و آن ساقی نماند) کو یاد دلاتی ہیں۔

دیوان امرناتھ اکبری تخلص دیوان مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور

چو در لکھنؤ طبع شد این کتاب — زشاخ قلم تازہ شد این بہار
خرد زد رقم سال ختم این چنین — بدنیا سراپا سخن یادگار
۱۲۰۰ھ

لالہ رام سہائے رونق تخلص

چو تالیف نو میر محسن علی کرد — کہ لطف سخن ہست از وے ہویدا
رقم کرد تاریخ آن کلکِ رونق — مرقع سراپا ز حسن ست پیدا
۱۲۰۰ھ

گرچہ از بیمہری گردون گردان شد تباہ حال ارباب کمال و سروران لکھنؤ

لیک اختر آنکہ ہست اہلِ نظر پیشش ہنوز
بر بہاران صد شرف دارد خزانِ لکھنؤ

ولہ (منتخب)

یکرہ بسویم جلوہ کن ای رونق گلزارہا شد بے گلِ رخسار تو مژگان بچشم خارہا
نشنیدم از قاصد گہے پیغام وصلت جانمن دندر فراقت عمر را پیچیدہ شد طومارہا
دل از طپیدن شد جرس فریاد آن نشنید کس شد تلخکامم از ہوس در عشق شیرین کارہا

اختر برون کردم ز دل یکبارہ کین دشمنان
کز دوستان بحمیت دیدم بسے آزارہا

(۲) اُردو

اختر کی یہ غزل بہت معروف ہے۔

جب پردہ رخ سے دور کرے وہ نقاب کا جلوہ ہر ایک ذرّہ مین ہو آفتاب کا
کل بنکے شیخ مجتہدِ عصر ساقیا دکھلا کے باغ سبز عذاب و ثواب کا
کہنے لگا زراہ تجبتر مجھے بہ طنز معلوم ہوگا حشر مین پینا شراب کا
مین نے کہا کہ ہم بھی ہین ہان خوب جانتے پر کیا کرین کہ ہے ابھی عالم شباب کا
گستاخی ہو معاف تو اک عرض مین کرون مجکو اگر نہ کیجیئے مورد عتاب کا
تقوی ہمارے آگے ہو جب آپ کا درست اور تب یقین ہو آپکے اِس اجتناب کا
مے اور کنج باغ ہو ساقی ہو ماہ وش اور ہو نہ وان مخل کوئی باعث حجاب کا
کھینچے ہنسی سے اُسکو وہ منہ سے ملا کے مُنھ یہ ریش جسمین جلوہ ہے رنگِ خضاب کا
گردن مین ہاتھ ڈال کے وہ شوخ بیحیا دے ذائقہ زبان کو دہن کے لعاب کا
منت سے یون کہے کہ ہمارا لہو پیئے گر پی نہ جائے جلد یہ پیالہ شراب کا
اُسوقت ہم سلام کرین قبلہ آپ کو گر آپ خوف کیجیئے روز حساب کا
اور امتحان لعینہ تو یہ آپ کا غلام قائل نہین ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

یارب غم حسین مین اختر ہو جب کہ خاک
سایہ اُسے ملے قدم بوتراب کا

ولہ آنکھ کے مدح مین منقول از تذکرۂ سراپا سخن

بسکہ اُسکا جلوۂ چین جبین آنکھو نمین ہے　　ہر نگہ اک تحیرت آفرین آنکھون مین ہے
خون رُلاتی ہے جو یاد تیغ ابروئے نگار　　جو ہر شمشیر چین آستین آنکھون مین ہے
سیر گلزار خیال یار کیون حاصل نہو　　حلقۂ کاکل سے اُسکی دوربین آنکھو نمین ہے
جلد آ پیارے کہ تجہکو دیکھنے کے واسطے　　اشک حسرت ہو دل اندوہگین آنکھو نمین ہے
بن ترے گلگشت گلشن مین ہین ای رشک گل　　شکل خنجر برگ برگ یاسمین آنکھو نمین ہے
شعلۂ جوالہ سان اختر نظر آتا ہے رخ
بسکہ گردش مین جو اشک آتشین آنکھون مین ہے

(خانصاحب) عبد الولی

حاشیہ متعلق صوہ ۱ عہ سنا گیا ہے کہ جب سلطان عالم واجد علیشاہ خاتم تاجداران اودھ سریر سلطنت پر متمکن ہوئے تو انھون نے صادق علی اختر سے انکے تخلص کو مانگ لیا اور اسکے صلے مین بہت کچھ انعام و اکرام عطا فرمایا تب سے بادشاہ بھی اختر تخلص کرنے لگے۔ کسی نے اختر سے کہا کہ آپکے تمام اشعار و تصنیفات مین آپ کا تخلص مرقوم ہے اور وہ مشہور ہو چکی ہین آپنے کسی بیدردی سے اسکو بادشاہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ اختر نے کہا کہ مین نے ایک اختر کو بیچا ہے، دوسرے بہت سے اختر ہین۔ القصہ چغل خورون کے افترا پردازیون سے واجد علیشاہ اختر سے ناخوش ہو گئے۔ اختر برداشتہ خاطر ہو کر لکھنؤ کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوئے دہلی کا ارادہ تھا مگر لوگون نے بتایا کہ جو انقلاب آج لکھنؤ مین ہو رہا ہے، کل دہلی مین بھی رونما ہوگا۔ غرض احباب کے اصرار سے اختر اٹاوہ مین اقامت گزین ہو گئے۔ اور وہین بیٹھے بیٹھے دونون سلطنتون کے زوال اور ظفر و اختر کی معزولی کا تماشا دیکھا کئے۔

اناطول فرانس

موجودہ صدی کے بہترین فرانسیسی افسانہ نگار اناطول فرانس کے انتقال کو ابھی ایک مہینہ بھی نہین گزرا اسکا پورا نام جیکس[1] اناطول تھیبو[1] تھا - یہ نامور مصنف ۱۶ اپریل ۱۸۴۴ء کو فرانس کے دار الحکومت پیرس مین ایک کتب فروش کے گھر پیدا ہوا - چنانچہ اوائل عمر ہی سے اسکو کتب بینی کا شوق ہوگیا اور شروع ہی سے اسکی طبیعت لکھنے پڑھنے کی طرف مائل ہوگئی مگر زمانۂ طالب علمی مین اسکے اوضاع واطوار سے غیر معمولی قابلیت کے آثار ظاہر نہ تھے حتّٰی کہ اسکی ابتدائی حالت سے اسکی آیندہ ہر دلعزیزی اور عالمگیر شہرت کا کسی کو کچھ خیال بھی نہ ہوسکتا تھا - بہرحال چند سال تک اسنے اسٹیلاز کالج مین ابتدائی تعلیم حاصل کی، اور ۱۷ برس کی عمر مین تعلیمی مشاغل سے قطعًا دست بردار ہوگیا -

سلسلۂ تعلیم کے منقطع ہونے کے بعد، اناطول کچھ دنون تک ادھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا - لیکن یہی آوارہ گردی اسکی ادبی زندگی کا آغاز ثابت ہوئی کیونکہ اسنے اپنی پہلی کتاب الفریڈ ڈی وینی[2] کی سوانح عمری اسی زمانے مین، تالیف کی یہ کتاب ۱۸۶۸ء مین شائع ہوئی لیکن یہ کتاب اسکی زندگی کو کامیاب بنا سکی اور سات سال تک اسکے مختلف پیشون مین قسمت آزمائی کرنی پڑی بدقسمتی اسکے ساتھ تھی اسلئے اسکی ساری کوششین بیکار ثابت ہوئین اور ہر کام مین ناکامی کا سامنا رہا - اسی اثنا مین اسنے ایک پبلشر کے یہان پروف ریڈری کرلی - اسکے بعد چند دنون سرکاری ملازمت کے سلسلہ مین سرگردان رہا آخر جب کہین بسر اوقات کی

[1] JAEQUES ANATOLE THIBAULT

[2] ALFRED DE VIGNY

صورت نہ نکلی، تو وہ اپنی زبان کی خدمت کی طرف مستقل طور پر متوجہ ہو گیا۔
لیکن دنیائے ادب میں بھی اسے بہت دیر میں کامیابی حاصل ہوئی ۱۸۷۳ء میں اسنے اپنی ایک منظوم تصنیف شایع کی مگر اسے کچھ فروغ حاصل نہ ہوا اور ایک عرصہ تک نظم مذکور گوشۂ گمنامی میں پڑی رہی۔
دراصل اناطول نظم کا نہیں نثر کا بادشاہ تھا اسلیے بحیثیت شاعر وہ ناکام رہا لیکن نثر کی اقلیم میں آسکی حکمرانی بہت جلد مسلّم ہو گئی۔ اور وہ ایک طرز نو کا موجد مانا گیا سادہ اور سلیس زبان لکھنے کا اسوقت تک فرانس میں زیادہ رواج نہ تھا۔ اناطول نے سہل و سادہ اور عام فہم عبارت میں تصنیف و تالیف کی بنیاد ڈالی، وہ معمولی معمولی الفاظ میں تازہ بتازہ مضامین اور سلیس زبان میں نئی نئی تشبیہیں اور فصیح و بلیغ استعارے اس خوبی سے ادا کرتا ہے کہ پڑھنے والا پھڑک اُٹھتا ہے۔ اسکا قول ہے کہ "سلیس عبارت سفید روشنی کے مانند ہے۔ جو مختلف رنگوں کا مجموعہ ہونے کے باوجود بھی صاف و شفاف نظر آتی ہے۔"
آخر، ۳۰ برس کی عمر میں اسکی ادبی شہرت کا آغاز ہوا تھوڑے ہی دنوں کے بعد اسکی قابلیت اور شہرت کا سکہ عوام کے دلوں پر اچھی طرح سے بیٹھ گیا ۱۸۹۰ء میں اسکی کتاب تھائی (THAIS) شائع ہوئی جسمیں اسنے انسانی جذبات کی مکمل تصویر کھینچی ہے یہ دلکش تصنیف فرانس میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھی گئی، اسکے تین برس بعد اسنے ایک دوسری کتاب موسومہ "ملکہ پیدراق والی سرائے" شایع کی۔ اس میں ایک عالم بے عمل کے حالات زندگی پر تبصرہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں حالات حاضرہ پر اظہار خیالات کیا گیا ہے قابل اور مستند نقادوں کی رائے میں اس بدقماش عالم کا کیرکٹر جو فسق و فجور میں زندگی بسر کرنے کے باوجود مروجہ مذہب کا سختی سے پابند تھا کسی حالت میں مشہور و معروف ڈان کوئکزٹ DON QUIXOTE یا شکسپیر کے فالسٹاف سے کم نہیں ہے۔
۱۸۹۶ء میں فرنچ اکیڈیمی نے اناطول فرانس کو اپنا ممبر منتخب کیا اسکا اس علمی اعزاز

نے اسکی شہرت میں چار چاند لگا دیئے اُسی زمانہ سے اسکی عزت میں برابر اضافہ ہوتا گیا۔
۱۹۲۱ء مین اسنے علم ادب کے متعلق مشہور نوبل پرائز حاصل کیا۔ جبکا وہ ہر طرح مستحق تھا۔
ادبی حیثیت سے اناطول فرانس اپنے زمانہ کا بہترین ادیب مانا گیا ہے۔ جارج میرڈیتھ
کی طرح وہ بھی اپنے زمانے کا، ہنسنے ہنسانے والا اخلاق سفر تھا دونوں انسانوں کی کمزوریوں
اوران کی حماقتوں کا مضحکہ اوڑاتے ہین۔ لیکن اناطول فرانس ہجو ملیح کے پیرائے مین بڑی
بُری بات کہہ جاتا ہے اور انسانی بدکرداریوں کے متعلق اپنے خیالات کا نہایت دلکش اور
ظریفانہ انداز مین اظہار کرتا ہے، وہ فطرتاً زاہد خشک نہ تھا بلکہ اسکی ہستی یونانی اسپرٹ سے
متاثر نظر آتی ہے۔ حسن پرستی کا مادہ اسمین کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ وہ خود ایک جگہ لکھتا ہے
کہ اگر مجکو حسن وصداقت مین انتخاب کرنا ہو تو مین بلا کسی پس وپیش کے حسن کا طرفدار ہو جاؤنگا
کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ حسن میں ایک صداقت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور میرے نزدیک حسن کا
درجہ صداقت سے بالاتر ہے۔"

اسکا مزاج شکی واقع ہوا تھا اسکی زندگی مین فلسفۂ شک کا عنصر غالب ہے
کیونکہ وہ کسی بات کو بلا سمجھے سوچے ماننے کے لیے طیار نہ تھا۔ خواہ وہ بات مذہب واخلاق
سے متعلق ہو یا تمدن وسیاست سے، وہ ایسا شکی مزاج تھا کہ بعض اوقات اسکو خود اپنے
شکوک سے بھی بدظنی ہو جاتی تھی اور وہ خود اوسسے بداعتقاد ہو جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ
تصویر کا تاریک رخ دیکھنے کا عادی تھا اور مزا یہ کہ اسکی پُر مذاق طبیعت اس تاریکی
مین بھی ایک جلوہ پیدا کر دیا کرتی تھی، وہ رنج کی گھڑی خوشی سے گزار دینے کا قائل تھا
وہ ہنسنے ہنسانے کو حاصل زندگی سمجھتا تھا۔ وہ عام طور پر انسانی کمزوریوں کو حقارت
آمیز رحم کی نگاہوں سے دیکھتا تھا، لیکن ساتھ ہی اسنے کبھی معصومیت اور دیگر اخلاق
حسنہ کی بُرائی نہین کی اور کسی حال مین بھی وہ جھوٹ اور بیرحمی کا طرفدار نہ ہوا۔

اناطول کا طرز تحریر نہایت سادہ اور سلیس تھا۔ اسکا قول تھا کہ زبان
کی سادگی گو بظاہر معمولی چیز معلوم ہوتی ہے، لیکن درحقیقت وہ سخت جگرکاوی کا
نتیجہ اور انشاپردازی کا بہترین نمونہ ہوتی ہے چنانچہ اناطول فرانس کی شہرت

صرف اسکے مضامین کی طرز ادا اور بیان کی سادگی پر مبنی ہے۔ اسکے سادہ و بے تکلف زبان مین وہ لطف ہے جو مغلق الفاظ، اور پیچیدہ صنایع بدایع سے زیادہ پُرکیف ہے اسکی تحریر مین بناوٹ اور تصنع نام کو نہین ہوتا بلکہ جس بات کو وہ کہنا چاہتا ہے اس کے لیے ایسا طرز بیان اختیار کرتا ہے، جو فطرت کے اصولون سے زیادہ مطابق ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسکے بیان مین دلکشی کا ایک خاص رنگ ہے۔

اسکے ناولون مین زمانۂ حال کے واقعات کی تنقید بکثرت پائی جاتی ہے کہین کہین اُسنے خود اپنی زندگی کے واقعات بھی حوالۂ قلم کئے ہین، اسکو متوسط العمر انسانون کے کیرکٹر کی تصویر کھینچنے مین کمال حاصل ہے وہ اکثر ڈرامون مین ایکٹرون کی زبان سے انہین کی آپ بیتی کچھ اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ سُننے والون کی نظرون کے سامنے کہنے والے کے اخلاق و عادات کا مرقع پیش ہوجاتا ہے۔ اسکے ہیرو زیادہ تر خود اسکے خیالات و اعتقادات کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویرین ہوتے ہین جنکی زبانی وہ زندگی کے پیچیدہ مسائل پر اظہار خیالات کیا کرتا ہے۔

اناطول فرانس مین ایک اور بڑی خوبی یہ ہے کہ اسکا قلم زمانۂ سلف، و زمانۂ حاضرہ کی مصوری پر یکسان قادر ہے، پہلی صدی عیسوی کے حالات بھی وہ اسی دلکش انداز مین بیان کرتا ہے جس طریقے سے وہ واقعات پیش نظر پر تبصرہ کرتا ہے۔ غرض اسکی انشا پردازی ہر جگہ، اور ہر زمانے کے واقعات کی مصوری مین اپنا یکسان جلوہ دکھاتی ہے۔

اسکی ہر تصنیف سے پیرس یعنی دارالسلطنت فرانس کی محبت ٹپکتی ہے، جسکی پُرلطف گلیون مین اسکا بچپن بسر ہوا تھا۔ جہان اسنے اپنے ارمانون سے بھری ہوئی جوانی کھوئی تھی اسکی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا اسکے علمی تبحر اور تاریخ دانی کا حال اس وقت منکشف ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے تاریخی ناولون کے پلاٹ مین تاریخ کی تحقیقات جدیدہ سے مدد لیتا ہے۔

اناطول ایک اعلےٰ پایہ کا نقاد سخن بھی تھا۔ فرانس کی موجودہ حالت پر اسنے

چار جلدوں میں ایک تاریخ لکھی ہے جو اس زمانہ کے حالات و واقعات کا ایک بہترین مرقع ہے۔

اناطول کی روزمرہ زندگی نہایت سادگی سے معمولی طور پر بسر ہوئی - تین درجن کتابوں کی تصنیف و تالیف کے علاوہ اور کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے - جو دنیا کے لیے باعث دلچسپی ہو۔ ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم میں اناطول اپنے مرضی سے ایک رضا کار کے حیثیت سے فوج میں داخل ہوگیا - گو اسکی عمر اسوقت ستر برس کی تھی اور وہ ہمیشہ صلح کا حامی اور جنگ کا سخت مخالف رہا مگر اس لڑائی میں شریک ہوکر وہاں علماء جرمنی کو دندان شکن جواب دینا چاہتا تھا جو سابق قیصر جرمنی کے ہمخیال تھے اور جن کا مقولہ یہ تھا کہ جسکی لاٹھی اسکی بھینس۔

اناطول فرانس کی شادی ۱۹۲۰ء میں میڈم بیاپرویٹ سے ہوئی تھی، اناطول نے تمام عمر ہنسی خوشی میں بسر کی اسکی خوش مزاجی اور خوشدلی سے گرد و پیش کے سب لوگ ہمیشہ اس سے خوش رہتے تھے - آخر ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۴ء کی رات کو ایک طویل بیماری کے بعد وہ ساعت آگئی جسکو دنیا والے ہستی فانی کا انجام سمجھتے ہیں - اس موقعہ پر اسنے اپنی بیوی سے چند باتیں کرنے کے بعد تھوڑی سی شراب پانی میں ملاکر مانگی اور کہا کہ موت اسکا نام ہے۔

مرتے وقت بہت مطمئن تھا اسی برس اور چھ ماہ کے قریب دنیا میں رہنے کے بعد اسنے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اناطول فرانس موجودہ صدی کا بہترین یورپین نثر نگار ہوا ہے - اسنے اپنی علمی شہرت کی وجہ سے زندۂ جاوید کا مرتبہ حاصل کرلیا اور یقیناً اسکا نام علمی دنیا میں ہمیشہ ادب و احترام کے ساتھ لیا جائیگا۔

اسکی مشہور ترین کتابوں کی فہرست حسب ذیل ہے -

۱ الفریڈ ڈی وینے ۱۸۶۸ء

۲ - سلوسٹر بونارڈ کا جرم ۱۸۸۱ء

۳ - میری دوست کی کتاب ۱۸۸۵ء

۴ تھائی ۱۸۹۰ء

۵ - ملکہ پیڈاق والی سرائے ۱۸۹۲ء

۶۔ موسیو جیروم کوانگرڈ کے خیالات ۱۸۹۳ء۔

۷۔ فیروزہ کی انگوٹھی ۱۸۹۹ء۔

۸۔ موسیو برزیرٹ پیرس مین ۱۹۰۱ء۔

۹۔ موجودہ فرانس کی تاریخ

ان مین سے ملکہ پیڈاق والی سرائے" اور "موسیو جیروم کواگرڈ کے خیالات اسکے ماسٹر پیس ہین۔ تھائی کا پلاٹ بھی بے نظیر ہے۔ اسمین الگزینڈریا کی ایک ناچنے والی کا ذکر ہے جسکو کہ ایک راہب راہ حق پر لاتا ہے۔ مگر اس اثنا مین خود اپنی روح کھو بیٹھتا ہے۔

نومبر ۱۹۲۴ء سری نرائن نگم

دہلی سے ۹ر نومبر سے مولانا محمد علی صاحب کا روزانہ ہمدرد از سر نو جاری ہوا ہے اسکی قیمت سالانہ ۱۲ہے ادبی حیثیت سے ہمدرد اردو کا بہترین اخبار ہے لکھائی وچھپائی بھی صاف و دلکش ہوتی ہے اسکے مضامین کے متعلق کچھ لکھنا فضول ہے کیونکہ مولانا محمد علی کا نام ہی اسکی عمدگی کی کافی ضمانت ہے، اول ہفتہ اشاعت مین اردو کے مشہور و معروف فسانہ نگار منشی پریم چند کا ایک خاص قصہ شایع ہوا ہے ہمکو امید ہے کہ ہمدرد کا دور جدید پیشتر سے بھی زیادہ شاندار ہوگا
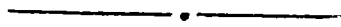
حال مین اردو کے روزانہ اخبارون مین ایک اور قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ لاہور سے "ہندو" ایک اعلےٰ درجے کا روزنامہ لالہ کرم چند کے ایڈیٹری مین جاری ہوا ہے یہ دبیز سفید کاغذ پر چھپتا ہے، اور لکھائی وچھپائی اور ترتیب مضامین غرض ہر بات مین یہ اپنے اکثر پنجابی معاصرین سے سبقت لیگیا ہے گو اسکا نام ہندو ہے لیکن یہ بلا تفریق ملت سب کے لیے یکسان دلچسپ ہوتا ہے قیمت سالانہ ۱۲ ماہوار ۱۰

افضل النساء دھنیا مہری

دھنیا مہری جو دربار اودھ کی تاریخی یادگار ہے اسکے حالات اس قدر تاریکی مین پڑگئے ہین کہ ان کو تاریخی جامہ پہنانا مشکل ہے کسی تاریخ مین اس دانشمند عورت کا ذکر نہین اسکے عروج کے دیکھنے والے اب زندہ نہین رہے ہان ان لوگون کے بیٹے اب تک زندہ ہین جن کے باپ نے دربار ابو النصر قطب الدین سلیمان جاہ سلطان عادل نوشیروان زمان نصیر الدین حیدر بادشاہ اپنی آنکھون سے دیکھا تھا کچھ انھین کی زبان کی سنی سنائی باتین تاریخ کے پیرائے مین لکھی جاتی ہین، عذاب و ثواب برگردن راوی۔

دھنیا مہری ایک غریب ماہی گیر کی بیٹی تھی جو لکھنؤ مین چک منڈی کے قریب رہتا تھا اور عسرت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس زمانے مین بادشاہ کے دربار مین اسکے خاندان کے بہت سے لوگ کہارون مین نوکر تھے۔ مگر اس غریب نے ہمیشہ ماہی گیری کے پیشہ مین اپنی زندگی بسر کی اور آخری وقت مین اسی تجارت مین اسے کچھ ترقی نصیب ہوئی جب دھنیا مہری پیدا ہوئی تو اسکی آمدنی مستقل تھی لڑکی ایک ہی تھی اور باپ کی آخری عمر مین پیدا ہوئی تھی اسلیے باپ کو اس سے بہت محبت تھی ایک سبب اور بھی تھا یعنی ابتدا ہی مین ہونہار معلوم ہوتی تھی ناک نقشہ سے درست تھی سب سے زیادہ عمدہ بات یہ تھی کہ ایسے خاندان مین اتنی تمیزدار لڑکی آج تک دیکھنے مین نہین آئی۔

سات برس کے سن مین باپ نے پڑھنے بٹھادیا اور دو برس مین قرآن شریف ختم کرکے مسئلہ مسائل کی دو کتابین بھی پڑھ لین نماز کی پابند تھی دس برس کے سن مین پہنچی تھی کہ باپ نے انتقال کیا، ماں نے اپنے خاندان کے کسی لڑکے سے شادی کردی ساس سسر تو بادشاہ کے محل مین کہاریون مین نوکر تھی گھر کا کھانا سینا پرونا دھنیا

بچاری کے سر تھا۔

آخر لالچ مین آکر ساس اسے بھی محل مین لیگئی شاہی محلات نے اسے پسند کیا اور ہر ایک کو یہ خواہش ہوئی کہ ہمارے محل مین رہے۔

لیکن نصیرالدین حیدر بادشاہ نے اسے دانشمند اور قبول صورت پاکر دھوری کے جلوس کی مہریون کا است مختار کل بنادیا۔

اس زمانے مین دو سو کہاریان بادشاہ کی سواری مین نوکر تھین اور ان سب کے عزل و نصب کا اختیار ڈلو کہاری کو تھا

کہاری اور مہریون مین بین تفاوت تھا یعنی کہاریان بادشاہی بوچہ اُٹھاتی تھین ان کی وردی سبز ہوتی تھی سبز مخمل کی تکنیان ان کے کندھونپر رکھی جاتی تھین سبز گرنٹ کے نیم آستین کے شلوکے سبز ڈوپٹے سبز گرنٹ کے لہنگے یہان تک کہ پاون مین سبز جوتی ہوتی تھی۔

مہریان بادشاہی محل کا کل کام انجام دیتی تھین اور سواری کے وقت بادشاہ کے بوچے کے ساتھ مورچل پنکھے ناصدان اگالدان سورج مکھی چنور۔ چتر لیکر چلتی تھین۔

دو سو مہریون کی افسری دھنیا مہری کو حاصل تھی مہریون کی پوشاک مختلف رنگ کی ہوتی تھی پچاس پچاس گز کے گلبدن کے لہنگے جنمین چھ چھ بالشت کی پٹانے کی گرنٹ گوٹ ٹول کے نیفے ریشمی ازار بند ہاتھے پر سونے کا چھپکا سونے کی مچھلی کانون مین جڑاؤ بالیان پاؤنمین چھڑے ہاتھون مین کنگن کڑے زر دوزی جوتی یہ گویا انکی وردی تھی جو بادشاہ کیطرف سے ملتی تھی اور خاص سواری کے وقت ملتی تھی یا دربار مین جانے کے وقت پہن لیتی تھین ورنہ محل مین گھٹنے پائجامے پہنکر کام کرتی تھین۔

دن بھر مین دو وقت بادشاہ بوچہ پر سوار ہوتے تھے صبحکو دس بجے جب محل سے برآمد ہوتے تھے اور دربار مین تشریف فرما ہوتے تھے۔

سہ پہر کو چار بجے جب دربار برخاست فرما کے محل مین تشریف لیجاتے تھے کبھی کبھی خلاف وقت بھی سوار ہوتے تھے۔

اسکے علاوہ جب دربار سے باہر تشریف لیجاتے تھے اور بوچہ پر سوار ہونا چاہتے تھے تو اس سواری کے لیے دوسرے کہار نوکر تھے ان کا انتظام راجہ مہرا کے ہاتھ مین تھا۔

حسن انتظام سے دھنیا مہری کا عروج ہونے لگا اور بادشاہ نے اسے افضل النساخانم کا خطاب عطا فرمایا تھا تمام محلہ اخین خانم صاحب، اور خود بادشاہ اور شاہی محل خانم خانم کہتے تھے۔

بادشاہ اسکی تمیزداری اور حسن ادب سے خوش ہوکر ہزارون روپیہ کا انعام دیتے تھے بڑے بڑے متوسلین دربار اسکی خوشامد مین رہتے تھے، دھنیا مہری ایسی نیک مزاج تھی کہ کبھی کسی کے بارے مین اسنے بادشاہ کے روبرو شکایت کا لفظ منھ سے نہین نکالا حالانکہ اسکے عروج سے خائف ہوکر لوگون نے اسپر بہت سی تہمتین تراشین لیکن دھنیا مہری کے استقلال مزاج نے سب کو نیچا دکھایا۔

خطاب کے ساتھ چودہ پارچے کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے اسے عنایت فرمایا تھا،

دھنیا مہری، اپنے حسن خدمت سے محلات کی ناظر مقرر ہوئی تمام محلات شاہی کو بادشاہ کے احکام پہنچانا اور ان کو ہدایت کرنا خواصون کو بحال اور برخاست کرنا اسکے اختیار مین تھا۔

باوجود ان اختیارات کے کبھی کسی محل کی بدخواہی بدگوئی نہین کی بلکہ ان کو مناسب فہمائش کرتی رہی۔

جب محل کے کامون سے فرصت ملتی تو بادشاہ کے سر پر سر دربار چنور لیکر کھڑی ہوجاتی اسکی خدمتون نے بادشاہ کے دل مین گھر انقش کردیا تھا۔

اپنے شوہر کی بہت مطیع تھی کمسنی مین خدانے اسے ایک بیٹا عطا کیا تھا۔ جبپر لاتو کرتی اپنی ذات برادری کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتی تھی۔

سب سے پہلے جو عمارت اسنے بنوائی وہ خدا کا گھر تھا جک منڈی کی مسجد اسکی

پہلی یادگار ہے جو آج کل سرراہ ہونے سے بہت بارونق ہے مسجد کے نیچے کچھ دکانین بھی بنوادی تھین جن کی آمدنی مسجد کے خرچ کو کافی ہے -

اسکے بعد بادشاہ سے زمین حاصل کرکے اپنے اعزا اور ہمقوم کے لیے شہدرے کے قریب ایک محلہ آباد کیا اور بہت سے مکان تعمیر کرکے غریب لوگون کو مفت دیدیئے عالم نگر کے پاس ایک پل تعمیر کیا یہان برسات مین لوگون کو آمدرفت مین بہت دقت ہوتی تھی اسی پل کے پاس ایک مسجد بنوائی جو آجکل شکستہ حالت مین ہے مسجد سے کچھ فاصلے پر ایک امام باڑہ بنوایا جسمین بہت تکلّف سے چالیس دن تک تعزیہ داری ہوتی تھی۔

امام باڑے کے پاس ایک لنگر خانہ بنوانا چاہتی تھی مگر کوئی جگہ نہ تھی اسیلئے فقیر محمد خان رسالدار سے اسنے درخواست کی کہ آپ کے شترخانہ مین افتادہ زمین بہت ہے اگر تھوڑی زمین مجھے ملجائے تو یہان ایک لنگرخانہ بنوادون اسکا ثواب آپکو اور مجھے دونون کو ہوگا۔ مگر خان صاحب نے اسے قبول نہ فرمایا۔

کچھ دنون کے بعد برسبیل تذکرہ بادشاہ سے ذکر آیا تو کہنے لگی کہ میرا ارادہ تھا کہ امام باڑے کے قریب ایک لنگرخانہ بھی بنوادون لیکن حضور کی عطاکی ہوئی زمین تو مسجد اور امام باڑے مین ختم ہوگئی۔ رسالدار صاحب سے شترخانے کی سوگز زمین مانگی تھی انھین دینے مین انکار ہوا اسیلئے مجبور ہوگئی۔

بادشاہ نے ترش رو ہوکر کہا جبکہ تمام قلمرو کے ہم مالک ہین تو خانصاحب کو ایسے نیک کام مین زمین دینے سے کیون عذر ہوا۔

فوراً راجہ درشن سنگھ کو حکم دیا کہ ابھی رسالدار سے زمین لیکر لنگرخانہ تیار کرایا جائے فقیر محمد خان کو یہ امر نہایت شاق گزرا مگر قہر درویش برجان درویش بے چون وچرا تعمیل احکام کی اور موقع کے منتظر رہے۔

حسن اتفاق سے ایک مرتبہ دھنیا مہری سے بادشاہ کچھ ناخوش ہوگئے اور وہ اپنے گھر بیٹھ رہی خان صاحب نے موقع کو غنیمت سمجھکر لنگرخانہ کھدوا کر زمین شترخانہ مین شامل کرلی۔

کچھ دنون بعد اس کی خطا معاف ہوئی اور دربار مین داخل ہوئی تو اسنے یہ قصہ بادشاہ سے دوہرایا سنتے ہی آگ ہو گئے اور فوراً نواب روشن الدولہ کو بلاکر سارا قصہ خان صاحب کی شرارت کا سنایا اور کہا کہ خان صاحب کیا سمجھتے ہین مین نے ابھی ان کو برطرف کیا اسی دم شہر سے نکل جائین۔

روشن الدولہ تو بادشاہ کے مزاج سے واقف تھے خان صاحب سے صورت حال من وعن بیان کی اور کہا مناسب یہ ہے کہ اسی وقت اپنے تمام متعلقین مرزا گنج بھجوا دو اور تم تن تنہا یہان رہو۔ دوچار روز مین بادشاہ کا غصہ کم ہو جائے گا تو تمہاری تقصیر معاف کرادی جائے گی ورنہ تمکو بھی شہر چھوڑنا پڑے گا۔

اسکے بعد نواب روشن الدولہ بہادر نے دھنیا مہری کو بہت سمجھایا اور کہا مجھے معلوم ہے کہ تم نے آجتک کسی کی شکایت بادشاہ سے نہین کی ورنہ تمکو بہت کچھ اختیار تھا لیکن اس معاملے مین تمنے مجبور ہوکر ایسی جراءت کی اب ایک شریف کی عزت کا معاملہ ہی تمکو اپنے کام سے مطلب تب لنگر خانے کے واسطے اس سے دونی زمین لے لو مگر اس معاملہ کا اب دوبارہ بادشاہ سے ذکر نہ کرنا اسنے سب کے سمجھانے سے اس بات کو قبول کر لیا سجان علی خان نے کہا یہ نہین، میرے سامنے اس بات پر قسم کھاؤ کہ اب بادشاہ سے اسکا ذکر نہ کرون گی دھنیا مہری نے کہا مین اس بات کی قسم نہین کھا سکتی اسلئے کہ اگر بادشاہ خود پوچھ بیٹھے تو صورت حال بیان کرنا ضرور ہوگی۔ لیکن اسقدر بہ قسم اقرار کرتی ہون کہ از خود اس قصہ کو نہ چھیڑون گی،

کچھ دنون کے بعد بادشاہ نے نائب سے دریافت کیا رسالدار چلا گیا یا شہر مین چھپا بیٹھا ہے نواب نے کہا بموجب حکم عالی اسی روز خارج البلد ہوگیا۔ اور فقیر محمد خان کو خبر دی کہ تم آج ہی لکھنو سے باہر چلے جاؤ خانصاحب نے کبیدہ خاطر ہوکر اپنا تمام اسباب خانہ داری غلہ اناج محتاجون کو تقسیم کر دیا اور آپ مرزا گنج چلے گئے۔ دھنیا مہری کا لنگر خانہ بدستور قائم ہوگیا۔

کہاریون مین بہت کم ایسی تھین جنکا ناجائز تعلق اہل دربار سے نہو چنانچہ دلاری کہاری نواب روشن الدولہ سے تعلق رکھتی تھی۔ مگر دھنیان مہری کا دامان عصمت ان ناروا امر کے لوث سے پاک تھا وہ اس اہم ذمہ داریون کے ساتھ بھی پابند صلوٰۃ تھی اسکا روپیہ ہمیشہ نیک کامون کے لیے وقف تھا۔ کتنی نا کتخدا غریب لڑکیون کی شادی کی بہت سے کنوین تعمیر کرائے نصیرالدین ایسے پرغضب بادشاہ کو اسپر اعتماد کلی تھا محلات شاہی کی خفیہ خبر رسانی اسکے متعلق تھی مگر وہ اس سخت ذمہ داری کو اتنا بوجوہ احسن انجام دیتی تھی کہ کسی تنفس کو اسپر اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔

اسے جس خوبی اس ریاست اور دولت پر پہنچایا وہ حسن طلب تھا۔ اس جوہر نے اسے بہت مالدار بنا دیا تھا۔

ایکدن بادشاہ نے آہستہ ایک پھول کی چھڑی اسے چلھا دی کہنے لگی قربان جاؤن پھول کی چھڑی سے کیا مارتے ہو اسمین اگر موتی ٹکے ہوتے تو کچھ لونڈی کا بھلا ہوتا بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ متعدد عمدہ موتیون کی چھڑیان تیار ہون حکم کی دیر تھی چھڑیان بات کہتے مین آگئین جنمین بیش قیمت موتی ٹکے ہوئے تھے بادشاہ ایک انداز خاص سے ایک چھڑی مارتے تھے دھنیا مہری شوخی سے چھین لیتی تھی اسی طرح سب چھڑیان حاصل کین۔

نواب قدسیہ محل نے سنا کہ دہلی کی بیگم نے ایک لاکھ کا جوڑا تیار کرا کے زیب تن کیا ہے انھون نے بھی بادشاہ سے فرمایش کی بادشاہ نے مکا درزی کو بلوا کر حکم دیا کہ ایک لاکھ روپیہ کا ایک جوڑا ایسا تیار کرو جسکی نظیر نہ ہو مکا نے چھ مہینہ کی مدت مین بہت سے درزیون کی صلاح اور مشورے سے پوشاک تیار کی اس جوڑے کا کیا پوچھنا تھا جابجا لعل و گوہر ٹکے تھے۔ مکا درزی اسے بہت آرایش و زیبایش کے ساتھ کشتی مین لگا کر روشن چوکی کے ساتھ لیکر حاضر ہوا قدسیہ محل حمام مین تشریف لیگئین اور نہا دھو کر پوشاک زیب بدن کی اس لباس کی کیا تعریف ہو سکے جسمین لاکھ روپیہ صرف ہوا ہو۔

دھنیا مہری نے دیکھکر فوراً کہا بیگم صاحب مبارک ہو جیسی تم فیاض بیگم ہو ویسا ہی بیش بہا جوڑا بھی ہے سچ تو یہ ہے کہ اس جوڑے کے لیے ایسی بیگم چاہیے تھی خدا اس

سے زیادہ ترقی مدارج کرے اور وہ دن دکھائے کہ تم ایسے جوڑے ہم غریبون کو بانٹو۔

یہ کلمہ سنتے ہی بیگم نے جوڑا اتار کر دھنیا مہری کو دیدیا ہرچند وہ غریب کہا کی کہ حضور میری یہ غرض نہین تھی کہ حضور مجھے یہ پوشاک عطا کرین بلکہ میرا دل دیکھکر خوش ہوگیا۔ لونڈی بھلا ایسی پوشاک کیونکر لے سکتی ہے۔ بیگم خدا کے واسطے اسے پہنے رہو۔ ورنہ بادشاہ سلامت ناخوش ہون گے ابھی تو انھون نے تمکو پوشاک پہنے ہوئے بھی نہین دیکھا اور مین بغیر حکم بادشاہ کے اتنی قیمتی چیز کیون کرلے سکتی ہون۔ بیگم فرمانے لگین مین نے کچھ اس غرض سے نہین دی کہ تمنے پسند کی بلکہ مجھے اتنا بھاری جوڑا بارگران معلوم ہوتا ہے خانم تجھے میرے سر کی قسم اسی وقت اس جوڑے کو پہنکر دربار مین حضور کو سلام تو کر آ اسنے کہا لو اور سنو بیگم تم تو ستم پرستم کرتی ہو بادشاہ سلامت مجھے یہ پوشاک پہنے ہوئے دیکھکر یا تو گولی ماردین گے یا زندہ چنوا کر تبرا ان کردین گے مین ہاتھ جوڑتی ہون مجھے تو معاف رکھو تم چاہتی ہو مجھ نگوری کی ناک کاٹی جائے اور گدھے پر سوار کی جاؤن۔

بیگم نے کہا بلا سے ہمارا حکم پورا کر وچار و نا چار دھنیا مہری نے نہا دھو کر جوڑا پہنکر بڑے ٹھسے سے بادشاہ سلامت کے روبرو جوڑا پہنے ہوئے گئی۔ اور نہایت ادب سے خمیدہ ہوکر تین مرتبہ فرشی سلام کیا اور ہاتھ باندھکر عرض کی کہ حضور تقصیر معاف ہو قربان جاؤن بیگم صاحب کا حکم بجالائی ہون تمام اہل دربار دیکھکر زرد ہوگئے بادشاہ بھی کسی قدر منغض ہوئے مگر خاموش رہے

شام کو جب محل مین تشریف لائے تو قدسیہ محل کو مخاطب کرکے فرمایا بیگم تمنے وہ جوڑا پہنکر ہمین نہ دکھایا اور خیرات کردیا۔

بیگم نے کہا خدا جانے ایسے ایسے کتنے جوڑے آپ کی سلامتی مین پہنون گی مگر پہنے کا نام نہین ہوتا ہے دینے کا نام ہوتا ہے مین پہنتی تو صرف تم دیکھکر خوش ہوتے دوسرے محلون کو صدمہ ہوتا کہ ان پر مجھے شرف حاصل ہوتا۔ خانم نے پہنا تمنے دیکھا خوش ہوئے اہل دربار نے دیکھا خوش ہوے محلات نے دیکھا خوش ہوئین اس فیاضی کا نام دہلی تک

پہنچ گیا۔

اور شاید یہی غرض تمہاری بھی تھی مجھے تو اپنے پہننے سے دیدینا اچھا معلوم ہوتا ہے وہ بیچاری تو یتی نہ تھی کہ خلاف مزاج بادشاہ ہو گا مین نے کہا پھر دیوانی ہوئی ہے ان کی سیر چشمی کے آگے یہ جوڑا انگوڑا کیا چیز ہے ایسے ہزارون جوڑے تقسیم کر چکے ہون گے تو نے ابھی دیکھا کیا ہے۔

یہ تو تیری آنکھون دیکھی بات ہے کہ سوا لاکھ روپیہ کا چبوترہ انھون نے لات مار کر لٹا دیا تھا۔

تب وہ ڈرتے ڈرتے دربار مین سلام کرنے گئی اور سلام کر کے الٹے پاؤن بھاگ آئی۔

بادشاہ نے فرمایا کہ بیگم تمہاری یہ فیاضی تو اولالعزم بیگمون کی فیاضی پر شرف لیگئی اسکے بعد مسکرا کر خاموش ہو رہے۔

یہ ممکن تھا کہ بادشاہ اسے محل مین داخل کر لیتے کیونکہ خود مختار تھے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ ایسی کارگزار دیانت دار تجربہ کار دانشمند عورت دوسری نہین مل سکتی محلات کے کیل کانٹے کا بندوبست اسی کے ہاتھ مین تھا شام کو گرجیون کو پہرہ تقسیم کرتی تھی یہ بہادر قوم کی عورتین بندوق لئے ہوئے محلات کی چھتو نپر گشت کرتی تھین ممکن نہ تھا کہ وہان کوئی پرندہ پر مار سکے۔

باری والیون کو چپی کا کام تقسیم کرنا مغلانیون کو چھٹی دینا پیش خدمتون کو کام پر بلانا قصہ خوانیون کی طلبی، مرثیہ خوانون کی حصہ رسانی۔ باورچنون کی دیکھ بھال سب دھنیا کے سپرد تھا۔

راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کے کرمی تھے رفتہ رفتہ بادشاہ کے مزاج مین اتنے دخیل ہوے کہ ڈیوڑھی خاص کا انتظام چوکی پہرے کی نگرانی ان کے متعلق ہوگئی۔

فقیر محمد خان رسالدار کے معاملے مین دھنیا مہری سے زک اٹھا چکے تھے ہمیشہ اسکی فکر مین رہتے تھے۔

ایک دفعہ عشرہ محرم کے زمانے مین نذر امام کا کھانا محل مین لیجانا چاہتی تھی کہ آپنے اعتراض کیا اور کہا ہے اجازت بادشاہ کے تم کھانا نہین لیجا سکتی ہو۔ اسنے کہا بیٹھو بھی چار چوکیدارون کے بھروسے پر آنا نہ پھولو محل کا اختیار تم کو نہین ہے لواور سنو اب اتنے ہوسے کہ بیسے کہ منھ چڑھنے لگے جاؤ بادشاہ سے کہدو مین کھانا ضرور بھیجونگی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ خانم سے تکرار ہوگی تو محل کی لڑکیان غضب کرونگی اسی امر کی بادشاہ سے شکایت کی۔

بادشاہ نے کہا تمکو اس معاملے مین دخل نہ دینا چاہیے۔ دھنیا مہری قدیم الخدمت دیانتدار عورت ہے اسکے متعلق ابد ولت کوئی شکایت سننا نہین چاہتے۔

راجہ درشن سنگھ کو معلوم ہوا کہ سبحان علی خان کی ریشہ دوانی سے مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا ورنہ دھنیا مہری ایسی سخت گفتگو نہ کرتی۔

بادشاہ کو جو محلات سے شکایت ہوتی تھی اسکا فیصلہ بھی خانم کے ذریعہ سے ہوتا تھا اور یہ بوجوہ احسن سمجھا دیتی تھی۔

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کی معرفت بادشاہ نے پانچ سو جوڑی طلا کی کنگن بنوائے کہ پیش خدمتون کو انعام مین دیتے جائینگے، آپ نے چاندی کے کنگن بنوا سونے کا ملمع کرا دیا۔ یہ کنگن خانم کے ہاتھ سے تقسیم ہوئے اسنے اسی وقت دیکھکر اسبات کا اندازہ کر لیا کہ کنگن طلائی نہین ہین۔

مگر حکیم صاحب کی مروت سے خاموش ہو رہی چند روز کے بعد یہ راز کھلا اور حکیم صاحب پر الزام آیا۔ تو حکیم صاحب نے جواب دیا کہ مین نے محض سرکار کی خیر خواہی کی سبب سے ملمع کے بنوا دیئے چنانچہ حساب مین بھی وہی قیمت درج ہے انھین طرفداریون سے خانم ہر دلعزیز تھی محلے کے کسی آدمی کو اس سے شکایت نہ تھی۔

خانم نے ایک عالیشان مکان کاظمین اور دیانت الدولہ کی کربلا کے درمیان مین بنوا تھا آخر وقت مین اسی مکان مین رہتی تھی اسکے بعد ورثا نے اس عمارت کو مولا متبا کو والے کے ہاتھ بیچڈالا اب یہ مکان سڑک مین آگیا اور اس عمارت کا نام نشان بھی نہ رہا۔

نصیر الدین حیدر بادشاہ شراب نوشی کے سبب سے مختلف امراض مین مبتلا ہو گئے تمام عملہ بادشاہ کی فضول خرچی سے عاجز تھا پہلی مرتبہ بادشاہ کو جو آدمی شراب پلاتا تھا اسنے شراب مین بمشورہ اکابرین سلطنت زہر ملا دیا۔ شراب جس وقت گلاس مین انڈیلی گلاس ٹوٹ گیا بادشاہ نہایت متحیر ہوئے اور اس عملہ کو موقوف کر دیا جان کے خوف سے خاصہ بھی نہ تناول نہ فرماتے تھے۔ جب کئی فاقے ہو چکتے تھے تو پہرے کے تلنگون سے چبنیا مانگ کر کھا لیتے تھے۔ اعزہ بے رخی دیکھکر کنارہ کش ہوئے روشن الدولہ ہر وقت خدمت مین حاضر رہتے تھے۔ محل مین جانا موقوف کر دیا ڈلو کہاری اور دھنیا مہری ہر وقت خدمت مین حاضر رہتی تھین آخر مین استسقا ہو گیا ۳ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ تک اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی حسن اتفاق سے اناجی نے کریلے پکوا کر بھیجے وہ کھاتے ہی طبیعت بدمزہ ہو گئی جوکی پر گئے وہان سے بمشکل مسہری تک آئے ہاتھ پانون سرد ہو گئے کچھ کچھ حواس باقی تھے تشنگی معلوم ہوئی دھنیا مہری نے تربوز کا پانی ایک گلاس مین دیا، پیتے ہی حالت دگرگون ہو گئی اور چوتھی تاریخ ربیع الثانی ہفتہ کے روز انتقال فرمایا۔

جو لوگ دربار سے الگ ہو چکے تھے اور خانہ نشین ہو گئے تھے انہون نے رائے قائم کی کہ اناجی نے زہر دیا۔

بعض کہتے تھے نہین دھنیا مہری نے تربوز کے پانی مین زہر ملا دیا تھا۔ بعض کہتے ہین ڈلو نے روشن الدولہ کی سازش سے ایسا کیا۔

غرضکہ بادشاہ کے تمام آخر وقت کے رفیق بدنام اور مورد الزام تھے مگر دھنیا مہری کا نام کھلے لفظون مین لیا جاتا تھا۔

بادشاہ کی وفات کے بعد مرزا رفیع الدین حیدر منا جان زبردستی تخت نشین ہوئے اور فوراً حکم دیا کہ سبحان علیخان کا مکان کھدوا ڈالو اور تمام اسباب لوٹ لو اور روشن الدولہ کو گرفتار کر کے ابھی لاؤ روشن الدولہ گرفتار ہوئے مگر بمشکل سے قادر بخش جمعدار نے ان کو قتل ہونے سے بچا لیا۔ راجہ شیو درشن کو بھی قید کیا رفیق الدولہ علیم اللہ خان بھی قید ہو گئے۔

دھنیا مہری کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور اسے بھی گرفتار کر کے ...

آخر رزیڈنٹ نے ان کو گرفتار کر لیا۔

روشن الدولہ سبحان علیخان و دھنیا مہری قید ستم سے رہا ہوئے اور دھنیا مہری نے کچھ دنون کانپور مین قیام کیا اسکے بعد لکھنؤ مین آئی عہد محمد علی شاہ تک زندہ تھی یہ معلوم نہین کس سنہ مین انتقال کیا۔

بہرحال افضل النسا خانم عرف بی دھنیا مہری بھی لکھنؤ کے قبرستان کے کسی گوشے مین آرام کر رہی ہین مگر تو ان کی قبر کا بھی پتا نہین ملتا۔ کوئی کہتا ہے اپنے امام باڑے مین دفن ہے اور کوئی خدا بخش کی کربلا کا پتہ دیتا ہے۔

عورت تھی نیکدل اسلیے مسجد مین پل امام باڑہ لنگر خانہ کنوین آجتک اسکے زندہ ہونیکا ثبوت دے رہے ہین۔

خواجہ عبدالرؤف عشرت

رسید کتب

رحمت آسمانی، مصنفہ محمد عبداللہ صاحب۔ سیتاپور تعلقہ دار شورا پور ضلع گلبرگہ حیدرآباد دکن حجم ۲۵ صفحہ قیمت ۲/ ٹیٹل پر تحریر نہین۔

خمخانۂ کیفی، پنڈت برجموہن صاحب دتاتریہ کیفی دہلوی کی چند نظمون کا مجموعہ قیمت ۶/ ملنے کا پتہ شیخ مبارک علی تاجر کتب لوہاری دروازہ لاہور

رپورٹ اجلاس دوم، یوپی پراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ بدایون، مرتبہ مولوی نظام الدین حسین صاحب آنریری جوائنٹ سکریٹری۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایون۔

عہد اورنگ زیب۔ مصنفہ مرزا یار جنگ سمیع اللہ بیگ صاحب چیف جسٹس حیدرآباد دکن

صیدیہ حضرت صبا لکھنوی مرحوم کی مثنوی، مرتبہ مولانا ابو البلاغ علاء الدین خاوری صاحب ایم اے، او، ایل پنجاب، حجم ۱۴۲ صفحہ قیمت ۸/ ملنے کا پتہ نور الدین احمد منیجر دار البلاغ ہاوس نمبر ۲۷ بنگلہ ایوب شاہ لاہور

وحشی قومون کا علم الحساب

فن حساب کی اہمیت اور اعمال حیات انسانی سے ارتکا ر تباط ملاحظہ کرنے کے بعد بیساختہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا روے زمین پر جو لوگ رہتے بستے ہین وہ آج اِس علم سے مستغنی ہو چکے ہین یا ان مین سے بعض اسے نہین جانتے؟ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اس بیسوین صدی مین بھی اقوام و اجناس بشر کے بہت سے حصے ابھی مبادی حساب سے بھی بے خبر ہین چنانچہ واقفیت عامہ کے لیے "لوتور نو" اور تمام دوسرے سیاحون سے حاصل کی ہوئی اطلاعات ذیل مین لکھی جاتی ہین -

"ودا" ہاے سیلان، اور بومیان "فوجی"، یعنی انسانون کی وہ جماعتین جو آج بدون تشکیلات اجتماعی جنگلون پہاڑون مین بسر کرتی ہین اس خصوص مین سب سے پیچھے ہین اس قوم نے کبھی اعداد و شمار کو سمجھا ہی نہین، یہان تک کہ اس قوم کے افراد ایک، دو، تین، کہنے سے بھی عاجز ہین - اور ہنوز ابتدائی شمار کی تشخیص کے لیے انھین انگلیون کے استعمال کرنے کا خیال بھی نہین ہوا بعض علما، آخرین کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ ان کی زبان "آرین زبان سے بہت کچھ مناسبت رکھتی ہے، لیکن اس لسان اصیل کا لغت (قاموس) بہت ناقص ہے اور سوا محدود کلمات کے جو غیر فہم اشیا کے تعیّن کے لئے ہین اسمین اور کچھ نہین ہے" ودا" ہمیشہ اشارات عجیبہ سے اپنا مقصود اور مطلب سمجھاتے ہین -

وحشیان فوجی FUEGIE بڑی مشکل سے تین تک گن سکتے ہین -

البتہ آسٹریلین ودا سے زیرک تر ہین اس واسطے کہ وہ انگلیون پر گن لیتے ہین، زیادہ تر آسٹریلین قبایل اپنی زبان مین سوا ایک دو لفظون کے، لکھنے کے لیے اور کوئی لفظ نہین رکھتے اور دو سے بالاتر کو "زیادہ" کہتے ہین، ان مین کے ماہران ریاضی بجاے تین اور چار کے "۲+۱"

اور "۲ بار ۲" اور کبھی پانچ اور دس کے عوض "یک دست" اور "دو دست" کہکر عمل حسابی ختم کردیتے ہین، جن قبیلون نے اس علم مین ترقیات کی ہین وہ ۱۵ - اور ۲۰ تک گن سکتے ہین حقیقت مین جبکہ "دست" ۵ یعنی واحد عدد کے لیے فرض کیا گیا ہے تو دس اور بیس کو "دو دست" سے ظاہر کرنا بہت اچھا مقیاس ہے -

حساب کے معاملہ مین افریقہ کے حبشی اہالی آسٹریلیا سے ذرا آگے بڑھے ہوئے ہین "آبوکوتا ABEOKUTA " بلاد مشرقی کا کمنا افریقہ کے لوگ جب کسی کو گالی دینا چاہتے ہین تو کہتے ہین " تم اتنا بھی نہین جانتے کہ ۹ - اور ۹ کتنے ہوتے ہین افریقہ مین علم الحساب اور مقامات کی طرح انگلیون کی تعداد ہی سے وجود مین آیا -
"زولوز ZULUS " کی زبان مین "چھ دست" ساٹھ کے ہم معنی ہین " پاپو" کا حساب اعشاری ہے گنتے وقت ایک گنتے ہین اور دسون انگلیان ٹیڑھی کرتے ہین اور اس عدد کی تعین کے واسطے دونون ہاتھون کو آپس مین ملتے ہین "کامبوڈز" ایشیا کے قریون مین سے قریۂ "سا SAA " مین کدو دانون پر گننے کا رواج ہے جو حقیقۃً شکل حسابی عمل ہے دو آدمی ۲ سے ۵ تک گنتے ہین اور ہر دس دانون پر ایک شخص بیٹھتا ہے اور جیسے دس بار بیٹھا "سو" کے عدد کی تعین کے واسطے کدو کو الگ رکھ دیتے ہین!

کاناک - بومیان کالدونی جدید او قیانوس کے رہنے والے اعداد کے لے ۹ سے زیادہ اسم نہین رکھتے - بجائے ۱۰ ہاتھون کو استعمال کرتے ہین اور بجائے ۲۰ "یک نفر" کہتے ہین بعض ہر دہائی پر زمین مین لکڑی گاڑ دیتے ہین یا دیوار پر لکیر کھینچ دیتے ہین اسی کالدونی مین رہنے والا دوسرا طائفہ پانچ کے لیے "ایک ہاتھ" اور دس کے لیے "دونون ہاتھ" کہتے ہین - بجائے پندرہ کے "دایان پاؤن" اور بجائے "بیس" پائے چپ" کو بھی آگے بڑھا دیتے ہین، جیسے عدد "یک نفر" سے تجاوز کرتا ہے محاسب زبردست چالاک خود باختہ ہوکر اس جملہ کے ساتھ اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے رگیب بیابان

جنوبی امریکا کے ہندی اور "آبی پون" تعدو اشیا کے لئے صرف تین اسم رکھتے ہین "پاے مرغ" "چار" "دست آدم" پانچ "دست وپا" بیس یہ ابھی اعداد جامعہ کی تقسیم نہین کرسکتے اور اس امر خطیر سے موافق نہین ہین -

کولوبی کے ہندی تین تک عدد گن لیتے ہین اور بعد از ان سر ہلا دینے پر اکتفا کرتے ہین جسکا یہ مطلب ہے کہ "جس طرح سر کے بالون کو نہین گن سکتے - اسی طرح تین سے زیادہ کو بھی حساب مین نہین لاسکتے "

اسکیمو تمام پہلی قومون کی طرح انگلیون پر گننے پر بھی ہنوز قادر نہین ہین اگر دس یا بیس کہنا چاہتے ہین تو ہاتھون اور پیرون کو باہم ملنے لگتے ہین اور بیس سے زیادہ کے لیے متحیر ہو کر کہنے لگتے " اب اور اعداد کس طرح گنین -

(ترجمہ) محمد اسمٰعیل ہاتف بہاری،

رسید کتب

ریاض راحت حصہ اول، مختلف مضامین کا مجموعہ، مولفہ مولوی سید راحت حسین صاحب امام جامع مسجد بھیکھ پور ضلع سارن (بہار) حجم ۱۳۰ صفحہ قیمت ۹ر

بہرام کی رہائی - مولفہ مرزا باقر حسین صاحب موزون بی اے ایس سی حجم ۱۷۲ صفحہ قیمت عہ ملنے کا پتہ امین آباد لکھنؤ -

واے رنجور، مصنفہ مولوی احمد بخش صاحب رنجور مرتبہ بشیر احمد صاحب مسرور دروازہ لاہوری ریاست کپورتھلہ قیمت ۱۰ر

نظارہ چترکوٹ، مصنفہ راے سدھ ناتھ بلی صاحب فراقی رئیس دریاباد ضلع بارہ بنکی حجم ۲۸ صفحہ قیمت ۱۰ر

جنوبی افریقہ کا پہلا ہیرا

ڈونیل جیکب[1] نامی ہوپ ٹاؤن کے باہر دریائے آرنج کے کنارے اپنے اہل وعیال کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا اور سچالک وان ناکرک[2] بھی اسی خطہ مین قیام پذیر تھا ایک مرتبہ جب وہ جیکب سے ملنے گیا تو اسنے دیکھا کہ اسکے بچے چند خوشنا پتھرون کے ساتھ کھیل رہے ہین ان پتھرون مین اسے ایک نہایت چمکدار پتھر نظر آیا۔ اسنے مسز جیکب سے پوچھا کہ کیا وہ اس پتھر کو کسی قیمت پر علیحدہ کر سکتی ہے۔ مسز جیکب کو یہ خیال بہت مضحکہ انگیز معلوم ہوا اور اسنے کہا کہ یہ چمکدار پتھر آپ کو پسند ہے تو یونہی حاضر ہے۔ وان نے اس تحفہ کو بخوشی قبول کر لیا کیونکہ وہ اس پتھر کو بہت قیمتی سمجھتا تھا۔ اسنے اوریلی[3] سے، جو ایک تاجر تھا، یہ دریافت کیا کہ یہ پتھر کوئی خاص قیمت رکھتا ہے کیونکہ ان دنوں جنوبی افریقہ مین کسیکو بھی ہیرون کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔

کولسبرگ[4] پہونچکر اوریلی نے یہ پتھر مسٹر لارنیزو بوائس[5] کو دکھلایا جو کہ جنوبی افریقہ کا کمشنر تھا اسنے شیشہ تراش کر یہ خیال کیا کہ صرف ہیرا ہی شیشہ کو کاٹ سکتا ہے اور کہا کہ یہ ضرور ہیرا ہے حاضرین اس خیال پر ہنسے۔ لیکن مسٹر بوائس اپنی رائے پر قائم رہے اور اوریلی کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے ڈاک کے ذریعہ اس پتھر کو گراہم ٹاؤن[6] کے ڈاکٹر اتھرسٹن[7] کے پاس

---

[1] DANIAL JACOB
[2] SCHALK VANNIEKERK
[3] O' REILLY
[4] COLESBERG
[5] LORENZO BOYES
[6] GRAHAMSTOWN
[7] DR. ATHERSTONE

بھیجدیا۔ ڈاکٹر موصوف نے آزمائش کے بعد کہا کہ یہ ایک بیش قیمت ہیرا ہے۔ اسکی قیمت ۵ سو
پانچسو پونڈ ہے۔ اس ہیرے کا وزن ۲۱ ۱/۴ قیراط تھا۔

اس ہیرے کی دریافت کے بعد جنوبی افریقہ کی تواریخ مین ایک نیا دور شروع ہو گیا
ڈاکٹر اتھرسٹن کی رائے سے ہوپ ٹاؤن[۱] کے قریب بہت تلاش کی گئی لیکن دو سال تک بالکل
ناکامیابی رہی ۱۸۶۹ء مین ایک سفید ہیرا جسکا وزن ۸۳ ۱/۲ قیراط تھا دستیاب ہوا اور اس سے
ڈھونڈھنے والون کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

اسکا نام سٹار آف سوتھ افریقہ[۲] رکھا گیا۔ اور اسکو ارل ڈڈلے[۳] نے ۲۵ ہزار پونڈ پر خرید
کیا۔

پہلے ہیرے کے متعلق مسٹر اوریلی کا بیان حسب ذیل ہے۔ وہ کہتے ہین کہ انیسویں ۱۸۶۷ء مین
بسلسلہ تجارت کولسبرگ مین مقیم تھا۔ ایک روز مین اپنے بھائی جان اوریلی[۴] کے ساتھ وان
نایک کے یہان گیا اثنا گفتگو مین ان کی بیوی نے مجھ سے ایک کانچ کے ٹکڑے کا ذکر ان
کی خادمہ ایک چھوٹے سے چشمے کے کنارے سے اٹھالائی تھی۔ مین نے دیکھنے کی خواہش
ظاہر کی۔ لیکن وہ مل نہ سکا کیونکہ بچون نے کھیلتے کھیلتے اُسے خدا جانے کہان رکھدیا تھا۔
رات کو جب شمعین روشن کی گئین۔ تو وہ ایک پُرانی وضع کی چیز کے نیچے بیلون کی چند ہڈیون
کے ساتھ ملا۔ مسٹر وان نایک نے میرے بھائی کو دیکھنے کو دیا۔ میرے بھائی نے اسے دیکھکر
مجھ سے کہا کہ یہ ہیرا ہے۔ مین نے کہا کہ ہان ضرور یہ ایک قیمتی پتھر ہے۔ مسٹر وان نایک نے کہا
کہ آپ کا قیاس فضول ہے۔ بھلا جنوبی افریقہ مین ہیرا کہان! میرے بھائی نے کہا کہ ہم اسکو
بیچکر قیمت کا آدھا آپکو دیدینگے۔ وان نے جواب دیا بچون کو تھوڑی سی شیرینی دیدو یہی
کافی ہوگا۔ دوسرے روز ہم کولسبرگ کی سمت واپس چلے۔ ہم ہوپ ٹاؤن پہونچے۔ اور مسٹر
پاور[۵] کے ہوٹل مین گئے سب ہماری اتنی جلد واپسی پر متعجب ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ کوئی

---

[۲] STAR OF SOUTH AFRICA   [۱] HOPE TOWN
[۴] JOHN O'REILLY   [۳] EARL DUDLEY
[۵] MR POWER

[illegible] گیا ہے۔ ہم بلیو روم مین گئے جہان مسٹر ہانٹ اور دو اور شخص بلیرڈ کھیل رہے تھے۔ ہمنے ان کو ہیرا دکھلایا لیکن وہ ہنسے اور کہا کہ یہ کانچ کا ٹکڑا ہے۔ مسٹر ہانٹ نے اُسکو کھڑکی کے باہر پھینکدیا۔ اسپر میرا بھائی خفا ہوا اور کہا کہ آپ ہیرون کی بابت کچھ بھی نہین جانتے اور کھڑکی کے شیشہ پر اپنا نام لکھدیا جو کہ ابھی تک ویسا ہی موجود ہے۔ صرف لارینز بو اُس نے کہا کہ ہان یہ ہیرا ہے۔ ہمنے پتھر کو گراہم ٹاؤن مین ڈاکٹر اتھرسٹن کے پاس بھیجدیا۔ انھون نے کہا کہ یہ ہیرا ہے اور اسکو خریدنا چاہا۔ لیکن میرے بھائی نے اُسے سر فلپ وڈہاؤس کے ہاتھ پانچسو پونڈ کو فروخت کردیا۔

(ماخوذ)

رام سرن نگم

[illegible]ہو مین تفریح و تفنن طبع کے لیے کئی ظریفانہ پرچے نکلتے ہین لیکن اودھ پنچ اپنے طرز کا بہترین ہفتہ وار اخبار ہے اسمین حکومت اور پبلک دونون کی حماقت کا نہایت تہذیب و متانت کیساتھ مضحکہ اوڑایا جاتا ہے۔ اسکے موجودہ ایڈیٹر و پبلشر منشی سجاد حسین صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہین مذہبی مباحثے اور دل آزارانہ نکتہ چینیان اودھ پنچ کی پالیسی سی خارج ہین۔ البتہ ملکی واقعات پر جہان کہین ظریفانہ نکتہ چینی کی گنجائش ہوتی ہے اودھ پنچ کے مضمون نگار اسے چھوڑتے بھی نہین۔ ہر ہفتہ ایک خاص کارٹون بھی شائع ہوتا ہے۔

[illegible] کی [illegible] کارکنان اودھ پنچ غافل نہین رہتے۔ اسکی سالانہ [illegible] آپ کو خصوصیت سے اسکی قدردانی کرنا چاہیے۔

بن باسی

ایک روز راجپوتانہ کے ایک بہت بڑے شہر کے پھاٹک سے ہزار سپاہیون کا ایک زبردست جتھا باہر آ رہا تھا، وہ آزادی اور عزت کے لیے لڑنے جارہے تھے۔ مگر ان کے چہرون پر خوشی کی یا بہادری کی جھلک ذرا بھی نہ تھی وہ اُداس اور چپ چاپ سر جھکائے ہوئے چلے جاتے تھے

سب مین زیادہ اُداس انکا راجپوت افسر ایک کشیدہ قامت نوجوان کنور تھا، اور اوداسی کا سبب اسکے لباس سے نمایان تھا۔ اسکی وردی کالی تھی، کاندھے پر کالی ڈھال اور ڈاب مین کالے خول کے اندر تلوار لٹک رہی تھی وفادار گھوڑا بھی سیاہ رنگ کا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اسکو بن باس کی سزا دی گئی تھی مہاراجہ کا حکم تھا کہ وہ اپنے پیارے دیس کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا جائے اور قصور بس اتنا تھا کہ وہ مہاراجہ اودھیر کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ اگرچہ وہ بہت سے معرکون مین اپنی طاقت اور بہادری کا کافی ثبوت دیچکا تھا، اور گدی کا جائز وارث بھی وہی تھا، مگر مہاراجہ اسکے چھوٹے بھائی بتپالال کو زیادہ چاہتے تھے جو سب سے چھوٹا اور پیارا لڑکا تھا، کیونکہ اسکی مان سوجابائی راجہ کی چہیتی بی بی تھی۔ بی بی اور چھوٹے بیٹے کی محبت نے مہاراجہ کو مجبور کر دیا کہ اسنے اصلی کنور کا پیدائشی حق چھین لیا اور بتپالال کو راج پاٹ کا وارث بنا دیا۔ بپالال کی اب خود بھی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح پتاجی مرجائین اور مین گدی پر بیٹھ جاؤن۔

ہمت سنگھ جب بن باس ہوکر دوسرے ملکون مین اپنی قسمت آزمانے چلنے لگا تو اسکے ایک ہزار ساتھیون نے کہا کہ ہم مصیبت کے وقت آپکا ساتھ نہ چھوڑینگے۔ جب ہم سکھ مین آپ کے شریک رہ چکے ہین تو دکھ مین بھی ساتھ دینگے۔ بڑھے راجہ نے بھی انکی روک

ڈھوک نہ کی، اور اپنے بن باسی لڑکے کے ساتھ اسکے دوستون کو خوشی سے اجازت دے دی، وہ خود چاہتا تھا کہ کوئی ایسا آدمی نہ رہ جائے جو بپا لال کی گدی کا مخالف ہو۔

ان راجپو تون مین بہت سے نوجوان تھے جوانی کی امنگین آدمی کو دیر تک غمگین نہین رہنے دیتین جب وہ لوگ کچھ دور آگے نکل گئے اور ان کی آنکھون سے اپنے دیس کی نشانیان اوجھل ہوگئین، تو ان کے دل کچھ کچھ ہرے ہونے لگے۔ بہت سے جوان جن کو انوکھی باتون کا زیادہ شوق تھا آگے کی بابت سوچنے لگے کہ ہم کس طرح پردیس مین پہنچکر اپنی تلوارون سے عزت اور نیکنامی حاصل کر سکین گے جسکے لیے ہم دیس سے نکالدیئے گئے ہین بہت دور چلتے چلتے وہ ایک ایسے ہرے بھرے جنگل مین پہونچے جہان صاف شفاف پانی کی نہر جاری تھی یہ بن باسی قافلہ نہر کے کنارے اترا تیر وکمان سے کچھ جانور شکار کیئے۔ تاکہ ان کے کباب اور نہر کے صاف پانی سے اپنی بھوک پیاس بجھائین جب ان باتون سے فراغت ہوئی تو وہ باتین چھڑ گئین جو انکی آیندہ زندگی سے متعلق تھین کچھ لوگ کہنے لگے کہ پہاڑ پر بسنے والی قومون سے مدد لیکر ملک مین غدر مچادین تو شاید اس تدبیر سے ہماری مصیبت جاتی رہے، مگر اس رائے کو شریف افسر نے نہایت نفرت سے سنا اور کہنے لگا کیا ہمکو اپنے گھر والے اور بھائی بندون سے کٹ مرکر اپنے دیس کی چاہت جتانا چاہیئے۔ آؤ ہم لوگ ان لوگون سے لڑکر سنسار کو اپنی عزت دکھادین جو ہمارے دیس اور دہرم کے بیری ہین کیا ہندوستھان مین لاکھون مغل اور افغانی لوگ نہین ہین جن کو ہم بھگا دین۔ آپسمین کٹنے مرنے کو دنیا کیا کہیگی؟ اسکی جوش بھری باتون نے سننے والون پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ وہ لوگ اپنی اپنی تلوار ہوا مین ہلا ہلاکر کہنے لگے "جہان چلو ہم سب تمہارے ساتھ ہین حکم ہو تو مغل راج کے بیچ مین دھنس پڑین۔

آخر طے پایا کہ سب لوگون کو "بارکوٹ" کی طرف چلنا چاہیے جو مغلون کی ریاست مین راجپوتانہ کی سرحد سے تین دن کے راستہ پر ہے وہان کا بادشاہ اپنی بہت بڑی فوج لیکر گجرات کی لڑائی مین جاچکا ہے اسطرف کے قلعون مین محافظ فوج بھی زیادہ نہین رکھی جاتی۔

ہم لوگ بالکل اچانک بارکوٹ کے سامنے پہونچ جائین تو آسانی سے کوٹ کے اندر

داخل ہو سکتے ہین اور جب کوٹ کے اندر پہونچ گئے تو پھر بہت دنون تک مغلون کے حملے سے بچ بھی سکتے ہین اور آس پاس کی بستیون مین لوٹ مار کر کے زندگی بھی بسر کر سکتے ہین۔ یہ ضرور ہے کہ آخر مین ہم لوگون کو ہارنا پڑیگا مگر ہم مرنے سے پیشتر ہزارون مسلمانون کو تلوار کے گھاٹ اتار دین گے، دشمن کو مار کر مرنا بھی بہادری ہے۔

اب وہ جنگل سے مضبوط ارادے کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور سرحد سے گذر کر دکن کی طرف جلدی جلدی بڑھتے چلے گئے راستے مین تھوڑی دیر تک سستانے کے لئے رک جایا کرتے تھے۔ بہادری کی طرح خوش قسمتی بھی ساتھ تھی اسلیے راہ مین کسی مغل فوج سے مڈبھیڑ نہین ہوئی تیسرے دن صبح کے وقت بارکوٹ کی اونچی دیوارین اور پہاڑون کی اونچی چوٹیان نظر آنے لگین۔ یہان بھی قسمت نے بہادرون کا ساتھ دیا، کوٹ کے بہت سے سپاہی غنیم کے دھاوے سے نڈر ہو کر کسی بڑے شکار مین چلے گئے تھے جب راجپوتون کو یہ خبر ملی تو وہ چپ چاپ گھات مین بیٹھ گئے جب مسلمان شکاری بہت سا شکار لادے ہوئے تھکے ماندے واپس آئے اور کوٹ کا دروازہ شکاریون کے لیے کھولدیا گیا تو ہمت سنگھ بھی اپنے سوارونکا پوشیدہ جتھا لیکر نکلا اور مسلمانون پر ایسے ریلے کے ساتھ ٹوٹ پڑا کہ وہ لوگ زخمی ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے کوٹ کے اندر والون نے چاہا کہ لپک کر دروازہ بند کر دین اور راجپوتون کو اندر نہ گھسنے دین مگر ہمت سنگھ نے یہ باتین پہلے ہی سے تاڑ رکھی تھین اور اپنے ساتھیون سے کہہ رکھا تھا کہ کوٹ کے پچھواڑے جا کر دیوار پر چڑھ جائین کیونکہ مغل سپاہی دھاوے کی خبر سنکر اگلے پھاٹک کی طرف دوڑ پڑین گے اور اسطرف کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ رہ جائے گا راجپوت پیادے بلیون کی طرح چٹانون پر چڑھتے ہوئے دیوارون کے اوپر پہونچ گئے اور جب بہت سے لوگ مورچے مین اکٹھا ہو گئے تو دروازے کی طرف دوڑ پڑے اور لڑ بھڑ کر ہمت سنگھ اور اسکے سوارون کے لیے دروازہ کھولدیا، اسطرح سپاہی بھی بہت کم ضایع ہوئے اور تمام راجپوت اس مضبوط سرحدی کوٹ کے اندر آ گئے۔

بارکوٹ کا قلعہ ایسی اونچی پہاڑی کے اوپر بنا ہوا تھا۔ جہان سے دور دور تک کی آبادیان صاف دکھائی دیتی تھین۔ کوٹ کے تین طرف مضبوط مضبوط دیوارین تھین مگر چوتھی طرف

کی چھوٹی دیوار کے قریب قدرتی چٹانون کی ایک سیدھی اور مضبوط دیوار کھچی ہوئی تھی، دونون کے بیچ مین ایک دریا بہتا تھا جو ہر سال برسات کے موسم مین ڈھلوان چٹانون سے اندر ہی اندر راستہ کاٹتا جاتا تھا۔ چھوٹون کو قسم قسم کے غلون کے گودام اور بہت سے مویشی نے جوان کی ضرورت سے کہین زیادہ تھے۔

میگزین مین گولا بارود بھی بہت سا موجود تھا اور دیوارون پر بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ کہ جب وقت پڑے تو نیچے والے دشمنون کے سر پر لڑھکائے جاسکین۔

راجپوت کچھ دنون تک اپنے جیتے ہوئے قلعہ مین اطمینان سے رہے مگر وہ بیکار نہین بیٹھے آس پاس کی بستیون سے لوٹ مار کر بہت سا سامان لایا کئے۔ تھوڑے ہی دنون مین انکے تدارک کیلئے ایک چھوٹی سی مغل فوج آئی جسکی مدد کے لیے اور بھی فوجین آتی رہین آخر راجپوت سورما ایسے گھر گئے کہ کسی طرح کوٹ کے باہر جا ہی نہین سکتے تھے۔ اس زمانے مین اس قسم کا محاصرہ توپخانہ والا گھیرا کہلاتا تھا۔ مغلون نے دیوارون پر بہت سے دھاوے کئے مگر کامیاب نہین ہوئے انھون نے سمجھ لیا یہ کوئی آسان کام نہین۔ دیوارین اونچی تھین اور چٹانین ڈھالو جسکی وجہ سے حملون کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا ادھر مغل صوبہ دار کا توپخانہ بھی کافی نہ تھا پتھر بھی جو دیوارون پر مارے گئے بھاری چٹانون سے ٹکرا کر انھین کیطرف واپس آتے تھے اور جو دو تین پرانی قسم کی توپین دیوار پر گولہ مارنے کے لیے لائی گئین وہ بھی کچھ کام نہ دے سکین ہان یہ ضرور ہوا کہ ایک توپ پھٹ گئی اور چھ توپچی ہلاک ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد مغل سردار نے سوچ لیا کہ اب دوسری ترکیب کرنا چاہیے۔ اسکے پاس کئی بڑے بڑے جنگی ہاتھی تھے جن کی ٹکرون سے قلعہ کا دروازہ توڑا جا سکتا تھا۔ مگر یہ بات ناممکن تھی کہ کوئی ہاتھی، لڑھکتے ہوئے پتھرون، اور تیرون کی بوچھار مین، کوٹ کے دروازہ تک لایا جا سکے، آصف خان نے اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے حکم دیا کہ ایک سرنگ اتنی بڑی بنائی جائے جسکے اندر سے ایک پورا ہاتھی ہودے سمیت گذر سکے۔ اسکا کھدنا آسان مگر کرنا مشکل تھا۔ آس پاس کی بستیون سے دیہاتی لوگ زبردستی پکڑ پکڑ کر بیگاری

[ک]ھودی گئی جو اپنے نگہبانون کے کوڑون کی مار سے پریشان ہوکر جب موقع پاتے چپکے سے بھاگ [ج]اتے تھے۔ ان دیہاتیون مین قریب قریب سب ہندو ہوتے تھے جو دھرم کے معاملے [می]ن بارکوٹ والون کے موافق تھے ایک تو ان سے بہت مشکل کام لیا جاتا دوسرے ان [کو] مزدوری نہین دیجاتی تھی جس سے بیچارون کی مصیبت تین گنی ہو جایا کرتی تھی۔

ابتدا مین سُرنگ کا کام آسان تھا مگر وہ دیوارون کے جتنے قریب ہوتی جاتی اتنی ہی [م]زدورون کی جان آفت مین پڑتی جاتی، سامنے سے تیرون اور پتھرون کی سخت بوچھار ہوتی [ت]ھی آخر کار ایک دن وہ آہی گیا کہ سات آٹھ دن کی لگاتار مشقت کے بعد سرنگ کا دہانہ [د]یوار کے بالکل قریب جاکر نکالا گیا، اب اگر دروازہ سے پتھر کی چٹان لڑھکائی جائین [ت]بھی اسکا منھ بند نہین ہوسکتا تھا۔ جس شام کو سرنگ تیار ہوگئی مغلون کے خیمے مین ایک [ز]بردست دھوم دھام کی دعوت برپا کی گئی۔ خوشی تھی کہ کل جنگی ہاتھی سرنگ کے ذریعہ سے قلعہ کے دروازے تک پہونچ جائین گے۔

بارکوٹ اصل مین راجپوتون کا کوٹ تھا۔ جسمین زمین کے اندر ایک چھپا ہوا راستہ [اد]ھر جاکر، ایک پوشیدہ دہانے پر ختم ہوتا تھا۔ اس بھید کو صرف راجپوت جانتے تھے۔ اور مغل سپاہی اب تک اس سے بیخبر تھے۔ ہمت سنگھ بھی راجپوت تھا۔ اسے پہلے ہی سے اس راز کی خبر تھی وہ سوچتا تھا کہ مین اس راستہ سے کسی خاص وقت پر کام لونگا مگر اب اسکو معلوم ہوا کہ وہی خاص وقت آچکا ہے۔ جس شام کو دعوت تھی۔ اس روز سرنگ کی ایسی حفاظت نہین کی گئی جیسی چاہیے تھی۔ مغل اس دھوکے مین تھے کہ کوٹ والون نے آجتک تو باہر نکلکر حملہ کیا ہی نہین تو شب خون کیا مارینگے۔ انھین کیا خبر تھی کہ یہ ترکیب ہمت سنگھ کی خاص ترکیب تھی۔ تاکہ محاصرے والے سپاہی اپنے دشمنون سے بے خبر ہوجائین۔ راجپوت سپاہی اپنے افسر کے حکم سے اندر کسے کسائے بیٹھے رہے۔ مگر ہونٹھ چبا چبا کر رہ جاتے تھے ادھر مغل سپاہی کھانے پینے اور خوشیان منانے مین رہے اور سرنگ یون ہی چھوڑ دیگئی سوا دہانہ پر اور کہین زیادہ سپاہی نہ تھے، آدھی رات کے قریب جبکہ مغل سپاہی خواب غفلت مین تھے ہمت سنگھ دو سو چُنے ہوئے بہادرون کو ساتھ لیکر پوشیدہ [راستے]

نکل پڑا۔ دوسری سرنگ کا اگلا محفوظ حصہ چھوڑ کر جس پر مغل سپاہی تعینات تھے باقی تمام سرنگ پر تیل چھڑک کر آگ لگادی ہوا تیز تھی دیکھتے ہی دیکھتے آگ بھڑک اُٹھی، اور مغلون کی ساری محنت خاک مین مل گئی۔ اس حادثے سے دشمنون مین پوری بوکھلاہٹ پھیل گئی مغل سپاہی ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے، دشمن راجپوت ان کی نگاہون سے پوشیدہ تھے۔ مغلون کے ہاتھون مین جلتی ہوئی مشعلین تھین جسکی وجہ سے رات کی تاریکی مین چھپے ہوئے راجپوت آسانی سے ان کو اپنے تیر ون کا نشانہ بنا لیتے تھے۔ آخر جب ہنگامہ کچھ کم ہوا اور مسلمان سپاہی ٹھیک سے لڑنے کے قابل ہو گئے تو ہمت سنگھ نے فوراً ہی سنکھ پھونکدیا یہ گویا پلٹ جانے کا حکم تھا۔ اُسکو سنتے ہی تمام راجپوت دشمنون سے الگ ہوکر پوشیدہ دہانے پر سمٹ آئے۔ اس پُرفریب لڑائی مین مسلمانون کے بہت سے سپاہی کام آئے مگر راجپوتون کا نقصان بہت کم ہوا۔

یہ سب کچھ ہوا لیکن مسلمانون نے ہمت نہ ہاری اور سرنگ کا ٹھکا دینے والا کام پھر نئے سرے سے شروع ہوا ایک دفعہ دشمنون کی عیاری کا مزا چکھ چکے تھے۔ اسلئے سرنگ کی حفاظت کے لیے کافی طور پر پہرے کا انتظام کر دیا۔ اسمرتبہ راجپوتون نے بھی شبخون کی جرارت نہ کی۔ مگر انھون نے آگ لگانے والے تیر دور سے پھینکے جو ٹھنڈے ہو ہو کر رہ گئے۔ آخر کار دوبارہ سرنگ تیار ہو گئی۔ مغلون کی فوج مین خاص جنگی ہاتھی صرف تین تھے۔ جن کے ڈیل وڈول اور زور سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بڑے سے بڑے پھاٹک کو توڑ ڈالین گے بار کوٹ کے پھاٹک مین لوہے کی کیلین اسی غرض سے لگی ہوئی تھین کہ ہاتھیون کے مستک مین چھد جائین، اسلئے مغلون نے ہاتھیون کے مستکون پر لوہے کے خول چڑھا دیئے ہودون پر بھی لوہے کے پتر چڑھے ہوئے تھے۔ تاکہ اندر والا فیلبان تیرون اور پتھرون سے بچا رہے غرض تینون ہاتھی ایک ایک کرکے دہانے سے باہر لائے گئے پہلا ہاتھی وہانسے نکلا ہی تھا کہ کوٹ کے اندر سے تیرون کی بوچھار کی گئی۔ بہت سے تیر ہاتھی کے چمڑے مین چھد کر رہ گئے، فیلبان فولادی چلمنون کے اندر محفوظ بیٹھا ہوا اپنے کام مین مشغول تھا۔ ہاتھی نے لوہے کی کیلون سے بے پرواہ ہوکر دیوانہ وار ٹکرین مانا شروع

گین، ٹھیک اسی وقت اسکے سر پر ایک بڑی سی چٹان گری یہ چٹان بہت عرصے
کوٹ کی دیوار پر ایسے ہی کام کے لیے رکھی ہوئی تھی خاردار چٹان داہنے بازو پر گری اور
ہاتھی بُری طرح زخمی ہوکر بھاگ نکلا اور اپنے پاؤن سے سُرنگ کا بہت سا
حصّہ بھی برباد کرتا گیا - اب دونون ہاتھیون کے لیے مصیبت اور بھی بڑھ گئی مگر مغلون نے
فوراً دھاوا کر دیا تاکہ کوٹ والے دوسرا پتھر دیوار پر نہ لاسکین تو دوسرا ہاتھی آگے بڑھایا گیا
یہ بھی پہلے کی طرح تیرون کی بوچھار سہتا ہوا دروازہ کے قریب پہونچگیا مگر جب
اسنے پھاٹک مین ابھری ہوئی نکیلی کیلین دیکھین تو منہ پھیر لیا اور فیلبان بہت کچھ
چلاتا ہی رہا مگر وہ دم دباکر صاف بھاگ کھڑا ہوا - مغلون کی ساری اُمیدین اب صرف
ایک بچے ہوئے ہاتھی سے وابستہ تھین اگر یہ بھی ناکام رہا تو سرنگ بنانے مین جتنی محنت اور خونریزی
ہوئی ہے سب کی سب برباد جائے گی - مگر اس ہاتھی نے تیرون اور پتھرون کی بوچھار سے
لڑکر کھونٹون والے پھاٹک کو اپنے ماتھے کی زد پر رکھ لیا - اور پوری طاقت سے ٹکرین
لگانا شروع کین آخر پھاٹک کی لکڑیان چرچرانے لگین - کوٹ کے اندر والے سپاہی پھاٹک
کو تھرتھراتا ہوا دیکھکر کانپ اُٹھے - یہ وہی کوٹ تھا جسکو انھون نے ابتک بچا رکھا
تھا، ہاتھی کے دونون پہلو پتھرون اور تیرون سے زخمی تھے مگر وہ بے خبر تھا - اسکو اپنے گلے
پر کسی چھوٹی سی چیز کی ہلکی سی سرسراہٹ محسوس ہورہی تھی اور یہی سرسراہٹ والی
ہی اسکی بربادی کا سامان ہوگئی - اس رسی کا اگلا سرا اوپر کی برج کے ایک کڑے مین مضبوط
بندھا ہوا تھا جسکے سہارے ہمت سنگھ ہاتھی کے ہودے پر اُتر آیا - جیسے ہی بہادر راجپوت
کا پاؤن ہودے پر ٹکا - اُسنے فیلبان کو تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارا - ہاتھی ٹکرین مارنے
مین ایسا بے خبر تھا کہ اس کو کچھ پتہ نہ لگا کہ پیٹھ پر کیا ہوا اور فیلبان کو کس نے قتل کر دیا ہمت سنگھ
نے وہی خون بھری تلوار ہاتھی کے کنپٹی مین اُتار دی - ہاتھی نے زخمی ہوکر اپنا بڑا سا سر
اس زور سے ہلایا کہ جھکا ہوا راجپوت بے اختیار زمین پر گر پڑا - مگر وہ اپنا کام کر چکا تھا اب ہاتھی
میں ٹکرین لگانے کی تاب نہ تھی - بہادر راجپوت یہ سمجھکر مرنے کے لیے تیار تھا کہ شاید میرا
آخری وقت آچکا ہے اسے مارنے کے لیے مغل سپاہی سرنگ کے اندر سے نکلے لیکن

ہمت سنگھ نے اچھلکر وہی رسّی تھام لی جسکے سہارے ہاتھی کے ہودے تک آیا تھا اور نہایت چالاکی سے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ غرض دشمنون کے تیرون سے بچتا بچاتا تھوڑی ہی دیر مین ہمت سنگھ اپنے دوستون کے پاس پہونچ گیا۔

اس بڑی ناکامی کے بعد مغلون کا جوش کچھ دنون کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا لیکن چند دنون کے بعد مٹی کا ایک ڈھیر لگانا شروع کیا تاکہ وہ اونچا ہوکر کوٹ کی دیوارون کے برابر ہو جائے یہ ظاہر تھا کہ جبتک ڈھیر کافی طور پر اونچا نہ ہو سکے یا کوٹ والون کا کھانا پانی ختم ہو جائے اسوقت تک کوئی تبدیلی نہین ہو سکتی اتفاق سے ایک اور تدبیر نکل آئی ایک دن ایک ہندو چرواہا مغل سردار کے پاس آیا اور روپیہ پیسہ کے لالچ مین کہنے لگا مین ایک ایسی پگڈنڈی بتا سکتا ہون جو میرے سوا اور کوئی نہین جانتا۔ یہ پگڈنڈی کوٹ کے اتروالی دیوار تک جاتی ہے وہ بہت نیچی ہے اگر کچھ لوگ اسپر چڑھ سکین تو قلعہ کے اندر گھس پڑتے ہین کوئی تکلیف نہ ہوگی مغل سردار کے ایک نوجوان بہادر بچہ نے بڑی خوشی سے اِس مہم کے لیے بیڑا اٹھالیا۔ یہ ہروقت اسی فکر مین رہتا تھا کہ کسی طرح ناموری دکھانے کا موقع ملے۔ اسکی درخواست منظور کر لی گئی، اور اندھیری رات مین وہ چنے ہوئے مغل سپاہی لیکر چرواہے کے پیچھے گھوم گھماکر اسجگہ پہونچگیا جہان سے پگڈنڈی شروع ہوئی تھی، تھوڑی دور کے بعد وہ دریا ملا جو چٹانون کے اندر بہ رہا تھا اس سے پلٹنے کے بعد راستہ اتنا پتلا اور تنگ ہوگیا تھا کہ ایک کے پیچھے دوسرے کو چلنا دشوار ہوگیا۔ سب کے آگے آگے چرواہا تھا۔ اسکے پیچھے قاسم خان اور اسکے پیچھے تمام سپاہی ہلکے ہلکے ہتھیار لگائے ننگے پانون چڑھ رہے تھے۔ پتھریلی پگڈنڈی بالکل سیڑھی کی طرح سیدھی تھی جسمین یہان وہان پانون رکھنے کے لیے سوراخ بنے ہوئے تھے اور بعض بعض مقام پر لوہے کے مضبوط کانٹے جڑے ہوئے تھے سب لوگ چپ چاپ پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے کہ کہین سے کوئی پتھر سرک نہ جائے۔ جب چرواہا دیوار کے پاس پہونچکر ٹھہرگیا تو قاسم خان آگے بڑھکر دیوار کو دیکھنے لگا۔ واقعی اس طرف کی دیوار بہت نیچی تھی۔ جسپر چڑھنا بہت آسان تھا۔

دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ قاسم خان نے دیوار پر چڑھکر اندھیرے مین غور سے

لیا۔ ابھی اسکے پانون جمنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک مضبوط ہاتھ نے اندھیرے
کے سینہ پر اس زور کا دھکا دیا کہ بدنصیب مغل لڑکھڑاتا ہوا نیچے والے سپاہی
پر گر پڑا اب یہ دونون تلے اوپر قلابازیان کھاتے ہوے نیچے کی طرف لڑھکنے
مغل تو اوپر والے کے دھکے سے لڑھک گئے اور بہتون کے پانون اس ہڑبڑ مین پل
ن سے ٹکراتے والے ہتیارون کی جھنکار گرتے ہوئے مغلون کی چیخ و پکار اور
ڈھکتے ہوئے پتھرونکی بھیانک گڑگڑاہٹ نے رات کے سناٹے مین ایک طوفان
ابھی قاسم خان لڑائی کی گرماگرم امنگون مین دیوار کے اوپر کھڑا تھا اور ابھی
ایکہزار فیٹ نیچے اپنے ان دو ساتھیون کے بیچ مین دریا کی چادر پر پڑی تھی
اری مین برباد ہوئے تھے۔ یہ ہاتھ جسنے عین وقت پر دھکا دیکر کئی سو مغلون
نے دوسری دنیا مین بھیجدیا تھا۔ ہمت سنگھ کا ہاتھ تھا وہ ہر رات کو گھنٹہ گھنٹہ بھر
ن کا چکر لگایا کرتا اور دیکھتا پھرتا تھا کہ سنتری اپنی اپنی جگہ پر ہین کہ نہین ہین۔ آجکی
ہ گہرے سناٹے مین شمالی دیوار کے پاس گذرا تو اسکے ہوشیار کانون مین کسی
جانے کی ہلکی سی آواز آئی جو قاسم خان کی غلطی سے، سرک کر لڑھک گیا تھا، وہ
یکھنے لگا اور دشمن کو دیوار پر دیکھکر پوری قوت سے نیچے ڈھکیل دیا۔ اس جیت کے
ت جھا کوٹ کے اندر ہی بند رہا آس پاس کی بستیون مین لوٹ مار کا موقع نہ
سے اناج کی بکھارین چکنے لگین اور ہمت سنگھ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ ایک دن
ہیون کو بھوکا مرنا پڑے گا۔ اسی زمانے مین ایک پیامی کے ہاتھ اسکی بیوی کا
لکھا تھا کہ "فوراً چلے آؤ اپنے باپ کو ایک بڑے خطرہ سے بچالو خطرہ کا اصلی
نہین لکھا جاتا کہ شاید یہ خط راستہ مین کسی دوسرے کے ہاتھ پڑجائے"۔ ان دونون
ر کرکے، اسنے طے کیا کہ مین جلد سے جلد اپنے آپ اور اپنے ساتھیون کو اس
سے باہر نکال لے چلونگا۔ جو اندھیری رات باہر نکل جانے کے لیے سوچی گئی تھی وہ
کالے کالے بادلون کی سیاہی اور بجلی کی چمک سے نہایت بھیانک ہو گئی تھی۔ مغل سپاہی
لگانے اور اسکے بچانے مین لگے ہوئے تھے سوچا گیا کہ ان کو دھوکا دیا

راجپوتون نے ایک ہندو دیہاتی کو رشوت دیکر پھانسا کہ مغل سردار کے پاس جائے اور
کہے کہ ہمت سنگھ نے اس مٹی کے ڈھیر کو زمین کے برابر کر دینے کی قسم کھائی ہے۔ سرنگ
والے حملے کی جیت نے آصف خان کو مجبور کر دیا کہ وہ اس خبر کو خالی خولی دھمکی سمجھکر ٹال نہ دے
نتیجہ یہ ہوا کہ ضرورت سے زائد سپاہی ہر وقت ڈھیر کے آس پاس، ہتھیارون مین لدے
لدائے ہوئے پھرنے لگے راجپوتی فوج پچھواڑے سے نکل پڑی (اسی جگہ سے جہان
قاسم خان نے ڈھلوان چٹانون پر اپنے ۵۰۰ ساتھیون کو برباد کر دیا تھا) نکلنے والے
راجپوت عورتون یا بچون کے نہونے سے آزاد تھے اسیلیے وہ لوگ دریا کو پار کرکے میدان
مین دھیرے دھیرے چپ چاپ اترتے چلے آئے اور اسی طرح چپکے سے نکل بھی گئے
ہوتے مگر یکایک زور کی گرج ہوئی اور ایک بجلی اسطرح سے کڑک کر چمک اٹھی کہ راجپوتون
کو ان تھوڑے سے سپاہیون نے دیکھ لیا جو اس جگہ تعینات تھے فوراً طبل بجا دیا گیا۔
اور مغل فوجون مین جلدی جلدی ہتھیار سجے جانے لگے۔ مگر بہت زیادہ مغل سپاہی
جنھین پہلے سے تیار رہنے کا حکم مل چکا تھا اسی مٹی کے ڈھیر کے آس پاس اکٹھا ہوگئے
جسپر حملہ ہونے کا اندیشہ تھا اور اسطرح سے بہت کم لوگ ان راجپوتون کی روک ٹوک کے
لیے رہ گئے جو اپنے دیس کی طرف آزاد ہوکر جا رہے تھے۔ یہ ہلکی سی روک ٹوک ذرا دیر
مین ختم ہوگئی۔ راجپوت صاف نکل گئے اور دوسری صبح کو مغل سردار اتنی تکلیف اور
مصیبت کے بعد سنسان اور ویران کوٹ مین داخل ہوگیا۔ راجپوت سپاہی جو لڑتے
ہوئے اوتر کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے انھون نے کچھ دیر بعد سرحد کو پار کر لیا اور اپنے
دیس کی زمین مین پہنچکر گھٹنون کے بل جھک کر بڑی بیتابی سے اس پوتر ریت کو چوم لیا۔
جسپر کھڑے ہونے کی امید ان مین سے کسی کو اپنی زندگی مین نہ تھی یکایک۔ اسیوقت ایک
ہندو سوار گھوڑے کو بگٹٹ دوڑائے ہوئے ان کے بیچ مین آ پڑا، اور اسنے چاہا کہ یونہی
آگے بڑھ جائے مگر اس کی لگام مضبوطی سے تھام لی گئی اور حکم دیا گیا کہ اپنا حال صاف
صاف بتا دو۔ اسنے پہلے تو ایک گڑھی ہوئی کہانی کہنا شروع کی مگر اچانک ہمت سنگھ کو
دیکھکر خوشی اور حیرت سے چلا اٹھا اور اسکے ہاتھون مین جلدی سے ایک خط رکھ دیا!

یہ خط بھی ہمت سنگھ کی بیوی کا تھا جو بڑی عقلمندی سے ..... نقطون مین لکھا ہوا تھا مطلب یہ تھا کہ "ہر مصیبت کو جھیلتے ہوئے جلدی سے جلدی آجاؤ تمہارے باپ ٹیلوال اور سوجابائی کو لیکر ہواگھر مین جا رہے ہین، انکی جان اور عزت دونون خطرہ مین ہے"

ہمت سنگھ نے اس خطرہ کی خبر پاکر ذرا سا وقت بھی ضایع نہین کیا۔ اپنی خوش قسمتی پر خدا کا شکر ادا کیا کہ خط والے سے آدھے راستہ ہی مین ملاقات ہوگئی۔ مگر بہت ممکن تھا کہ اب بھی بہت دیر ہو چکی ہو۔ پھاگن کا خوشیون بھرا مہینہ اپنے شباب پر تھا، اس زمانے مین راجہ اپنے سردارون کو ساتھ لیکر بسنتی کپڑے پہنے ہوئے شہر سے دور ہواگرد کے اردگرد شکار کھیلنے جایا کرتے تھے یہ ہواگھر صوکرا ون والی چٹان کی کان پر بنا ہوا تھا خط سے معلوم ہوا کہ بوڑھا راجہ ابتک ہواگھر ضرور پہونچ گیا ہوگا۔ اور اپنی لالچی بیوی اور نمکحرام لڑکے کی کمینہ حرکتون کا شکار ہو رہا ہوگا۔

ہمت سنگھ یا اسکے ہمراہ ساتھیون کے پاس کوئی گھوڑا موجود نہ تھا۔ اگرچہ راجپوتون کی نگاہ مین مذہبی روسے گھوڑون کی عزت بہت زیادہ ہے مگر ان کے لئے ناممکن تھا کہ اپنے پیارے گھوڑون کو ان ڈھلوان چٹانون سے نیچے لاسکین، جنپر خود ان کو ننگے پانون بارکوٹ سے نیچے اُترنا پڑا تھا۔ ہمت سنگھ نے خط لانے والے کا گھوڑا لے لیا اور اسکو جلد جلد ایڑ لگاتا ہوا، روانہ ہوگیا دوسرے پیدل ساتھیون کو حکم تھا کہ جتنا تیز چل سکین اتنے ہی جلدی ہواگھر مین پہونچین۔

پانچ یا چھ گھنٹون کے متواتر سفر کے بعد ہمت سنگھ اُن مینارون کے سامنے پہنچگیا جو گویا ہواگھر کے تاج تھے۔ اب اسکو پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑا کیونکہ وہ بن باسی تھا اور اگر پہچان لیا گیا تو موت یا قید کی مصیبت ضرور تھی، یا کم سے کم وہ اپنے باپ کو نہ بچاسکتا لہذا وہ کھلے بندون نہین چل سکتا تھا اسوقت کا ایک ایک منٹ اسکے واسطے بہت قیمتی تھا اس نے اپنے گھوڑے کو ایک جنگلی درخت سے باندھ دیا اور خود پیدل ہواگھر کی طرف بڑھا رات کی کالی چادر دنیا پر پڑی ہوئی تھی۔ بہادر راجپوت آسانی سے [illegible] بچاتا ہوا بڑھتا چلا گیا۔ محل کی ان گنت شمعین پکار کر بتا رہی تھین کہ راجہ کا جشن [illegible]

ہوا ہے۔

ہمت سنگھ دیوار کی آڑ پکڑتا ہوا ہوشیاری سے ایک کھڑکی کے پاس آیا اور اُچک کر اندر کی طرف جھانکنے لگا جہان پوری پوری روشنی تھی۔

اندر کی کیفیت دیکھتے ہی اسکی آنکھون مین انگارے برسنے لگے، اسکا باپ اور بپالال ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ سادی سادی تشتریون مین چڑیون کا گوشت اور کئی قسم کی دال اور رنگ رنگ کے پکوان چنے ہوئے تھے، بوڑھے راجہ کے چہرے پر اطمینان کی جھلک تھی، اور ہونٹون پر خوشی کی مسکراہٹ کھیلتی تھی وہ اچھے اچھے پکوانون کو مزے مزے سے چکھ رہا تھا۔ اسکی بھوکھ تمام دن تازہ ہوا مین رہنے کی وجہ سے اور بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ بار بار اپنے نوجوان بیٹے اور سوجابائی کو پیار سے دیکھتا تھا۔ سوجابائی اپنا ریشمی پنکھا زور زور سے جھل رہی تھی، عزیز بیٹے اور پیارے شوہر کو گرمی نہ لگے۔

لڑکا کچھ بوکھلایا ہوا سا تھا اور اپنے باپ کے دُلار پر بہت کم دھیان دے رہا تھا۔ سوجابائی کی نکیلی بھوین جبڑاؤ چھپکے سے سنواری گئی تھین۔ اور قیمتی لعل کے بندے اسکی نازک لو مین پڑے ہوئے تھے۔ اسکے تمام نفیس کپڑے اسکی موہنی بھری خوبصورتی کو دو بالا کئے دیتے تھے اور گنگا جمنی ساری جسمین دھانی۔ روپہلی اور سنہری بیلین ٹنکی ہوئی تھین۔ اسکی نازک جسم کے گرد لپٹی ہوئی تھی اور اسی ساری نے ہمت سنگھ کی آنکھون مین سوجابائی کو اور زیادہ زہریلی ناگن بنا رکھا تھا۔

یکایک اسنے دیکھا کہ سوجابائی چپ چاپ کمرے کے ایک کونے مین اپنے ہاتھون سے شربت بنانے کے واسطے گئی اسکی چال مین کچھ ایسا چور تھا جو بوڑھے شوہر کی پیار بھری آنکھون سے تو بچ گیا مگر سوتیلے بیٹے کی نگاہین فوراً تاڑ گئین۔ ہمت سنگھ نے یہ بھی دیکھا کہ بپالال اپنی مان کو بار بار کنکھیون سے دیکھ رہا تھا۔

سوجابائی نے اپنے کپڑون کے اندر سے ایک پڑیا نکالی اور اسکے اندر سے ریت جیسی کوئی چیز نکالکر اس جڑاؤ کٹورے کے اندر ڈالدیا جسمین شربت تھا۔

ہمت سنگھ کے دماغ مین حقیقت کی بجلی پہلے ہی منٹ مین کوند گئی اور دوسری منٹ مین وہ کھڑکی کے اندر چڑھکر دھم سے کودکر بیچ کمرہ مین کھڑا ہوگیا - بڈھا باپ خوف اور حیرت سے چونک پڑا اور اسنے تالی بجاکر سامنے والے کمرے سے اپنے محافظ سپاہیونکو بلالیا اور جیسے ہی وہ سب دوڑتے ہوئے اندر آئے راجہ نے وحشت بھرے لہجہ مین کودنے والے کی گرفتاری کا حکم دیدیا اور پھر ہمت سنگھ کو پہچانکر بولا -

"نذر جوان! تجھکو بن سے واپس آجانے اور اپنے باپ کی عزت بھری تنہائی مین خلل دینے کی پوری سزا بھگتنی پڑے گی تو یا تو پاگل ہوگیا ہے یا دغاباز ہے -

"مین نہ تو پاگل ہوگیا ہون نہ دغاباز ہون آپ کو ابھی معلوم ہوجائے گا کہ دغاباز اور پاگل کون ہے، اگر آپ سوجا بائی سے کہین کہ شربت کا یہی کٹورا وہ اپنے پیارے بیٹے بپالال کو پلادے جو اسنے آپ کے لیے تیار کیا ہے -

اسکے سنتے ہی سوجا بائی کا چھوٹا مگر خوبصورت چہرہ خوف سے زرد پڑگیا اور وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑی ایک سپاہی نے لپک کر کٹورا لے لیا اور جب اسنے دھیرے دھیرے پتلا شربت تیراکر زمین پر بہادیا تو کٹورے کے بیچ مین ہیرے کی ریت کا سودہ الماس ایک چمکدار ڈھیر جما ہوا باقی رہ گیا -

اگر ہمت سنگھ بیچ مین نہ پڑتا تو شربت پیتے ہی راجہ کا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا اور اسکی زندگی ایک پُرفریب اور دغاباز عورت کی اودون پر نثار ہوجاتی -

راجہ کا چہرہ بھی اس مصیبت کے خیال سے زرد پڑگیا جس سے وہ ابھی ابھی بال بال بچا تھا - نوجوان بیوی کی محبت نفرت سے بدل گئی اور اب اسکو اپنے بڑے بیٹے کی ہونہاری کا پتہ چلا - جسکو اسنے ایسی بے رحمی سے بن باس کردیا تھا -

بپالال اور سوجا بائی حوالات مین بند ہوگئے تاکہ اپنے کیے کی سزا بھگتین - اور ہمت سنگھ پر طرح طرح کی مہربانیان ہونے لگین - اسواسطے کہ تمام رعیت کے آگے بن باس کردینے کا بدلہ ہوجائے - آخر طے ہوا کہ، کل صبحکو خود راجہ اپنے بیٹے اور اسکے ساتھیون کو (جو چند گھنٹون بعد آجائنگے) لیکر اپنی راجدھانی مین واپس آئیگن -

گھر سے نکلتے وقت سارے جتھے پر اداسی چھائی ہوئی تھی مگر آج تین مہینہ کے بعد یہی جلا وطن گروہ خوشی کے نشے مین چور متوالون کی طرح شہر کے پھاٹک مین داخل ہو رہا تھا، ہمت سنگھ کے حسین چہرے سے اُس دیس کے بچھڑے، دیس کے پجاری کی خوشی جھلک رہی تھی جسنے بغیر امید کے اپنا گھر بار، دوبارہ دیکھا ہو ۔ ویسی ہی خوشی سپاہیون اور شہریون کے چہرون پر تھی ۔ جو اپنے اس سورما راجکنور کی پیشوائی کے لیے قلعہ سے باہر آئے تھے ۔ جو مغلون سے لڑ بھڑ کر اور اپنے بن باس کر دینے والے باپ کی جان بچا کر واپس آرہا تھا ۔

(ماخوذ)

طالب الہ آبادی

اُردو مین کئی اچھے روزانہ اخبارات شایع ہو رہے ہین دلچسپ مضامین اور ملکی خبرون کے لحاظ سے بندے ماترم لاہور ۔ اودھ اخبار لکھنو ۔ اور ہمدم لکھنو خصوصیت سے قابل قدر ہین ۔ اودھ اخبار کی لکھائی چھپائی اور کاغذ خاص طور پر عمدہ ہے اور اپنے موجودہ اڈیٹر مولوی محمد محسن صاحب کے اڈیٹری مین مطبع نولکشور کا یہ قدیمی روزانہ اخبار قابل قدر ترقی کر رہا ہے ۔ ہمدم سید جالب کی ادارت کی وجہ سے ہندوستان کا بہترین اسلامی ملکی اخبار ہے ۔ سید صاحب اُردو کے قابل ترین اخبار نویسون مین ہین اور ہمدم کی موجودہ حیثیت انھین کے دماغ سوزی کا نتیجہ ہے بندے ماترم کو فخر قوم لالہ لاجپت راے صاحب نے ملکی جد وجہد کی اعانت کے لیے جاری کیا تھا، اور وہ اپنے فرائض کو بطریق احسن انجام دے رہا ہے ۔

کایستھ ورن نرنے، مولفہ ڈاکٹر اگن لعل سکسینہ ہومیو پیتھ چھاونی فیروز پور پنجاب ۔ حجم ۴۲ صفحہ قیمت ۸ر

دیوان جانصاحب

نظامی پریس بدایون نے دیوان جانصاحب کا یہ نیا اڈیشن نہایت اہتمام سے شایع کیا ہے۔ شروع مین آغا حیدر حسن صاحب دہلوی کا ایک طویل مقدمہ ہے جو ۲۸ صفون مین ختم ہوا ہے حق یہ ہے کہ آغا صاحب عورتون کی زبان مین ید طولےٰ رکھتے ہین۔ انھین فطرت نے کچھ ایسا لب ولہجہ عطا کیا ہے کہ عورتون کی بولی اور انکی بولی مین رتی برابر کا بھی فرق معلوم نہین ہوتا۔ جانصاحب کی شاعری پر بھی نسائیت اسقدر غالب تھی کہ گارڈن دی تاسی جیسے محقق نے انھین عورت سمجھ لیا۔ اسلیے جانصاحب کی شاعری کے لیے آغا صاحب ہی کے مقدمہ کی ضرورت تھی۔

آغا صاحب نے جانصاحب کی سوانحعمری کے ساتھ ان کے کلام پر بھی تبصرہ کیا ہے محاورات کی تنقید مین جہان کہین، دلی پیاری، کا لفظ استعمال کرجاتے ہین۔ نسائیت کی تصویر دکھا دیتے ہین۔ آخر مین سیفو، اور جانصاحب کے کلام کا موازنہ بھی بڑی خوبی سے کیا ہے۔ اور حتی الامکان جانصاحب کو ترجیح دینے کی کوشش کی ہے۔

یون تو آغا صاحب نے اپنے زور قلم سے مقدمہ کو دلچسپ بنانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا ہے۔ مگر بعض جگہ جان صاحب کی مدح سرائی مین چوک بھی گئے ہین مثلاً صفحہ ۶۸ مین اس شعر

> دندان نظیرِ گوہر لب لعلِ بے بہا ہین
> درج گہر ہےدامن گویا حسین باندی

کے متعلق فرماتے ہین، دانتون کو جانصاحب نے نظیر گوہر بتایا ہے حالانکہ شعرا کا مسلک رہا ہے کہ گوہر نظیر دندان ہون نظم و نثر جہان کہین دیکھنے مین آیا ہے

بیسے دانت جیسے موتی، یہ نہین کہ ایسے موتی جیسے دانت" موتیون کو دانتون کی تشبیہ دیکر ان کی آبداری کو دوبالا کیا ہے۔

ہمکو افسوس ہے کہ آغا صاحب غلط فہمی مین مبتلا ہو گئے ہین جان صاحب نے لکھا ہے، دندان، نظیر گوہر، یعنی موتیون جیسے دانت، آپ نے دانت جیسے موتی کیونکر قیاس کر لیا۔ جان صاحب کو دانتون کی تعریف مد نظر تھی، نہ کہ موتیون کی، ہان اگر وہ گوہر نظیر دندان، لکھ دیتے تو معاملہ صاف ہو جاتا اور آپ کو اس نکتہ چینی کی زحمت نہ گوارا کرنی پڑتی

آغا صاحب، دلی پیاری، کے سامنے، طرحدار لکھنؤ کو عجب رقیبانہ انداز سے یاد کرتے ہین اگر یہ یقین ہوتا کہ آغا صاحب اس پوربی محاورے کو سمجھ لینگے تو ہم رقیبانہ انداز کے بجائے سوتیا ڈاہ" لکھتے۔ ایک جگہ محاورون کی تحقیق فرماتے ہین۔

باقی الفاظ پوربی زبان کے معلوم ہوتے ہین جو اہل لکھنؤ کی زبان کا ایک بڑا جزو ہین"

بیشک لکھنؤ کی زبان مین، پوربی الفاظ شامل ہین، لیکن دلی پیاری کی زبان کیون پنجابی زبان کا اثر قبول کرتی جاتی ہے،

خیر اس بحث کو چھوڑیئے ہم نہ دلی کے طرفدار ہین نہ لکھنؤ کے، ہم تو اردو کو سارے ہندوستان کی مشترکہ زبان سمجھتے ہین۔

دیوان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر غزل مین سے وہ اشعار نکالدیے گئے ہین جو مذاق سلیم کے معیار سے گرے ہوئے ہین اور ممکن ہے کہ پوری پوری غزلین بھی نظر انداز کر دی گئی ہون کیونکہ ہمارے پاس جو نسخہ ہے اُسمین یہ غزل بھی درج ہے جسکا مطلع یہ ہے۔

سوکن نے پائجامہ پہنا ہے گلبدن کا
چھوٹو نہین تل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا

یہ غزل ۱۱ شعر سے کم کی نہین۔ لیکن کوئی شعر بھی انتخاب مین نہین لیا

بہر حال نظامی پریس بدایون کی سخن نوازی، قابل ستایش ہے دیوان کے آخر
مین ان نسوانی محاورات و اصطلاحات کی تشریح بھی کی گئی ہے جنکو جانصاحب نے
اپنے کلام مین استعمال کیا ہے -

کاغذ نفیس، کتابت وطباعت دیدہ زیب قیمت فی جلد عہ

سوانح عمر خیّام

عمر خیام کے رباعیات کا یہ خوشنما مجموعہ شاہجہانی پریس دہلی سے شایع ہوا ہے
اسکے مولف ومترجم جناب قوی امروہوی اڈیٹر سوز وساز دہلی ہین -

کتاب کے شروع مین حکیم عمر خیام کی تصویر اور دوسرے ورق پر رباعیات عمر خیام
کے عنوان سے خواجہ حسن نظامی کا ایک مختصر مضمون ہے صفحہ ۸ سے عمر خیام کی سوانحعمری
شروع کی گئی ہے قابل مولف نے اس فلسفی شاعر کے حالات زندگی پر پوری پوری روشنی
ڈالی ہے، اور نہایت عمدہ اسلوب سے اپنا دامن بچاتے ہوے اسبات کی کوشش کی ہے
کہ عمر خیام کے دامن سے رندی وسرمستی کا داغ چھڑا دین اور یہ ثابت کردین کہ وہ اس شراب
معروف کا بدمست نہ تھا بلکہ اسکی شراب علمی شراب تھی چنانچہ آخر مین فرماتے ہین -

"خیام پر فلسفہ کا رنگ غالب ہے ان کی شراب سے مراد اصول فلسفہ وحکمت
اور فروعًا انھین خیالات کے مجازات ہین اور بس"

پھر یہ بھی کہدیا ہے کہ ہمکو اس راے پر اصرار نہین کیونکہ تاریخی شہادت نہین -
خیر یہانتک غنیمت ہے کہ آپ ان حضرات کی طرح اپنی راے کو پتھر کی لکیر نہین سمجھتے
جو خیام کی شراب کو شراب معرفت ثابت کرنے پر مصر ہین -

آپنے بعض اور شعرا کا بیان کیا ہے جو بادۂ ناب کے چھلکتے ہوے ساغرون مین دونون
جہان کی سیر دیکھتے ہین - یہان اس بحث کا موقع نہین کہ حکیم صاحب شراب نوشی
فرماتے تھے یا نہین لیکن اتنا ہم ضرور کہینگے کہ آپنے فلسفہ وحکمت کی حقیقت اور مجاز
کو شراب ناب کا رنگ خوب عطا فرمایا ہے -

۸۸ صفحے اس فاضلانہ تبصرے سے معمور کی نذر ہوے ہین، اسکے بعد خیام کی شراب مین

کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے، اور نئے سرے سے ہوش و مستی کی کشمکش رونما ہوتی ہے۔ یعنی رباعیات خیام کے چھلکتے ہوئے ساغر بزم سخن میں آتے ہیں۔ ایرانی شراب کے ساتھ ہندوستانی ٹھرا بھی اپنا رنگ جماتا ہے، اور نظارۂ مخلوط کا ایک کیف پرور سماں آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

حضرت قوی نے ہر رباعی کے نیچے اسی مفہوم کی ایک اردو رباعی بطور ترجمہ پیش کی، اور خیام کے مفہوم کو ادا کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے

سلیس اور با محاورہ ترجمہ کے لیے نثر میں بھی کچھ کم دشواریاں نہیں، چہ جائیکہ نظم کا ترجمہ، نظم میں کیا جائے۔ جناب مترجم کو جو کچھ بھی کامیابی، اس مہم خاص میں ہوئی ہے، وہ واقعی صد تحسین و آفرین ہے۔ ابتدائی دو رباعیوں کے ترجمے ملاحظہ ہوں۔

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما — کاے رند خراباتی و دیوانۂ ما
برخیز کہ پُر کنیم پیمانہ زمے — زاں پیش کہ پُر کنند پیمانۂ ما

ترجمہ
اک صبح ندا آئی یہ میخانے سے — اے رند خرابات مرے دیوانے
قبل اسکے مئے ناب سے بھرے ساغر — پیمانۂ دل سے بادۂ جان چھلکے

ہمیں اعتراف ہے کہ ترجمہ خوب ہے لیکن دوسرے شعر کے ترجمے میں کچھ ایسی کمی ہے کہ لطف نہیں آتا۔ ہم لکھتے تو یوں لکھتے۔

اٹھ بادۂ دوشینہ سے ساغر بھر دیں — اس سے پہلے کہ بادۂ جان چھلکے

دوسری رباعی کا ترجمہ خوب ہے ملاحظہ ہو۔

گر مے نخوری طعنہ مزن مستاں را — گر دست دہد توبہ کنم یزداں را
تو فخر بداں کنی کہ من مے نخورم — صد کار کنی کہ مے غلام است آں را

میکش تو نہیں تو طعن مستوں پہ نہ کر — ممکن ہے کھلا ہوا ہو توبہ کا بھی در
کیا فخر ہے اسپہ کہ نہیں تو مئے خوار — سو عیب ہیں میکشی سے بھی بدتر

اکثر ترجمے کی دشواریوں کی وجہ سے فاضل مصنف کو رباعی کے مقررہ اوزان سے روگردانی کرنی پڑی ہے اور دوسری بحروں میں مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی ہے مگر سعی

زدانی مین بعض رباعیان ایسی بھی نظر آئین جنھین دیکھکر یورپ کی غلط فہمیان یاد آگئین
ایک صاحب اس شعر

وز جمع صفت کوش کہ در روز جزا — حشر تو بصورت صفت خواہد بود

تھے معنی کا ترجمہ یون بیان فرماتے ہین کہ، قیامت کے دن اونٹ اور گوہان ایک شکل
ہونگے، سبحان اللہ،

اس کتاب مین بھی بعض بعض جگہ ترجمہ کا بھی رنگ موجود ہے ملاحظہ ہو،

بر چہرۂ گل شبنم نوروز خوش است — در صحن چمن روے دل افروز خوش است
از دی کہ گذشت ہر چہ گوئی خوش نیست — خوش باش ز دی مگو کہ امروز خوش است

چہرۂ گل پر زیبا شبنم نوروز خوب — اور چمن کے صحن مین پر روی دل افروز خوب
سردی گذری اب جو کچھ کہتا ہون وہ اچھا نہین — اس سے خوشی ہو اور نہ کہہ ہرگز کہ ہے امروز خوب

دی کا ترجمہ سردی بالکل اچھوتا ہے۔
خیام کہتا ہے، کل کی گذری ہوئی باتون کا ذکر اچھا نہین۔ خوشی مناؤ کل کی باتون کو چھوڑدو
کہ آج کا دن بہت اچھا ہے۔

پھر ملاحظہ ہو۔

دنیا دیدی و ہر چہ دیدی ہیچ است — وان نیز کہ گفتی و شنیدی ہیچ است
سرتاسر آفاق دویدی ہیچ است — وان نیز کہ در خانہ خزیدی ہیچ است

جو کچھ دنیا مین تونے دیکھا ہے ہیچ — اور جو کہ کہا اور سنا تھا ہے ہیچ
آفاق مین جتنا کہ تو دوڑا ہے ہیچ — اور وہ بھی جو کچھ گھر مین خریدا ہے ہیچ

آپ نے خزیدی، کو خریدی، سمجھکے، خریدا ہے ترجمہ کر ڈالا۔ بندہ پرور خزیدن کے
معنی ہین گھسنا خیام کہتا ہے کہ اگر تو نے تمام دنیا کی خاک چھانی جب بھی کوئی نتیجہ نہین اور
گھر مین گھس کے بیٹھ رہا جب بھی کوئی فائدہ نہین غرض دونون صورتین ہیچ ہین۔
اس قسم کی غلطیان بیحد افسوسناک ہین۔
جب ہم خود ان غلط فہمیون مین مبتلا رہینگے تو یورپ والون کے غلط ترجمے پر کس منہ

سے اعتراض کرینگے،

ترجمے کا لطف تو یہ تھا کہ اُردو نظم مین بھی وہی لطافت پیدا ہوتی جو فارسی مین موجود ہے اور اگر یہ امکان سے باہر ہے تو نظم مین ترجمہ کرنے کی ضرورت ہی نہین۔ ہمین اس سے انکار نہین کہ مولانا قوی نے اپنے ترجمہ کو دلچسپ بنانے کی کوشش نہین کی۔ لیکن ان کی ذات سے ہمین کچھ اس سے زیادہ توقع تھی اس کتاب مین ایک بڑی کمی یہ بھی ہے کہ مشہور الحاقی رباعیون کا بھی حوالہ نہین دیا گیا ضرور تھی کہ دیگر شعرا کی اُن رباعیون کیطرف اشارہ کر دیا جاتا جو خیام کے کلام شامل ہوگئی ہین۔

کاغذ عمدہ کتابت و طباعت ویسی نسبت حجم ۱۹۲ صفحہ قیمت فیجلد ۱ مجلد ۴ ر

ملنے پتہ۔ شاہجہانی پریس دہلی۔

اعظمی

سیاسیات

اس کتاب کے مصنف محمد اجمل خان صاحب بی اے علیگ ہین، آپنے ہر پہلو سے سیاسیات پر روشنی ڈالی ہے اس کتاب کے متعدد مقالے ہین۔ جنمین سیاست کے ہر شعبون پر کافی بحث کی گئی ہے، کتاب کے آخر مین اصطلاحات انگریزی کے اردو ترجمے بھی پیش کئے ہین۔ اور آخری ورق مین ان کتابونکا حوالہ دیا گیا ہے جن سے اس کتاب کی تصنیف مین مدد لی گئی ہے۔

عبارت مین اُردو زبان کی صحت کا بھی خیال رکھا گیا ہے، کاغذ کتابت و طباعت کے لحاظ سے بھی چندان قابل شکایت نہین، حجم ۳۲ صفحہ قیمت فیجلد عہ ر

ملنے کا پتہ۔ ناظم قومی دار الاشاعت سرائے گڈھ ہالہ آباد۔

تارے

دیدنی شام کے نظارے ہین زینت افزائے چرخ تارے ہین
آتشین پھول پیارے پیارے ہین ضوفشان نور کے شرارے ہین
ان کی کچھ شان ہی نرالی ہے
نہون تارے تو رات کالی ہے

تابشِ انجم فروزان ہے کہ شبِ تار جلوہ سامان ہے
چرخ پر عالمِ چراغان ہے گنبدِ نیلگون درخشان ہے
تیرگی مین ہے نور کا عالم
جلوۂ برقِ طور کا عالم!

نظر افروز شب چراغ ہین یہ یا مئے نور کے ایاغ ہین یہ
سینۂ آسمان کے داغ ہین یہ فرح بخشِ دل و دماغ ہین یہ
بحرِ ظلمت مین ہین حبابِ نور
یا ہین یہ گوہرِ خوش آبِ نور

یا مرصع ہے سقفِ زرنگاری لعل و گوہر ہین صرفِ زرکاری
تیرگی سے جہان پر طاری یہ ہین مصروفِ صد ضیا باری
چرخ پر قمقمے سے روشن ہین
یا دیے بے نیاز روغن ہین

کرۂ نار یا بجولان ہین اپنے محور کے گرد رقصان ہین
شام سے تا سحر فروزان ہین رات بھر خلوت کے نگہبان ہین،

رہنما ہین جہاز رانون کے
تارے آنکھون کی ہین کسانون کے

ہجر مین مبتلائے صد آفات　　تارے گن گن کے کاٹتے ہین رات
اُنکے حق مین ہین یہ چراغِ حیات　　آنکھون آنکھون مین پوچھتے ہین بات
دُور سے دیتے ہین پیام سکوت
یہ ہین دمساز تشنہ کام سکوت

کوئی ویران ہے کوئی معمور　　کوئی تاریک یا کوئی بقعۂ نور
زردرو کوئی صورتِ رنجور　　کوئی چشمک زن تجلیٔ طور
کوئی ثابت ہے کوئی سیّار
محوِ حیرت ہے چشمِ نظّار

کہکشان ہے کہ جادۂ زرین　　یا فلک پر ہے جدولِ سیمین
تابش افزا ہے جلوۂ رنگین　　بہرِ گردون ہے مایۂ تزئین
اُسکی صنعت کے نقش سارے ہین
مہر و مہ کہکشان کے تارے ہین

مہاراج بہادر برقؔ دہلوی

نشاط باغ
کشمیر

نشاط باغ کی ہے وہ نظر فریب بہار کہ جسکو دیکھکے دلمین خروش پیدا ہو
ہر آبشار کی موجون سے اور نغمون سے بہشت دیدہ و فردوس گوش پیدا ہو
وہ اونچے اونچے شجر ہین کہ سایے مین انکے ہر ایک دلمین نوائے سروش پیدا ہو
وہ سبز پوش ہی فرش چمن کہ مشکل ہے زیادہ اس سے کوئی سبز پوش پیدا ہو
ادہر وہ پھولون کا نظارہ سرور انگیز کہ جن سے طبع فسردہ مین جوش پیدا ہو
ادہر وہ ڈل کا نظارہ کہ آپ گر دیکھین تو دلمین آرزوئے نائے ونوش پیدا ہو

پھر اسپہ قہر ہو جب گوشہ چمن سے کوئی
عدوئے دین و دل و عقل و ہوش پیدا ہو

میر ولی اللہ

کمسن مالن

(از جناب جوش ملیح آبادی)

آرہی ہے باغ سے مالن وہ شرماتی ہوئی
مسکرانے مین لبون سے پھول برساتی ہوئی

فتنۂ دوشیزگی، نازک ادا، کافر جمال
سیکڑون رفتار کے ہنگام بل کھاتی ہوئی

خوشنما گردن مین اک ہلکا سا خم پیدا کئے
دونون ہاتھون سے گھنی زلفونکو سلجھاتی ہوئی

بسے کاکل سے چھڑکتی ہر قدم پر عطر سا
نقش پا سے ہر روش پر رنگ دوڑاتی ہوئی

پاؤن رکھتی ناز سے شبنم کے قطرونکی طرح
سبزۂ خوابیدۂ گلشن کو چونکاتی ہوئی

ہار گردن مین لپیٹے، مانگ پھولون سے بھری
بال بکھرائے جبین سے رنگ برساتی ہوئی

بار بار آنکھین اٹھاتی، سانس لیتی تیز تیز
باغ کی ٹھنڈی ہوا کے دلکو گرماتی ہوئی

پیار سے رنگین غنچون پر نگاہین ڈالتی
رنگ سا اک مد بھری آنکھون سے چھلکاتی ہوئی

ہنسکے، کھلنے کا سبق دیتی ہوئی ہر پھول کو
سادگی سے جھومنا شاخون کو سکھلاتی ہوئی

شام کے ہنگام دکھلاتی ستارون کی نمود
کاکلون مین سے "کرن پھولونکو" چھلکاتی ہوئی

نصف آنکھین بند کرکے سونگھتی پھولون کے ہار
رس جوانی کا سیہ پلکون سے ٹپکاتی ہوئی

ہاتھ لپکا کر کبھی شاخون سے غنچے توڑتی
آستینونکو بھرے شانونپہ مسکاتی ہوئی

کاکلون سے دیکھنے والونکی نظرین باندھتی
تازہ ارمانونکی کلیان دل مین چٹکاتی ہوئی

پھول آنچل سے بندھے آنچل پڑا ہے دوش پر
اور آنچل پر سیہ زلفین ہین بل کھاتی ہوئی

درد پیدا کر رہی ہین نغمۂ رفتار مین
دل فسردہ تیپان زیر قدم گاتی ہوئی

پھیل پڑتی ہین پر افشان، کبھی رخسار پر
جھٹ پٹے مین تتلیان شاخونپہ تھراتی ہوئی

ہائے کیا گوری کلائی مین ہے کنگن دلفریب
ہائے کیا سینے کی ہیکل ہے غضب ڈھاتی ہوئی

کاش پوچھے کوئی اس کمروا مالن کا نام
آرہی ہے جوش کے دلکو جو تڑپاتی ہوئی

کلامِ کیفی

طلسم اُٹھ جائے تیرے دل سے اُمید و بیم اور ما و من کا
تو خاص بندہ بنے خدا کا اثر نہو تجھپہ اھرمن کا

کھلے ہوں گر دیدۂ بصیرت خلوص سے ہو بھری طبیعت
تو رہبر مسلک حقیقت فسانہ بن جائے نل دمن کا

دوئی سے اس کا جو صاف دل ہی تو برگ سبز آشنائے گل ہے
خودی سے جو خود جدا ہوا ہے وہ سبزہ بیگانہ ہے چمن کا

تو اورشیدائی باغ و گل کا تجھے تو بے رنگ و بو کا چسکا
ہے خواہش نفس کا تو بندہ نہیں فدائی گل و سمن کا

ہے استقامت نشانِ وحدت فشارِ خاطر ہے وجہ خفت
رہا جو ثابت قدم جگہ پر وہی تو پتھر ہے لاکھ من کا

نہیں وہاں دخل ہم جہاں ہیں تمیز ذات و صفات کا بھی
تو کیا فسانہ یہ لے کے بیٹھا ہے ناسمجھ شیخ و برہمن کا

وہ ہر میں وہر سے الگ بھی وہ عین وحدت وہ زیب کثرت
اسے وہ سمجھیں گے جنکو حاصل ہے رتبہ خلوت در انجمن کا

یہ ایک ننّی سی جان کیا ہے شہید ہونے کا جب مزا ہے
کہ ہر بنِ مُو بنے رگِ جان فدائے الفت کے تن بدن کا

کبھی بٹھائے نہ اپنی آنکھون پہ کوئی کج خلق آدمی کو
تجھے یہ ابرو کی دیکھا دیکھی ہوا ہے کیا چاؤ بانکپن کا
سدا بہار اپنا باغِ دل ہے اِسی کی کرتے ہین سیر کیفی
کرینگے ہم جاکے کیا نظارہ نشاط باغ اور ہارون کا

آرزوئے شمیم

(از رائے بہادر پنڈت شیو نراین صاحب شمیم)

سرکو وکٹیا بنا کے اک کہ نہ کوئی بستی قریب ہو
بسین ہمین جا کے شمیم ہم یہ نشیمن اپنی نصیب ہو

نہ مقدمون کے ہون مخمصے نہ سنین ججون کی ڈگری فیصلہ
نکرین کسی سے مباحثے نہ مقابلہ مین رقیب ہو

نہ غرض ہو وید و پران سے نہ گرنتھ اور قرآن سے
کرین یاد گوتم بدھ کی ہم وہی ہر دم اپنا ادیب ہو

کرین ورد اُسکے کلام کو کہ رموز دہر ہون منکشف
جو ستائین درد و الم ہمین تو بغل مین اپنی طبیب ہو

نہ ستایش اپنا شعار ہو نہ کرین کسیکی شکایتین
نظر آئے ہر بشر ایک سا وہ رذیل ہو کہ نجیب ہو

نہ مال و زر کی ہمین ہوس ہو نقد پاس ہو اور بس
نہ دوکان ہو نہ حساب ہو نہ کتاب ہو نہ منیب ہو

مئے معرفت پئین دم بدم بتِ گوتم اپنے ہو سامنے
کرین سجدہ اُسکے حضور مین وہی پیارا اپنا حبیب ہو

نوٹ ۔ نشاط باغ اور ہارون کشمیر کے دو نہایت فرحت بخش مقام ہین ۔

جذبات ریاض

لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی رسالہ زمانہ کے قدیم کرمفرما ہین، آپ نے جنوری نمبر کے لیے اپنی تازہ ترین غزل عنایت فرمائی ہے، جسکو ہم نہایت مسرت کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

بوسے کے بدلے گالی بھی تو کبھی کبھی　　کچھ اس سے بڑھکے بھی بت بدخو کبھی کبھی

کیونکر نہ یاد آئے بھری بزم ناز مین　　کہنا کسی کا پائے مجھے تو کبھی کبھی

دیکھون گلے پر اپنے کبھی چلتے دور سے　　خنجر نہین کھنچے ہوئے ابرو کبھی کبھی

زاہد ترے لیے ہے، بہت اتنی بات بھی　　ظرف وضو شراب کی دے بو کبھی کبھی

گنتی مین کم پڑین تری نازک کمر کے بل　　لہرائین یون کھلے ہوئے گیسو کبھی کبھی

ڈھلتی ہے ساتھ خضر کے سبزے کے فرش پر　　جمتے ہین وہ بھی آکے لب جو کبھی کبھی

اُٹھتی رہین نگاہین ادھر بزم ناز مین　　ہوتے رہین یہ تیر ترازو کبھی کبھی

موقع ہو تو مزے کی ہے رندانہ یہ ادا　　اے بادہ نوشو باندھ کے چلو کبھی کبھی

جیسے ہمارے زخم جگر کے لہو کی بوند　　ایسے بھی آئین آنکھ مین آنسو کبھی کبھی

برگشتہ دل سے ہے جو مژہ، تو زبان سے　　گھر پر ہمارے پھرتی ہے جھاڑو کبھی کبھی

جنگل مین رہنے سہنے سے مانوس ہو گئے　　ملتے ہین آنکھ تلوے سے آہو کبھی کبھی

کچھ کچھ اُٹھین بھی آئی ہنسی روکنا پڑی　　پینا پڑے ہمین بھی کچھ آنسو کبھی کبھی

جا کر جنان مین کچھ لب کوثر جھجک نہو
اُڑتی رہے ریاض لب جو کبھی کبھی

بزم سخن

(حضرت جگر مرادآبادی)

ایک ذرے کا اگر حسن نمایاں ہوجائے
آدمی شدتِ انوار سے حیران ہوجائے

قلب عالم جو مرے حال سے جنباں ہوجائے
سعی ناکام بھی اک کارِ نمایاں ہوجائے

کفر ہی کا اگر انسان کو عرفان ہوجائے
جس جگہ ٹیکدے سر کعبۂ ایمان ہوجائے

بے نقاب آج تو یوں جلوہ جاناں ہوجائے
جو جہاں پر ہو وہیں بیخود و حیران ہوجائے

واقفِ سرِ حقیقت اگر انسان ہوجائے
غم سے نزدیک ہو راحت سے گریزاں ہوجائے

یوں بڑھے پائے طلب حسنِ قدم کی جانب
ایک ہی جست مین طی عالمِ امکان ہوجائے

عام ہے بیعتِ ساقی درِ میخانے سے باز
آج ہونا ہو جسے آکے مسلمان ہوجائے

دل ہے گنجینۂ انوار، نگاہیں محدود
کاش اس کل کا ہر اک جزو پریشان ہوجائے

عرش تک ہو نہیں سکتی جو رسائی نہ سہی
یہی انسان کی ہے معراج کہ انسان ہوجائے

اللہ اللہ یہ عرفان جنوں کی تاثیر
آج جس خار سے کہدوں وہ گلستان ہوجائے

تم سنادو کسی پردے سے جو اپنی آواز
روح خوابیدہ ابھی جسم میں رقصاں ہوجائے

مستیٔ عشق کا افسانہ اگر چھیڑ دوں میں
کفر کی شرح میں گم شیخ کا ایمان ہوجائے

اس سے بڑھکر کوئی دلسوز بھی دنیا میں نہیں
نفسِ چالاک اگر تابعِ فرمان ہوجائے

دل نے دیکھا ہے جو اسکو نظر آجائے اگر
یہ تموج ہو نگہیں کہ پریشان ہوجائے

رفتہ رفتہ نہ رہا لطفِ توازن باقی
ہوش و مستی میں بہم پھر کوئی پیمان ہوجائے

خام ہو جو طلب و شوق کا اعجاز جگر
ہر نفس عشق میں جبتک نہ رگِ جان ہوجائے

جناب آثر لکھنوی

بیخودی ہنگامہ آرا تھی جنون کا جوش تھا
نعرۂ مستانہ گلبانگ وداع ہوش تھا

کسقدر بیگانۂ راحت دل غم کوش تھا
ساز ہستی ایک آہ سرد مین خاموش تھا

دیکھنا شوخی کہ ساقی کب ہوا ظرف آزما
جسگھڑی چھلکا ہوا پیمانۂ مے نوش تھا

ہجر کی راتین وہ سناٹا وہ الجھن وہ خلش
نالہ فرط ضعف سے مہر لب خاموش تھا

انتظار ساقئ مہوش کی لذت کچھ نہ پوچھ
دل وفور شوق سے جام مے سرجوش تھا

کشمکش مین آرزوئین صرف حرمان ہوگئین
مین رہین لذت غم دل تمنا کوش تھا

دلکے پردون مین ابھی تک جنبش مستانہ ہے
جلوۂ سرشار تیرا نغمۂ خاموش تھا

مے پرستی چھوڑکر کیا کیا ہوا ہے انفعال
ایک جام بیخودی کفارۂ صد ہوش تھا

اشتیاق ذبح مین بسمل کی اللہ رے خوشی
خون رگون مین رقص کرتا تھا یہانتک جوش تھا

دل مین تھے سو داغ اور ہر داغ مین زخم کہن
یاد آیا میکہ پھولون سے بھرا آغوش تھا

تھا شبستان تصور مین کوئی جلوہ فروش
داغ چشم منتظر دل حلقۂ آغوش تھا

جسکے دلمین جسقدر تھا ذوق مستی رہ گیا
محفل ساقی مین ہر اک بے پیے مدہوش تھا

یہ تغافل پردۂ مہر و مروت ہے آثر
حسن بے پروا کا سائل کی صدا پر گوش تھا

جناب محشر لکھنوی

عاشقی مین کیا مرا طرز وفا اچھا نہ تھا
جب تو اُس ظالم کا انداز جفا اچھا نہ تھا

محو عشق دوست کس منہ سے کہی کیونکر کہے
یہ نہ پوچھو کیا تھا اچھا اور کیا اچھا نہ تھا

ہمزبان ہم بھی ہین موسے کے سوال دید مین
آنکھ بھر کر لیکن اُن کو دیکھنا اچھا نہ تھا

کامیابی اور ناکامی کا رونا کس لیے
خود مرا انداز عرض مدعا اچھا نہ تھا

کیون کہین اُن سے ادھر بھی اک نگاہ التفات
جبکہ اپنے ہی مقدر کا لکھا اچھا نہ تھا

عکس جلوے کا بھری محفل مین پیدا کردیا
تم بہت اچھے تمہارا آئینہ اچھا نہ تھا

ہر نفس فرقت مین اُف اُف کی بلند آواز تھی
یہ طریقہ اے دل درد آشنا اچھا نہ تھا

ہوگیا تھا شام ہی سے گل چراغ غم کدہ
رات کو حال دل درد آشنا اچھا نہ تھا

(جناب تسکین سونوی)

بلا سے زہر پلا کر مجھے دوا دینا ۔ تم اپنے ہاتھ سے لیکن ذرا پلا دینا
ادا سے دیکھ کے چپکے سے مسکرا دینا ۔ انھین تھا مد نظر یون مجھے رُلا دینا
رہے نشان نہ کوئی زیر آسمان باقی ۔ مجھے مٹاؤ تو مرقد کو بھی مٹا دینا
مرا یہ حال تمہاری یہ ظاہری باتین ۔ غضب ہے سامنے روتے کے مسکرا دینا
چراغ گور کا کیا ہے جلا جلا نہ جلا ۔ بجھا بھی دو جو ہے منظور اُسے بجھا دینا
ادا سے لے خم گیسو نکالنے و الے ۔ مریض ہجر کی بگڑی ذرا بنا دینا
نہین چراغ کہ جسکو جلا کے خوش ہوگے ۔ یہ دل ہے اسکا جلانا بھی ہے بجھا دینا
جسے ہو رنج سے مطلب جسے ہو درد سے کام ۔ پھر اُسکا کون بڑی بات ہے رُلا دینا

خدا ہی جانے یہ غش ہے کہ مر گیا تسکین
اُٹھا سکو تو ذرا تم اِسے اُٹھا دینا

نتیجہ فکر جناب بابو رام پرشاد صاحب کھوسلا ایم اے آکسن پرنسپل گورنمنٹ کالج مظفر پور

گزارے کنج تنہائی مین دن کوئی یہان کبتک ۔ رہے اہل زمانہ سے بشر دامن کشان کبتک
نکلجائیگی منھ سے بات بیتابی کی حالت مین ۔ رہیگا ضبط آخر راز دل کا پاسبان کبتک
کہین تو اور جا مسکن بنا اے مرغ دل اپنا ۔ بچیگا برق کے ہاتھون سے تیرا آشیان کبتک
تقاضا ہے کرتا کیون ہے اے دربان مشفق تو ۔ یہ سر کبتک رہیگا اور یہ سنگ آستان کبتک
جلا کر خاک کر ڈالا زمین کو آتش دل نے ۔ ہماری آہ سے بچتا ہے دیکھین آسمان کبتک
نکلجائیگا آخر سینہ کی تنگی سے گھبرا کر ۔ رہیگا تنگنائے دل مین راز عاشقان کبتک
اسے آخر خزان کے ہاتھ سے ویران ہونا ہے ۔ رہیگا بلبلو سرسبز صحن گلستان کبتک
کبھی تو آسمان کے کان تک فریاد پہنچیگی ۔ رہیگی بے اثر دنیا مین آہ بیکسان کبتک
مٹا دیگی کوئی دن مین صبا گور غریبان کو ۔ رہیگا بیکسو نکا دہر مین باقی نشان کبتک

انھین فرصت نہین ملتی جفا و جور سے ناشاد
رہوگے تم سناتے درد دل کی داستان کبتک

رفتار زمانہ

ہندوستان مین کرسمس کا ہفتہ قومی جلسون کے لیے وقف ہو چکا ہے مگر اب ان جلسونکی تعداد
اسقدر اضافہ ہوگیا ہے کہ اگر سب جلسون کا جو سال کے آخری ہفتہ مین منعقد ہوتے ہین مفصل ذکر کیا جا
تو شاید اس رسالہ کے کئی نمبرون مین بھی داستان ختم ہو -

کانگریس کا اجلاس امسال بلگام مین مہاتما گاندھی کے زیر صدارت منعقد ہوا بعلاوہ بلگام ہی مین نو
دیگر آل انڈیا کانفرنسون کے اجلاس ہوئے دو کانفرنسین بمبئی مین اور دو لکھنؤ مین ہوئین - ان کے علاوہ
مختلف قسم کی متعدد دیگر کانفرنسین میرٹھ - کانپور - بریلی وغیرہ وغیرہ متفرق مقامات مین ہوئین - مگر فرقہ وار
مجالس سے قطع نظر صرف دو ہی پولیٹکل جماعتین ایسی ہین جنمین اہل ملک بلا کسی تفریق ذات و ملت و صوبہ کے شریک
ہو سکتے ہین - اول کانگریس دوم لبرل فیڈریشن جسکا اجلاس سٹر پرانجپے کے زیر صدارت لکھنؤ مین ہوا حاضرین
کی تعداد کے لحاظ سے کانگریس اور فیڈریشن مین کوئی مقابلہ نہین کیا جا سکتا ہے - کانگریس کے شرکاء کی
تعداد انیس بیس ہزار تھی اور فیڈریشن مین پانچ سات سو اصحاب شریک ہوئے ہونگے - نتائج کے لحاظ سے
اگر ہم کانگریس کی کاروائی سے مطمئن نہین ہین لیکن بلا شبہ اب بھی ملک مین جسقدر جوش کانگریس مین دیکھنے
مین آتا ہے - دوسری کسی جماعت کو یہ بات نصیب نہین کانگریس کے لیڈر واقعات کی دنیا سے اپنے تئین
خواہ کتنا ہی دور کیون نہ رکھتے ہون لیکن اہل وطن کے دلون مین ان کی ذات سے جوش اور ولولہ پیدا ہوتا
ہے، گو مہاتما گاندھی نے کانگریس کی صدارت اس سال منظور کی ہے - لیکن آج چار سال سے انھین کا سکہ
رواں ہے اور گو ملک پر اب ان کا چار سال پہلے کا سا اقتدار نہین ہے لیکن اب بھی کسی اور ملکی رہنما کو جمہور
عام مین اسقدر مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل نہین ہے جتنی کہ گاندھی جی کو - اور گو اس مرتبہ کانگریس نے
کوئی کار نمایان نہین کیا اور بقول ہمعصر سوشل ریفارمر امسال عام حاضرین مین کچھ زیادہ جوش نمایان نہ تھا
تاہم مہاتما گاندھی کے زیر ہدایت کانگریس کے ذریعہ اخلاقی حیثیت سے ملک کے اخلاق و آداب و وضع
اور معاشرت مین رفتہ رفتہ حیرت انگیز تبدیلی ہو رہی ہے کانگریس سے غیر ملکی کپڑے کا بائیکاٹ ہو چکا ہے -
اب کھدر ہی اوڑھنا اور کھدر ہی بچھونا رہ گیا ہے خیمے بھی کھدر کے پوشاکین بھی کھدر کی اور فرش
بھی کھدر کا - سیوا کا علاوہ خدمت عامہ کا جوش جس موثر پیرایہ مین کانگریس مین نظر آ رہا ہے [illegible]

[illegible] نہیں دیتا مگر رضا کارون کے علاوہ صدہا خاتونین شرکا رکانگریس کے آرام و آسایش اور کل انتظام کی انجام دہی مین سرگرمی سے مستعد تھین، والنٹیرون کا ادنے سے ادنے اخدمت کے لیے بلا عذر وحجت تیار رہنا آیندہ کے لیے کچھ کم حوصلہ افزا نہین ہے۔

صفائی اور حفظان صحت کا کام ملک مین ہر جگہ مہترون اور بھنگیون ہی کے سپرد رہتا ہے۔ مگر مہاتما گاندھی کی اعلےٰ تعلیم کی بدولت بلگام مین چھتر برہمن والنٹیرون نے اس ضروری خدمت کو اپنے ذمہ لیا تھا ہم اُس موقعہ کو بہت اہم سمجھتے ہین۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر مہاتما جی پولیٹکل میدان سے ہٹکر ہندوؤن کے ذات پات کے جھگڑون اور ہندو مسلم اتحاد کے استحکام کیطرف ہمہ تن متوجہ ہو جائین تو کانگریس کے بہ نسبت ملک کے پولیٹکل ترقی کی رفتار بہت تیز ہو جائے ہمارا خیال ہے کہ مہاتما جی کو جلد ہی کانگریس سے ہٹ کر اس اہم کام کو اپنے ہاتھ مین لینا ہوگا۔ درحقیقت وہی اسکو اپنے ذمہ لے سکتے ہین۔ موصوف نے اپنی صدارتی تقریر مین اسبات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ اگر چرخہ کے متعلق اہل کانگریس ان کے ہمخیال نہ ہونگے تو پھر شاید وہ ان کی رہنمائی سے کنارہ کش ہو جائینگے۔ اس سال بڑا زور چرخہ ہی کے رواج دینے پر دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اب کانگریس کی ممبری کی یہی شرط ہے کہ ہر ممبر دو ہزار گز سوت خود کاتے یا کسی دوسرے شخص سے کتوا کر کانگریس مین داخل کرے۔ مہاتما گاندھی چرخہ ہی کو ملکی نجات کا آلہ سمجھتے ہین۔ چرخہ کا پیغام انھون نے ملک کو دیا ہے۔ اور اسی پر انھون نے سب کچھ منحصر کر رکھا ہے ہماری ناچیز رائے مین اس وسیع براعظم مین اسوقت چرخہ کی عالمگیر حکومت کا استحکام کیساتھ قیام ممکن نہین ہے۔ ذاتی طور پر کسی کو بھی چرخہ سے کوئی تعصب نہین ہو سکتا لیکن اہل ملک اس ابتدائی منزل کو اپنے مقاصد کے لیے کافی نہین سمجھتے۔ دیہات کے خانہ نشینون کے لیے چرخہ کا رواج اب بھی بہت مفید ہوگا۔ لیکن تاریخ قدیم مین کوئی زمانہ ایسا نہین گزرا ہے، جب ہندوستان کے مردونکا عام شغل چرخہ کاتنا رہا ہو۔ ہمکو اب بھی اسکے اسقدر مقبول عام ہونے کی توقع نہین ہے آج چار برس سے مہاتما جی اسپر زور دے رہے ہین تاہم ابھی تک ملک کا بہت بڑا حصہ چرخہ کاتنے کو اپنا حاصل زندگی نہین بنا سکا۔ اسپر بھی مہاتما گاندھی نے غیر ملکی کپڑے کے بائیکاٹ پر بہت زور دیا ہے اور اسمین شک نہین کہ اگر ہندوستانی ملون کے کپڑون سے تعصب نہ برتا جائے تو کسی اہل ملک کو غیر ملکی کپڑا خریدنے کی مجبوری نہین ہے۔ باینہمہ کپڑے کی غیر ملکی تجارت مین کوئی مستقل تخفیف نہ ہو سکی حالانکہ تقسیم بنگالہ کے وقت سے ابتک سودیشی کپڑون کے استعمال پر زور دیا جا رہا ہے، بہرحال اگر مہاتما جی اپنی تمامتر توجہ چرخہ پر محدود کرنے کے بجائے ملک مین وسیع پیمانہ پر پارچہ بنانے کے کارخانے کھلوانے پر مستعد ہو جائین تو شاید جلد یہ حالت پیدا ہو جائے [illegible] سے عمدہ اور سستے سے سستا کپڑا ہندوستان مین بمقدار کثیر تیار ہو سکے اور ملک کے لاکھوں

تو ہمون کو حصول معاش مین بھی آسانی ہوجائے ۔ مہاتماجی اپنی تقریر مین فرماتے ہین کہ ... کی
پتہ مین کوئی منافرت یا مغائرت کا خیال موجود نہین ہے لیکن ابھی جب انگریزی کپڑون کا ... داخل
داخل ہوا اور گھٹر کے گھٹر کپڑے نذر آتش کرنا جائز و مناسب سمجھا جائے تو پھر عوام کے دلون سے قومی
منافرت کا نقش کیسے محو کیا جا سکتا ہے ۔ خیر یہ تو جزوی امر ہے ۔ اصل یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستان
کے لیے لنکا شائر سے بے نیاز ہونا کس طرح ممکن ہے اسبارے مین ہم ادب سے یہی عرض کرین گے کہ چرخہ
سے یہ نتیجہ قطعی ناممکن ہے امسال پانچ لاکھ ممبرون کے درج رجسٹر ہونے کی امید کیجاتی ہے لیکن پانچ
لاکھ ممبر جتنا سوت کاتین گے اُس سے ایک ضلع کی بھی ضروریات پوری نہین ہو سکتین پھر کیسے امید
کیجائے کہ چرخہ ہمکو لنکا شائر کے مال سے بے نیاز کر دے گا ۔ نہ ہماری معاشرت اتنی سادہ ہے اور نہ طرز
زندگی اسقدر مختصر کہ چرخہ سے ہمارے تمام مسائل حل ہو جائین ۔

بلگام کانگریس کا دوسرا اہم کام اس معاہدہ کو منظور کرنا تھا جو سوراجیون کے ساتھ مہاتما گاندھی نے کلکتہ مین کیا تھا مسٹر داس اور
پنڈت نہرو چرخے کے کچھ ایسے معتقد نہین ہین مگر انھون نے مصلحتاً مہاتما گاندھی کی ضد مان لی اور اپنے
پیرؤن کو بھی اُسے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ۔ مہاتما گاندھی نے اسکے معاوضہ مین کونسلون مین کانگریس کیطرف
سے سوراج پارٹی کی قایمقامی تسلیم کر لی ۔ اسطرح مہاتماجی نے کانگریس کی باگ دوڑ درحقیقت مسٹر داس
اور پنڈت موتی لال نہرو کے ہاتھون مین دیدی اور یہ حضرات ابھی سے غالباً آیندہ کونسل کے انتخابات
مین اپنے پارٹی کے موجودہ اثر کو برقرار رکھنے کے فکر مین معلوم ہوتے ہین مہاتماجی کو آیندہ انتخاب کی نہین آیندہ
نسل کی فکر ہے ، بہرنوع متحدہ کانگریس کے خیال کو جو اہمیت مہاتما گاندھی کے نظرون مین ہے وہ ان ...
کی نظرون مین نہین ہو مہاتما گاندھی تمام ہندوستان کے اتحاد و یگانگت کو ضروری سمجھتے ہین ۔ انھون نے
اپنی تقریر مین اسپر بہت کچھ زور دیا ہے لیکن ہماری سمجھ مین نہین آتا ہے کہ سوراج پارٹی کیساتھ کانگریس نے
جس خصوصیت کا برتاؤ کیا ہے اسکے بعد دیگر پارٹیان اسمین کس طرح شامل ہو سکتی ہین ۔ ملک مین عموماً لبرل
اصحاب کو کانگریس سے علیحدہ رہنے پر اکثر مطعون کیا جاتا ہے لیکن بحالت موجودہ اُن کی شرکت کی کوئی
صورت نظر نہین آتی ہے اور نہ اس سے کچھ نفع ہی ہو سکتا ہے ۔ مسز بیسنٹ سب پارٹیان ... چرخہ
کاتنے پر بھی رضامند ہوئین اور خود مسٹر گاندھی کی صاحبزادی سے انھون نے چرخہ چلانا سیکھا لیکن کانگریس
مین انکی موجودگی و عدم موجودگی دونون برابر رہی ۔ ... ہوم رول خود اختیاری کو وہ تمام قومی جماعتون
کی طرف سے برطانوی پارلیمنٹ مین پیش کرنا چاہتی ہین اور جسے کانگریس سے منظور کرانے کی ...
وہ بلگام تشریف لیگئی تھین اسکا کانگریس درکنار سبجکٹ کمیٹی مین بھی ذکر تک نہ ...
مہاتما گاندھی نے اپنی تقریر مین ان کو آپریشن کی ناکامیابی تسلیم کی ...

گو بہت سی تحریکات کو مجموعی طور پر کامیابی نصیب نہین ہوئی لیکن ان کی بدولت علیحدہ علیحدہ مختلف دائرہ اثر کی بے وقعتی ہوگئی ہے۔ ہمکو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ خیال صحیح نہین ہے یہ ضرور ہے کہ مجموعی حیثیت سے غیر ملکی حکومت کو اب پیشتر سے لوگ زیادہ برا سمجھنے لگے ہین لیکن سرکاری مدارس اور سرکاری عدالتون وغیرہ کیطرف عام رجوعات مین کوئی کمی نہین ہوئی ہے۔

مہاتما گاندھی کے ایڈریس مین علمی طور پر دو باتین خاص طور پر قابل ذکر ہین اول یہ کہ انھون نے ہندوستان و انگلستان کے باہمی تعلق قایم رکھنے کی پوری خواہش ظاہر کی اور زیر سایہ برطانیہ سوراج حاصل ہونے کے فوائد پر بڑا زور دیا ہے دوسرے انھون نے ملکی اصلاحات کا ایک خاکہ بھی اہل ملک کے روبرو پیش کیا ہے، ہم اسکے متعلق اسوقت لوگ مفصل بحث کرنا نہین چاہتے ہین ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ موہوم اور مبہم باتون سے گذر کر ملکی اصلاحات کا ایک مکمل نقشہ ہمارے پیش نظر کیا گیا ہے۔ جسکے بیشتر حصے سے اہل ملک کو اتفاق ہوگا۔

مہاتما گاندھی کی تقریر مین بیان کی صفائی اور اختصار کی وہ تمام خوبیان موجود ہین جو ان کے کل تحریرات کا حصہ ہین۔ لفظ لفظ سے انکی اخلاقی بلندی اور ان کی بینظیر حب الوطنی مترشح ہے۔ مگر اس صدارتی تقریر مین وہ زور نہین ہے جو انکی گذشتہ بیانات مین موجود ہے شاید دلائل کے اعتبار سے بھی اس تقریر مین وہ قوت نہین ہے۔ اسکی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ ابھی صوف کو اسبات کا احساس ہو چلا ہے کہ اہل ملک کے دلون پر انکا وہ اقتدار باقی نہین ہے جو دو تین سال پیشتر انھین حاصل تھا تقریر کے بعض حصے اصول و دلائل کے اعتبار سے صریحاً کمزور ہین مثلاً کونسلون کی نیابت اور سرکاری ملازمت کے متعلق انھون نے ہندون سے ایثار سے کام لینے کی سفارش کی ہے لیکن اسکا کوئی اصول یا طریقہ وضاحت سے بیان نہین فرمایا اسیطرح دیسی ریاستون کے متعلق رائے دیتے ہوئے انھون نے والیان ریاست کا تو پورا خیال کیا ہے لیکن انکی رعایا کا کوئی لحاظ نہین فرمایا ہندو مسلم نفاق کے متعلق انھون نے مذہبی تعصبات بھڑکانے والون کی شکایت کی ہے لیکن اسبات کو نظر انداز فرمایا ہے کہ خلافت و نان کو اپریشن کی تحریکون نے ہر چھوٹی بڑی بات کو مذہب کے رنگ مین رنگ دیا ہے جسکا یہ افسوسناک نتیجہ ہوا ہے کہ ہر سیاسی معاملہ مین قدامت پرست مذہبی پیشوا دخیل ہو گئے ہین حالانکہ موجودہ تاریخ عالم ہمکو یہی سبق دیتی ہے کہ مذہب کا سیاست مین کوئی دخل نہ ہونا چاہیئے۔ مہاتما جی نے نان کو اپریشن کی ناکامی کا اسطرح ذکر کیا ہے گویا وہ صرف عارضی طور پر ملتوی کی گئی ہے۔ بقول لالہ لاجپت رائے صاحب اس التوا کے سوائے اسکے اور کوئی معنی نہین ہو سکتے کہ اب یہ تحریک قطعاً ترک کردی گئی ہے مگر صاف الفاظ مین اس حقیقت کا نہ کانگریس نے اقرار کیا اور نہ اسکے گذشتہ فصلت صدر نے۔ مہاتما جی کا یہ فرمانا کہ نان کو اپریشن کی اسپرٹ

اہل ملک کے دلوں میں مستقل طور پر جاگزین ہو گئی ہے اور اب وہ مفقود نہیں ہو سکتی صرف یہی حق رکھتا ہے کہ ہر قوم کا پیدائشی و فطری حق ہے کہ جس وقت ممکن و مناسب ہو حکومت غیر کا خاتمہ کر دے مہاتما جی عدم تشدد کی شرط اور اضافہ کرتے ہیں۔ یہ کہ اس تحریک نے عوام الناس میں ایک نئی قوت کا احساس پیدا کر دیا ہے اور پولیٹیکل حیثیت سے ملک بہت کچھ بیدار ہو گیا ہے بدیہیات سے ہے۔ لیکن اس سے جو نقصان عظیم ملک کو پہنچے ہیں انکو خود مہاتما جی نے بیان کر دیا ہے۔ ہماری رائے میں جو فائدہ ضمنی طور پر ملک کو پہنچا ہے اسکا سبب نان کو اپریشن نہیں بلکہ اسکے ایثار مجسم بانی کی ذات والا صفات ہے۔

بنگال آرڈیننس کے متعلق مہاتما جی نے اہل ملک کے جذبات کی نہایت خوبی سے ترجمانی کی ہے۔

کانگریس نے انگلستان میں پولیٹیکل جد و جہد کا اس سال بھی کوئی انتظام نہیں کیا۔ غیر ممالک میں ہندوستانیوں کو جو تکالیف ہیں اسکے متعلق کانگریس کے پاس قبل حصول سوراج قبل کوئی تدبیر ہی نہیں ہے معلوم نہیں اس مسئلہ کا حصول سوراج کے بعد بھی کسطرح حل ہو سکے گا ہم سمجھتے ہیں کہ کانگریس نے واقعات سے اب بھی سامنا کرنے سے گریز کیا ورنہ نان کو اپریشن کو ترک کرنیکے ساتھ ہی کونسلوں میں آئینی جد و جہد کے دروازہ کو بالکل کھولدیا جاتا۔ خیر یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کونسلوں میں "ہمیشہ مخالفت کی پالیسی" سر سبز نہیں ہو سکتی۔ سال ہی کے اندر سوراج پارٹی کو بیسوں پیترے بدلنے پڑے ہماری رائے میں اب کانگریس کو وزارت کے عہدے قبول کرنے کی صاف و صریح اجازت دیدینا چاہیئے۔ وہ مطالبات گاندھی کے مطالبات کے متعلق کیا کارروائی ہو سکتی ہے۔ سوراج پارٹی کے ساتھ بھی کوئی خصوصیت برتنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسبارے میں کانگریس کا قدیم رویہ برائے چندے اور قایم رہنے دیا جاتا تو بہتر ہوتا ۔ لبرل پارٹی کو بھی شکایت کی گنجایش نہ ہوتی اور اتحاد باہمی بھی زیادہ آسان ہو جاتا۔

اسیطرح ممبری کے شرایط میں قومی کام کے اصول کو مد نظر رکھنا تھا تو قومی خدمت کو سوت کاتنے پر محدود کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس سے کانگریس کا دائرہ بہت سے اہل ملک کیلیے خواہ مخواہ تنگ ہو گیا ہے۔

کاروباری مستعدی کے لحاظ سے بلگام کانگریس نہایت کامیاب رہی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد شاید پہلی مرتبہ بلگام میں کانگریس کا اجلاس اپنے وقت مقررہ پر ختم ہو سکا۔ مہاتما گاندھی نے بڑے سے بڑے لیڈر کو تقریر بازی میں وقت ضایع نہیں کرنے دیا بلکہ کل کام دستور العمل کے بموجب بلا کسی کے لحاظ خیال کے بالکل پابندی وقت کیساتھ انجام دیا گیا۔ ہم لوگ باتوں میں وقت ضایع کرنیکے عادی ہو گئے ہیں۔ بلگام کانگریس کی مستعدی دیگر جماعتوں کے لیے سبق آموز ہونا چاہیے

لبرل فیڈریشن کے صدر کی تقریر کا لہجہ کسیقدر سخت اور بعض مقامات میں قابل بحث تھا لیکن مطالب کے اعتبار سے ہم اس تقریر کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ لبرل فیڈریشن کو ابھی تک ریفارم ایکٹ کے [illegible] سے فرصت نہ تھی شکر ہے کہ اس سال رفاہ عام اور فلاح ملکی کے پروگرام پر وسیع [illegible]

کھلی ہے مگر ایک شکایت ابھی تک باقی ہے وہ یہ کہ دنیا ادھر کی اودھر ہوگئی لیکن ہمارے لبرل اصحاب اپنے طرز عمل و معاشرت مین ایک قدم ادھر سے اودھر نہ ہوئے۔ اور بہت سی باتون مین اب بھی انھون نے اپنے بیان و عمل مین مطابقت کی کوئی کوشش نہین کی۔ مثلاً تقسیم بنگالہ کے وقت سے سودیشی کے متعلق جو رزولیشن کانگریس مین پاس ہوتا چلا آیا ہے وہی اب بھی فیڈریشن ہر سال پاس ہو جاتا ہے لیکن عملی حیثیت سے اسپر عمل کرنے کی کوئی کوشش نہین ہوتی بلکہ اسکے برعکس اس سال ڈیلی گیٹ حضرات مین شاید نوے فیصدی اصحاب غیر ملکی لباس مین ملبوس تھے عوام پر اسکا بہت ہی برا اثر پڑتا ہے اور گفتگو مین وہ اثر نہین ہو سکتا ہے جسکے بغیر کوئی عام تحریک مقبول نہین ہو سکتی۔ لبرل پارٹی مین ملک کے بعض بڑے بڑے لایق و ذی اثر حضرات موجود ہین۔ اہل دل کی بھی کمی نہین ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پارچہ باقی کے بڑے بڑے کارخانون کی قدیمی کیطرف فیڈریشن کی توجہ نہین ہے حامیان فیڈریشن ملکی صنعت و حرفت کو ترقی دینے کیطرف کیون نہین رجوع ہوتے ہین؟ ملکی تجارت کے راستے مین جو دشواریان ہین انکو رفع کرنے کی کوشش بھی فیڈریشن کو اپنے ذمہ لینا چاہیے۔ اس سے ملک کے بڑے بڑے کارخانہ دارون کو فیڈریشن سے اور فیڈریشن کو کارخانہ دارون سے بڑی قوت حاصل ہوگی۔

ڈاکٹر پرانجپے بنگال آرڈیننس کے متعلق بھی ملکی جذبات کے پوری ترجمانی سے قاصر رہے ہمارا سب سے بڑا اعتراض لبرل مدبرینکے ذہنیت پر ہے جو حکومت کے مشکلات کو ہر وقت پیش نظر رکھنے کے بہت زیادہ عادی ہوگئے ہین اور ابھی تک ہر معاملہ کو اہل ملک کے نظر سے دیکھنے کے بجائے گورنمنٹ ہی کے نقطہ خیال کے دیکھنے کے عادی ہین یہ شائد تقریرون مین لبرل لیڈرونکا روئے سخن زیادہ تر انگلستان کیطرف ہوتا ہے اور ان کو ہر وقت یہ خیال پریشان کئے رہتا ہے کہ انکی زبان سے کوئی بات ایسی نہ نکل جائے جو حد اعتدال سے باہر سمجھی جائے حالانکہ اس اعتدال پسندی کی گورنمنٹ کوئی قدر نہین کرتی ہے، اہل ملک کی انمین حق تلفی ہو جاتی ہے۔ مسٹر پرانجپے نے پچھلے سال کے نقصانات کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلا نام مسٹر مانٹیگو کا لیا ہے۔ جنکا حال ہی مین انتقال ہوا ہے اور بڑے سے بڑے ہندوستانی کی موت کا ماتم جبکہ مین کیا گیا ہے مسٹر گاندھی نے ممالک غیر کے اصحاب سے کوئی واسطہ ہی نہین رکھا۔ ڈاکٹر پرانجپے کی نگاہ حکومت خود اختیاری کے مشکلات پر بھی زیادہ ہے اور اسیلئے آیندہ ترقی کی رفتار کے بابت ان کی رائین پستی کی جانب مائل ہین۔ باانیمہ ڈاکٹر پرانجپے نے لبرل پارٹی کے سامنے ملکی خدمت کا ایک مکمل خاکہ پیش کر دیا ہے فی الحقیقت انھون نے لبرل پارٹی کے لیے ایک مستقل اور دیرپا پروگرام بنایا ہے۔ جسپر حامیان فیڈریشن اپنا آیندہ دستور العمل مرتب کر سکتے ہین۔ ڈاکٹر پرانجپے نے ریفارم ایکٹ کے نظر ثانی پر بھی خاص زور دیا ہے اور پولیٹیکل ترقی کو ہر وقت کی جد و جہد سے بے نیاز کرنے کی ضرورت ظاہر کی ہے۔ خدا کرے ہمارے حکمران اس مشورے کی قدر [illegible] ان کو آئے دن مصیبتون اور دشواریون ہی سے سامنا ہوتا رہے گا۔ آزادی کی خواہش ایکبار جب

پیدا ہوکر پھر ترقی ہی کرتی رہتی ہے اور باہمی کشمکش مین ملک اور حکومت دونون کا [illegible]
ڈاکٹر پرانجپے نے تبدیل مذہب کے متعلق رجسٹریشن کے قانون پاس ہونے کی جو [illegible]
اس سے بہت سی نزاعات کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

فوجی تعلیم کو یونیورسٹی مین لازمی کرنے کا مشورہ بھی جلد ہی عملدرآمد کے قابل ہے ہم سمجھتے ہین کہ فوج [illegible]
ہندوستانیون کے داخلے کے متعلق ڈاکٹر پرانجپے نے پچیس سال تک ہندوستانی فوج کو ملکی بنانے کی جو تجویز
کی ہے اسپر باقاعدہ جد و جہد ہونا چاہئے۔ ہندو مسلم مسائل کے بابت بھی ڈاکٹر پرانجپے کے مشورے بہت
قیمتی ہین اور ان کے اڈریس کا یہ حصہ بہت وسیع ہے، دراصل تمام نزاعات کا مکمل حل اسمین موجود ہے۔ اسی خاکہ
پر مختلف قومون مین مستقل تصفیہ ہوسکتا ہے اور ہوجانا چاہئے۔

خلافت کانفرنس اور مسلم لیگ کے صدارتی تقریرون مین بھی ان مسائل پر مفصل بحث کی گئی۔ ڈاکٹر کچلو
صدر خلافت نے ہندو لیڈرون کو بہت کچھ سخت سست کہا ہے۔ مسٹر رضا علی صدر مسلم لیگ نے اعتدال
پسند مسلمانون کی ترجمانی کی ہے۔ اور عموماً قابل قدر آزاد خیالی اور وسیع النظری سے معاملات پر بحث کی ہے
مثلاً کابل مین نعمت اللہ احمدی کے قتل پر انھون نے نہایت صاف بیانی سے کام لیا ہے اس قسم کے واقعات
کے لازمی نتائج سے تمام دنیا کی اسلامی سلطنتون کو متنبہ کیا ہے۔ اسیطرح آپ نے اہل اسلام کو غیر ملکی واقعات
سے بہت زیادہ متاثر رہنے کے خطرات سے بھی جراءت کے ساتھ آگاہ کردیا ہے۔ ہندو مسلم معاہدے
ترمیم کی آپ نے بھی ضرورت ظاہر کی ہے۔ مگر آپ کا رویہ سراسر جانبدارانہ اور نامنصفانہ ہے ڈاکٹر کچلو نے بھی کونسل
کی نیابت اور سرکاری ملازمتون کے متعلق نئے سمجھوتہ کی ضرورت بتلائی ہے لیکن انھون نے ہر جگہ آبادی کے
لحاظ سے تعداد مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہے جو بالکل منصفانہ ہے۔ مسٹر رضا علی ان صوبون مین جہان
مسلمانون کی کثرت ہے وہان آبادی کے لحاظ سے نیابت و ملازمت مین حصہ چاہتے ہین لیکن جن صوبون مین
مسلمانون کی قلت ہے وہان موجودہ انتظام کو برقرار رکھنے کی طرف ہین!

اس سے زیادہ اور کیا بے انصافی ہوسکتی ہے؟ بہرحال اس مسئلہ پر ایک کمیٹی مقرر ہوگئی ہے جو کانگریس وغیرہ
سے مشورہ کرکے سمجھوتہ کریگی۔

ہندوستانی عیسائیون کی کانفرنس امسال بمبئی مین منعقد ہوئی ہمکو یہ دیکھکر بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے
مسیحی بھائی ملکی ترقی مین دیگر قومون کا پورا ساتھ دینا چاہتے ہین، اور اپنے لیے علیحدہ نیابت کے طلبگار
نہین ہین۔

ہندو مہا سبھا نے اس سال مسلم لیگ کی تقلید کرنا چاہی ہے اور پولیٹکل معاملات پر ہندو [illegible]
راستہ قایم کرنے کی ابتدا ہے۔ ہم اس طرز عمل کے خلاف ہین۔ پولیٹکل جد وجہد کے لیے [illegible]

کے بہبودگی مین مہا سبھا کو اپنی توجہ صرف تمدنی اصلاح و استحکام کی طرف محدود رکھنا چاہیئے۔ اس جدت سے سبھا
کے مقاصد کو کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ مہا سبھا کے پریسیڈنٹ شریان مالوی جی تھے اور انھون نے بھی اپنی
تقریر مین صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ فرقہ دارانہ خیالات اور فرقہ دارانہ تحریکین مشترکہ قومیت کے لیے
سم قاتل کا اثر رکھتی ہین۔ قومی سلطنت اور فرقہ دارانہ جذبات دونون ایک دوسرے سے متضاد ہین۔ اور
اگر ملک کے مختلف طبقات مین فرقہ داری جذبات کا یہی زور رہا جو آجکل ہر طرف نمایان ہو رہا ہے تو ہندوستان
مین حکومت خود اختیاری کا قایم کرنا نہ ممکن ہوگا نہ مناسب۔ فرقہ داری خیالات اور حب الوطنی کے جذبات کا
ایک ساتھ نشو و نما کسی طرح ممکن نہین ہے اور جب تک اول الذکر خیالات بالکل نیست و نابود نہو جائین گے۔
نیشلزم اور حب الوطنی کا دور دورہ خواب و خیال ہی رہے گا۔

عرض حال

اس نمبر کے ساتھ **زمانہ** کا تیئسوان (۲۳) سال شروع ہوتا ہے۔ ہم اس سال سے ضخامت
مین اضافہ کر رہے ہین ہماری کوشش ہے کہ ہر نمبر مین
رنگین و سادہ تصاویر کا سلسلہ بھی امسال بیشتر سے زیادہ رہے۔ ہماری آرزو ہے
کہ اس سال زمانہ کی آیندہ ترقی کی بنیاد مضبوط ہو جائے مگر یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ
ہمارے قدردان ناظرین توسیع اشاعت مین ہمارا ہاتھ بٹائین لہذا ناظرین کرام سے
ہماری درخواست ہے کہ اسبارے مین ضروری کوشش سے دریغ نہ فرمائین۔
ہمکو بھروسہ ہے کہ اگر آپ اپنے علم دوست احباب کی توجہ اپنے اس ادبی
خادم کی سرپرستی کیطرف مبذول فرمائینگے۔ تو آپ دو تین خریدار آسانی سے دیسکین گے
آپ کی ادنٰے توجہ سے **زمانہ** آپ کے علمی دلچسپیون کا بہتر سے بہتر مرکز بن سکتا ہے
امید کہ ہماری اپیل بے اثر نہ رہے گی

"ناظرین زمانہ کو سال نو مبارک ہو"

تصحیح [illegible] (زمانہ دسمبر [illegible]) صفحہ ۱۳ پر غلطی سے منشی امیر احمد صاحب علوی بی-اے [illegible]

علمی خبرین اور نوٹ

ناظرین زمانہ لکھنو کے نامور و کہنہ مشق شاعر مرزا جعفر علیخان صاحب اثر کی رنگین بیانی سے بخوبی واقف ہین آپ کا کلام محاسن ظاہری کے علاوہ باطنی خوبیون سے بھی آراستہ رہتا ہے۔ آپ کی شاعری مشرق و مغرب کے فلسفۂ زندگی سے لبریز ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ لکھنو کی ٹکسالی زبان، ناظرین خوش ہونگے کہ آپ کا دیوان عنقریب شایع ہونیوالا ہے۔ اس دیوان کا دیباچہ شاعر باکمال جناب عزیز لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے،

پروفیسر رام سروپ کوشل آجکل اُردو مین سنسکرت علم ادب کی تاریخ لکھ رہے ہین۔

منشی پریم چند صاحب نے ہندی مین ایک طویل افسانہ لکھا ہے جو اس ماہ کے آخر مین گنگا پستک مالا لکھنو سے شایع ہوگا اس ناول کا حجم ایک ہزار صفحہ ہے اور دو خوشنما جلدون مین ملک کے سامنے پیش ہوگا۔ قیمت غالباً پانچ یا چھ روپیہ ہوگی۔ نام رنگ بھوم رکھا گیا ہے

رسالہ زمانہ کو منشی پریم چند کی ذات پر بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز اسی رسالے کے مضمون نگاری سے ہوا ہے۔ اب بھی آپ فرصت کے وقت اپنے قدیم مخلص کو یاد کر لیا کرتے ہین چنانچہ دسمبر نمبر مین اپنا ایک دلچسپ افسانہ ہدیۂ ناظرین کر چکے ہین اور آیندہ نمبر کے لیے بھی ایک اور مذاقیہ قصہ عنایت فرمایا ہے۔ اس سال واقعات

کربلا کے متعلق آپ کا ایک دلچسپ ڈراما بھی زمانہ مین مسلسل شایع ہوگا،

کیا ناظرین زمانہ اس حقیقت سے واقف ہین کہ پریم چند کا نام محض ایک فرضی علمی نام ہے جسے ہمارے مخلص قدیم دھنپت رائے صاحب بی اے نے چند خاص وجوہ سے اختیار کر لیا ہے. زمانہ کے قدیم ناظرین کو یاد ہوگا کہ اسکی اولین جلدون مین "نواب رائے" کے نام سے بھی بعض دلکش اور دل آویز مضامین شایع ہو چکے ہین. ہمکو اب اس حقیقت کے اظہار مین کوئی تامل نہین کہ "نواب رائے" اور "پریم چند" ایک جان دو قالب کا درجہ رکھتے ہین کیونکہ ان نامون کے پردون مین، منشی دھنپت رائے صاحب ہی جلوہ افروز رہے ہین البتہ "نواب رائے" بی اے نہ تھے مگر پریم چند الہ آباد یونیورسٹی کے گریجویٹ ہین. نواب رائے سرشتۂ تعلیم مین ملازم تھے لیکن پریم چند نے نان کو آپریشن کے زمانے مین ملازمت پر لات ماردی، اور کئی قومی درسگاہون مین کام کرنے کے بعد آجکل مستقل طور سے ملک کی علمی خدمات مین مصروف ہین۔

ہندی ادب کی روز افزون ترقی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اسنے پریم چند جیسے زبردست انشاپرداز کو معاش کی تفکرات سے بے نیاز کر کے اپنی طرف کھینچ لیا ہے، اُردو مین کام کرنیوالون کی قدر دانی مفقود ہے، جس کے بغیر کسی زبان کی قرار واقعی ترقی نہین ہو سکتی،

جنٹلمین بک ڈپو لکھنؤ نے اردو ناولون کی اشاعت کا قابل قدر انتظام کیا ہے ابتک تقریباً بیس ناول شایع ہو چکے ہین، اور منیجر صاحب اطلاع دیتے ہین کہ تیس مزید کتابین زیر طبع ہین، خنجر لکھنوی، نازش بدایونی، اثر مرادآبادی۔ اختر دہلوی اور افسون بنارسی جیسے اصحاب کی امداد اس ڈپو نے حاصل کی ہے

ہمکو یہ سنکر بہت افسوس ہوا کہ اُردو کے پُرانے اخبار نویس حکیم برہم کے مطبع مین آتشزدگی سے تمام کتابین جل گئین اور ہزارہا روپیہ کا نقصان ہوگیا۔

اعلیٰحضرت خسرو دکن کو اقلیم سخن کی حکمرانی بھی نصیب ہے، ہم اکثر حضرت اقدس کے نتایج افکار ہدیۂ ناظرین کرتے رہتے ہین، ناظرین زمانہ یہ مژدہ سنکر خوش ہونگے کہ حضور ممدوح نے میلاد النبی کی مجالس مین پڑھنے کے لیے جو فارسی نعتین لکھی تھین وہ اب رسالہ کی صورت مین چھپ گئی ہین۔

مہاتما گاندھی کی ذات ایک انشاپرداز، ادیب و اخبار نویس کی حیثیت سے بھی ملک کے لیے باعث فخر ہے گی، آپ اپنے خیالات صاف و شستہ زبان مین ادا فرماتے ہین، حتے کہ بڑے بڑے قابل انگریز بھی آپ کے کمال انشاپردازی کے معترف ہین آپ کے تمام مضامین کا (جو آپ نے اپنے مشہور اخبار ینگ انڈیا مین لکھے ہین) فرانسیسی زبان مین ترجمہ ہو رہا ہے، فرانس کے نامور انشاپرداز رومان رولینڈ نے اس مجموعۂ مضامین کا دیباچہ لکھا ہے۔

اُردو کے مشہور فسانہ نگار مہاشے سدرشن کو انکی بعض تصنیفات کے صلے مین ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب نے پانچسو روپیہ کا انعام دیا ہے، اور لاہور کے پروفیسران منہاج الدین و برکت علی صاحبان کی تازہ تصانیف ہیئت جدید پر بھی ایک ہزار کا انعام ملا ہے اُردو مین علم ہیئت پر یہ پہلی کتاب ہے۔

اکتوبر گذشتہ مین احیدر آباد دکن کے مشہور ادیب خان بہادر شمس العلما نواب عزیز جنگ بہادر کے انتقال سے اُردو کے انشاپردازون کی جماعت مین جو کمی آگئی وہ مشکل سے پوری ہو سکتی ہے، آپ کی متعدد تصانیف مین فارسی کا مبسوط لغت لغات آصفیہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جسکی دس بارہ ضخیم جلدین شایع ہو چکی ہین

حیدرآباد کے حکیم مظفر حسین صاحب کو سرکار دکن نے کتاب فن خوشنویسان کے تصنیف کے صلے مین دو سال کے لیے سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ منظور فرمایا ہے،

ہمکو یہ سنکر نہایت مسرت ہوئی کہ ہمارے دوست مولانا نظامی بدایونی اڈیٹر ذوالقرنین کے صاحبزادے محمد احید الدین کو گورنمنٹ صوبہ متحدہ نے فن لیتھوگرافی کی علمی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وظیفہ دیکر لندن بھیجا ہے،

احید الدین صاحب نے لکھنو کے آرٹ و کریفٹس سکول مین فن طباعت کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد نظامی پریس مین رہکر علمی تجربہ حاصل کیا ہے۔ آپ کی نگرانی مین مطبع مذکور نے بعض اچھی اچھی کتابین چھاپی ہین۔ امید ہے کہ ولایت سے آپ اس فن کی تکمیل کرکے ایک ماہر فن کی حیثیت سے ملک مین لیتھوگرافی کے تمام مطابع کے لیے باعث فخر ثابت ہونگے۔

ترکی وزیر تعلیم نے سوا لاکھ ترکی اشرفیون کا صرف علم ادب کے ترقی کے لیے منظور کیا ہے۔ اس سے قابل قدر تصانیف کے صلے مین مصنفون کو انعامات دیے جائین گے۔

سیرۃ النبی کا تیسرا حصہ بھی تیار ہو گیا ہے شائقین دار المصنفین اعظم گڈھ سے طلب فرمائین۔

تصاویر اس نمبر کیساتھ تین تصاویر ہدیۂ ناظرین ہین شاہان مغلیہ نے بعض تاریخی باغ لگائے ہین جنکو دیکھکر دیکھنے والے ابھی تک دنگ رہجاتے ہین انھین مین شالامار باغ بھی ہے شاہجہان کی سیر گلگشت کا نظارہ اس ماہ کی رنگین تصویر مین دکھایا گیا ہے۔

گوتم بدھ کے جلوس مین قدیم ہندوستان کے دھوم دھام کی ایک دھندلی سی تصویر دکھائی گئی ہے۔ گوتم بدھ کی ولادت پر تمام ملک مین خوشی منائی گئی تھی اور بڑے تزک احتشام سے جلوس نکالا گیا تھا قابل مصور نے اسی نظارہ کو قلمبند کیا ہے۔ للت راگنی کی تصویر ایسے زمانہ مین جب لکھنو مین موسیقی کانفرنس کے اجلاس ہو رہے ہین ماہرین فن کیلئے خاص طور پر دلچسپ ہونا چاہیئے۔

زمانہ

(بیالیسوین جلد)

بابت

جنوری لغایت جون ۱۹۲۴ع

مرتبہ

دیانراین نگم۔ بی۔ اے

زمانہ پریس کانپور مین چھپکر

دفتر زمانہ کانپور سے شایع ہوا

قیمت سالانہ صہ

فہرست مضامین رسالہ زمانہ

بابت ماہ جنوری تا جون سنہ ۱۹۲۳ء

تصاویر (۱) لطف موسیقی (۲) مولانا محمد علی (۳) ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو صاحب (۴) آرائش گیسو (۵) مسٹر ایٹس شاعر آئرلینڈ (۶) عروس نو (۷) گوتم (۸) سیتا جی (۹) منوبا (۱۰) مہاراجہ رامچندر جی گنگا پار کر رہے (۱۱) گر تیمات (۱۲) راگنی بھیروین (۱۳) راو ہار گین (۱۴) کارٹوں -

نمبر شمار	نام مضمون	نام مضمون نگار	صفحہ
۲۱	عبرت	جناب مسٹر حمید قریشی مائلی	
۲۲	مسلمان اور علوم ہند	جناب پروفیسر مولانا فدا علیخان صاحب ایم-اے (علیگ)	۱۹۳
۲۳	شمس العلما حالی	از مولوی محمد یحییٰ تنہائی اے-ایل ایل، بی	۲۰۹
۲۴	السبائیہ	مولوی محمد حسین حسان پیلی بھیتی	۲۱۵
۲۵	مسنر کاڈل کا غصہ	از رائے بہادر دادا رمن بہار گوسا بق کلکٹر جالون	۲۲۴
۲۶	ہندو اور مسلم اتحاد	مسٹر سری رام شرما - ایم - اے	۲۲۸
۲۷	ملکی ترقی کا راز	آنند	۲۵۴
۲۸	شیلی	جناب تماشائی بریلوی	۲۶۰
۲۹	بھاشا کے نورتن	مولوی منظور الحق کلیم	۲۶۸
۳۰	وفا کی دیوی	مسٹر جی بی بھٹناگر بی-اے	۲۸۷
۳۱	جواہرات عالم	مسٹر رام سرن نگم ایم ایس سی	۲۹۵
۳۲	تعمیری نظام	چودھری نذیر احمد خان بی ایس سی ایل ایل بی	۳۲۱
۳۳	طالسطائی	مسٹر جی- این- فرحت کانپوری	۳۲۱
۳۴	امداد باہمی	مسٹر سید عزیز احمد	۳۳۱
۳۵	میر و غالب	مرزا جعفر علیخان اثر-بی اے	۳۳۶
۳۶	آزادی	جناب صادق	۳۴۳
۳۷	محبت کا کھیل	جناب سید راز چاندپوری	۳۴۶
۳۸	سید نظام الدین	مولوی ابوالوا محمد ذکریا مائلی	۳۵۹
۳۹	تنقید کتب	جناب اعظمی	۲۳۲ و ۲۹۸ و ۳[illegible]۳
۴۰	رفتار زمانہ	......	۹۶
۴۱	ڈاکٹر ایٹس	عالی لکھنوی	۱۲۵
۴۲	علمی نوٹ و خبریں		۹۶ و ۱۲۷ و ۲۱۵
۴۳	کارٹون		۹۶ و ۱۵[illegible] و ۲۷۴

حصہ نظم

نمبر شمار	نام مضمون	نام مضمون نگار	صفحہ
۱	حقیقت عشق	مرزا جعفر علیخان صاحب اثر لکھنوی	۵۳
۲	فصل بہار	حضرت فاروق شاہپوری	۵۴
	سکون عدم	جناب راز چاندپوری	۵۵

ملکی رہنماؤں کی عکسی تصاویر

ہندوستان کے حکام کی ہاف ٹون تصاویر جنکو عام پسندیدگی کا فخر حاصل ہو چکا ہے سیاہ فی عدد ایک آنہ اور رنگین فی عدد دو آنہ قیمت ہے

لیڈران قوم و خیر خواہان ہند

مسٹر تلک
مسٹر کھاپرڈے
ڈاکٹر راش بہاری گھوش
جسٹس امیر علی
راجہ رام موہن رائے
لالہ ہنسراج
مسٹر گوکھلے
مسٹر مالویہ
لالہ منشی رام
سر پرتول چندر چٹرجی
سید نبی اللہ
سر آغا خان
مسز اینی بسنٹ
مسٹر ہیوم
مسٹر سریندر ناتھ بنرجی
دادا بھائی نوروجی
نواب محسن الملک
سوامی وویکانند
لالہ لاجپت رائے
مسٹر مدھولکر
لالہ بال مکند گپتا
[illegible] پال
سوامی رام تیرتھ
مسٹر رانا ڈے
مسٹر مظہر الحق
[illegible]

گروپ گرفتاران مارشل لا
ڈاکٹر تیج بہادر سپرو
پنڈت موتی لال نہرو
آنریبل میاں محمد شفیع
مزمدار
مسز سروجنی نائیڈو
آنریبل سر ابراہیم رحمت اللہ
آنریبل لالہ سکھبیر سنگھ
آنریبل لارڈ سنہا

مہاراجگان معظم ہند

کشمیر
حیدرآباد دکن
جوناگڑھ
بڑودہ
میسور
پرتاب گڑھ
گوالیار
رامپور
نرسنگھ گڑھ
اودے پور
اندور
کوچ بہار
پٹیالہ
بنارس
بجاور
جودھپور
ملکہ الگزنڈرا

لارڈ منٹو
ملکہ میری
لارڈ ہارڈنگ
لارڈ مارلے
مع ملک معظم کے بچے
لیڈی ہارڈنگ
مسٹر لائیڈ جارج

والیان یورپ و ایشیا

قیصر جرمنی
آسٹریا
شاہ جاپان
اٹلی
سپین باٹ سین
سرویا
امیر کابل
بلجیم
نپولین
روس
ڈاکٹر ولسن
شہزادہ یوسف
عزیز الدین دولت عثمانیہ -
ہلال احمر کا طبی مشن [illegible]
ڈاکٹر انصاری
ہز ایکسلنسی ناظم پاشا

مصطفیٰ کمال پاشا و کونسل
مسٹر لائیڈ جارج صلحنامہ پر دستخط کرتے ہیں
صلح کانفرنس لندن
[illegible] کمیشن
غازی عبد اللہ پاشا
غازی مختار پاشا

مشاہیر ادبی

میر انیس
حضرت عارف
مولوی عزیز مرزا
شیخ سعدی
حضرت سرور
رابندر ناتھ ٹیگور
مجروح داغ
میر تعشق

فن تصویر

خواب راحت
رفیق طفلی
صبح و شام
مشعل ہدایت
موسم سرما
بھکارنی
شب تاریک
[illegible]

ماہ پوس
ایک مسیحی قیدی
حضرت مریم اور مسیح
لالہ رخ
وقت نزع
غسل کی تیاری
عروس نو
اوما کی پوجا
نل دمن
رادھکا کرشن جی کے انتظار میں
ستیا اشوک بن میں
رام بن باس
چیر ہرن
واسدیو کی رہائی
شکنتلا خاوند کو خط لکھتی ہے -
بھرت شیروں کے ساتھ کھیلتا ہے
پیام رحمت
تارا
ستیا بان اور ساوتری
گنگا اور بھیشم راجہ کا ملاپ

تاریخی تصاویر

اکبر - گوتم بدھ
اکبر بیرم خان کے لڑکے کو گود لیتا ہے -

اورنگ زیب کا دربار
راجہ مان سنگھ
محاصرہ چتوڑ
سیوا جی مہاراج
ٹیپو سلطان
بیربل
دارا کا سر اورنگ زیب کے سامنے پیش ہوتا ہے -
مادھو راؤ پیشوا کا دربار
مہاراجہ رنجیت سنگھ
شاہجہان کا آخری وقت
عہد مغلیہ کا ایک مصوری
اکبر چیتے کا شکار کرتا ہے
رانا پرتاپ
شاہزادہ سلیم کی پیدائش
شاہ فارس کے دربار میں ایک ایلچی کی پیشی -
اورنگ زیب ہاتھی سے مقابلہ کرتا ہے -
پرتھی راج -
شاہجہان کا دربار
امیر جعفر

عمارتی تصاویر

اودے پور کا جل مندر
چتوڑ کا عام نظارہ
قطب صاحب کی لاٹ
روضہ تاج محل آگرہ

نمائش الہ آباد - دہلی میں بادشاہی سواری کا داخلہ - رسم تاجپوشی وغیرہ وغیرہ -

ملنے کا پتہ زمانہ بک ایجنسی، کانپور

مدینۃ العلم علیگڈھ کا ماہوار باتصویر رسالہ

نوبہار

شمالی ہند کا تعلیمیافتہ طبقہ خصوصًا اور تمام اُردو دان اصحاب عمومًا مدت سے اس امر کی ضرورت محسوس کر رہے ہین کہ سلیس اور شستہ اُردو مین ایک علمی پایہ کا ادبی رسالہ شایع ہو جسمین انشا لطیف کے شاہ کار درج ہون افسانے ہون ڈرامے ہون قادر الکلام اور مقبول شعرا کی تازہ نظمین اور غزلین ہون کیفیات سے متعلق اعلیٰ پایہ کے مصورون کی تصویرین ہون کارٹون ہون اور اسی کے ساتھ طباعت وکتابت اور کاغذ کے لحاظ سے انگلستان اور امریکہ کے رسالون کی طرح دیدہ زیب ہو۔ ہم نہایت مسرت کیساتھ اعلان کرتے ہین کہ ان تمام خصوصیات کو پیش نظر رکھکر مدینۃ العلم علی گڈھ سے اُردو کے مشہور سحر نگار ادیب و شاعر

مسٹر حامد اللہ افسر بی، اے،

کی نگرانی مین اواخر اکتوبر سے "نوبہار" جاری کر دیا گیا ہے، "نوبہار" کے ٹائیٹل پر ایک نہایت خوشنما بلاک کی تصویر ہے، رسالہ کے اندر بھی ایک پُر کیف تصویر ہے، مضامین مین وہ جدت اور تازگی ہے جو اُردو کے کسی رسالہ مین نہین پائی جاتی، سر دلبران ظرافت کا عنوان ہے۔ خلاصۃ الرسائل کے تحت مین ہر مہینہ اُردو ہندی اور انگریزی رسائل کے بہترین مضامین نظم و نثر کا خلاصہ شایع ہوتا ہے" گویا جو اصحاب "نوبہار" کے خریدار ہین انھین اور کسی رسالہ کا خریدار بننے کی ضرورت نہین یہ خصوصیت سوائے "نوبہار" کے اور کسی رسالہ کو حاصل نہین ہے، ان تمام خوبیون کے باوجود سالانہ قیمت معہ محصولڈاک صرف للعہ رہے جو کسی عمدہ باتصویر رسالہ کی نہین۔

نوبہار ایک مستقل سرمایہ سے جاری کیا گیا ہے اور انشا اللہ برابر اسی آب و تاب سے شایع ہوتا رہیگا، ہمین پختہ امید اور کامل یقین ہے کہ "نوبہار" بہت جلد ہر اُردو دان کے ہاتھون تک پہنچ جایگا جو لوگ اُردو کی ترقی کے خواہان ہین اور اپنی مادری اور قومی زبان کی ترویج و اشاعت چاہتے ہین، اور اسی کے ساتھ ہر مہینہ کے اُردو لٹریچر کا عطر اپنے پاس محفوظ رکھنے کے خواہشمند ہین اور جنھین دن بھر کی محنت کے بعد کسی ایسے رفیق کی ضرورت ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ان کا دل بہلانے اور نہایت پُر کیف طریقہ سے معلومات مین اضافہ کرے وہ "نوبہار" کو ہاتھون ہاتھ لینگے اچھی چیز کی قدر ضرور ہوتی ہے۔

مال اچھا ہے تو دنیا میں خریدار بہت

ہمین امید ہے کہ جناب والا کار پردازان "نوبہار" کی ہمت افزائی فرمائینگے اور "نوبہار" کو خریداری کا شرف بخشین گے۔

قیمت للعہ بذریعہ منی آرڈر ذیل کے پتہ پر ارسال فرمایئے،

مینجر رسالہ "نوبہار" علی گڑھ

فصلی بخار و طحال کی دوا
فصلی بخار و طحال کے لیے ایک دوا ہے
آجکل سینکڑون اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کے آپنے دیکھے ہونگے مگر ان مین اکثر کونین جزو ہوتی ہے
اس بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہین مگر جڑ سے آرام نہین کرسکتی ہین ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار و
طحال کی دوا چندروز مین ایک دم آرام کرنے کا دعوےٰ رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ کو مدنظر رکھکر قیمت بھی بہت کم رکھی ہے
اسمین تین خاص صفتین ہین (۱) ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی ہے اسیلیے چار یا پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہوجاتا
ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور خرابیون کو دور کرتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلان ایک روپیہ
شیشی خورد ۱۰ر محصولڈاک شیشی کلان ۸ر
پرانے ملیریا بخار کی گولیان
لرزہ بخار پرانا ہوجانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھا رہتا ہے جسم کا خون پانی سا ہوجاتا ہے اور محنت سے کلیجہ
کانپنے لگتا ہے۔ سانس پھولتی ہے کھانے کی خواہش اور قوت بہت گھٹ جاتی ہے تلی کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے۔ کبھی
منھ اور ہاتھ اور پیرون مین ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہوجاتی ہے ایسی حالت مین یہ گولیان فائدہ کرتی ہین اور چار پانچ ہی
خوراک مین بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے۔ قیمت ۲۵ گولیون کی ڈبیہ ۱۰ر محصول ایک ڈبیہ سے دو ڈبیہ تک ۶ر
کونین کی گولیان
یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی گولیان کل مین بنتی ہین اور سنہری پیشٹ ڈبیہ مین ہوتی ہین کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیان
اپنے پاس رکھئے اسمین نہ وزن کی ضرورت ہے نہ کھانے مین تلخ ہے ۲۵ گولیون کی ڈبیہ قیمت ایک روپیہ چار آنہ محصولڈاک ۶ر
ڈاکٹر ایس. کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ
ایجنٹ دہی دین اینڈ سنز. کلکٹر گنج کانپور
آزاد اخبار
اردو کا بہترین ملکی اخبار
کانپور
جو اڈیٹر صاحب زمانہ کی زیر نگرانی
ہر پنجشنبہ کو کانپور سے شائع ہوتا ہے
ملکی واقعات کا ایک مکمل آئینہ ہے قیمت سالانہ ہے

زمانہ

مرتبہ دیانرائن نگم بی اے

جلد ۴۴ | فروری سنہ ۱۹۲۵ء | نمبر ۲

فہرست مضامین

تصاویر ۔ نیپال یار ۔ سوامی دیانند سرسوتی ۔ کبیر داس

بچوں کیلئے
بہت ہی عمدہ چیز ہے!
ان کے ننھے ننھے رخسارے تندرستی
کی جھلک سے چمکنے لگیں گے وہ تیز و طرار
قوی و چست ہو جائیں گے۔
آپ ابھی سے انھیں کواکر اوٹس دینا
شروع کر دیجئے
Quaker Oats

اُردو ادب کی قابل دید کتابین

ناظرین زمانہ کے علمی ذوق کے لیے زمانہ بک ایجنسی قائم کی گئی ہے اُمید کہ جناب نے اگر ابھی تک یہ کتابین نہ ملاحظہ کی ہون تو جلد منگوا کر مطالعہ فرمایئے۔ ”مینجر زمانہ بک ایجنسی کانپور“

خیالات عزیز۔ مولوی عزیز مرزا مرحوم کے مضامین کا بہترین مجموعہ مع دیباچہ نواب وقار الملک مرحوم قیمت عا

پریم بتیسی۔ منشی پریم چند کے بتیس قصون کا مجموعہ دو حصون مین۔ قیمت فی حصہ عہ ۱۲

سیلف گورنمنٹ ۔ زیر سایہ برطانیہ سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کے متعلق نہایت وضاحت سے بحث کی گئی ہے۔ قیمت چھ آنہ ۶

ہوم رول۔ ہوم رول کے متعلق نہایت وضاحت سے بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۶

یادگار قومی۔ ملک کے مشہور ترین انشا پردازون کے ۵ مضامین اور ۴ دلکش عکسی تصاویر ین قیمت عہ

آریہ سماج۔ آریہ سماج کے متعلق بہترین خیالات قیمت ۲

ہندوؤن مین ذات پات کی تفریق ذات پات کے متعلق بہترین خیالات۔ قیمت ۲

سنسکرت علم ادب۔ سنسکرت علم ادب کے متعلق معلومات۔ قیمت ۴

شریف بدمعاش۔ قابل دید ناول۔ قیمت ۸

فلسفہ جنگ۔ جنگ کے فلسفہ کو نہایت وضاحت سے دکھایا گیا۔ قیمت ۸

مضامین قاری۔ قاری عباس حسین دہلوی کے علمی ادبی۔ اخلاقی اور قومی مضامین کا مجموعہ۔ قیمت غیر مجلد عہ، مجلد عہ

نصائح جانکیہ۔ یعنی نامور ہند جانکیہ کی مشہور و معروف کتاب کا ترجمہ اردو۔ قیمت ۶

طریق دولتمندی۔ اسمین دولت حاصل کرنے کے طریقے نہایت خوبی سے دکھائے گئے ہین۔ قیمت ۸

رومینٹک کہانی۔ حسن و عشق کی سچی داستان۔ ثریا بیگم کی سچی کہانی۔ قیمت ۶

مثنوی سحر۔ کالی داس کی مشہور و معروف شکنتلا کا لطف اٹھانا ہو تو مثنوی سحر پڑھیئے۔ قیمت ۶

نیل کا سانپ۔ کلوپیٹرا اور انٹانی کی حسرت بھری داستان بالکل تاریخی واقعہ حسن و عشق کی گلا دیتی۔ قیمت عا

گورا۔ دکھیا ہندوستان کی رام کہانی وید مقدس اور شرع محمدی کی رو سے عقد بیوگان پر دلائل قیمت دو روپیہ بارہ آنہ ۲ ۱۲

...شان کان۔ دنیا بھر کے ملکون کے سکون کی دونون ...ن کی اصل تصویر دو حصہ قیمت ۶ر

...ی و نشان۔ دنیا بھر کی سلطنتون و ریاستون کے ...ن قومی سر کے۔ پھریرے۔ مونوگرام وغیرہ ...کیفیت۔ دو حصہ۔ قیمت عہ ر

دستار و کلاہ۔ تمام دنیا کی مختلف قسم کی ٹوپیون ...پگڑیون کے مفصل حالات قیمت ۸ر

علم تاریخ۔ تاریخ گوئی کا مادہ وغیرہ اسمین جمع کر دیا گیا ہے۔ قیمت عہ

عمدۃ التاریخ۔ ابجد کے حساب سے تاریخ نکالنے کے فن مین پہلی کتاب ہے۔ قیمت عمہ ر

تاریخ اودھ کامل۔ چار جلدون مین۔ نواب سعادت علی کے عہد سے لیکر واجد علی شاہ تک کی ...ون کے مفصل حالات نہایت بامحاورہ پیرایہ مین لکھے گئے ہین۔ قیمت چھ روپیہ ...ر

سوانح عمری۔ مہاراجہ نرائن پرشاد و مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم دولت آصفیہ و امرائے حیدرآباد ...حالات۔ قیمت ۶ر

...م کالج۔ علی گڑھ کالج کی اندرونی زندگی ...حالات۔ قیمت ۱۲ر

...و داغ۔ مرزا داغ دہلوی کی مشہور ...صورت مثنوی۔ قیمت ۴ر

...الوصول۔ اردو مین ایسی کتاب کوئی ...تحقیق نہین لکھی گئی ہے۔ قیمت عمہ ر

[illegible] ۱۲ر

[illegible]

[illegible] قیمت عمہ ر

ذکر رحمانی۔ شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی کی سوانح عمری قیمت ۴ر

کنز المطلوبی۔ قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۴ر

سلیمانہ و فرزانہ۔ قابل دید ناول ہے قیمت ۸ر

مخزن الفوائد کامل۔ دنیا بھر کے اوزان پیمانے کے جات۔ فوٹوگرافی ہاف ٹون بلاک وغیرہ کے مفصل حالات۔ قیمت دو روپیہ ۶ر

شکیل لڑکی کی حسین بی بی۔ دلکش ترجمہ قیمت ۴ر

شرح چہل کاف عمل چہل کاف کی مفصل اردو شرح ۴ر

بوہرونکی تاریخ۔ بوہرا قوم کی محققانہ تاریخ قیمت ۴ر

مثنوی جانستان۔ عشق کا سچا فوٹو قیمت ۲ر

جنگ یورپ۔ اگر جنگ یورپ کے مفصل حالات دیکھنا ہون تو اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت ۸ر

افسون۔ وفاداری، جرأت و ہمت کا سبق آموز ناول۔ بی بی بچون کے پڑھنے کے لائق۔ قیمت ۱۲ر

بحر الغرائب۔ طریقہ ہائے جفریہ کے اکابرین کی مفصل شرح۔ قیمت ۸ر

مکن بائی۔ محمود اور پارسی مس کے عشق کا سچا افسانہ۔ قیمت آٹھ آنہ ۸ر

مقدمات الطبیعیات۔ علوم طبیعی اس وقت دنیا سے تمدن پر حکومت کر رہے ہین مگر اردو زبان اس سرمایہ سے خالی تھی یہ کتاب بہت مبسوط ہے قیمت ۱۲ر

دریائے لطافت۔ یہ انشاء اللہ خان انشا کی لاجواب کتاب مناسب ترمیم و اختصار کے ساتھ دوبارہ شائع کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ر

طبقات الارض۔ اس علم پر اردو زبان مین پہلی کتاب ہے۔ قیمت دو روپیہ ۶ر

ھام حت ل

زمانہ

جلد ۴۴ فروری ۱۹۲۵ء نمبر ۲

باز بہادر اور روپ متی

زمانہ اگست بابت ستمبر ۱۹۲۴ء مین بعنوان روپ متی منشی شاب رکے صاحب سرلواستویہ کا ایک افسانہ شایع ہوا تھا جسمین باز بہادر اور روپ متی کے حسن و عشق کی ایک فرضی تصویر کھینچی گئی ہے، بظاہر اس افسانے کی بنیاد ایک تاریخی واقعہ پر ہے، لیکن تاریخ سے نہ روپ متی کے والدین کا پتہ چلتا ہے نہ دھرم پور کی ریاست کا ہان اتنا معلوم ہوتا ہے کہ روپ متی، سارنگ پور کی ایک پاتر (طوائف) تھی۔

اکبر کے زمانہ کے تمام مورخ یکزبان ہوکر روپ متی کے بارے مین رقمطراز ہین کہ وہ سارنگپور کی ایک نازآفرین مغنیہ تھی ہم ناظرین زمانہ کی تفریح طبع کے لیے باز بہادر اور روپ متی کے تاریخی واقعات درج ذیل کرتے ہین۔

مالوہ کا آخری بادشاہ باز بہادر شجاع خان عرف شجاول خان کا لڑکا تھا ۹۶۲ھ مین شجاع خان بارہ سال حکومت کرکے مر گیا، قصبہ شجاول پور جو اجین کے قریب ہے۔ اسی نے بسایا تھا، اسکی اور بھی بہت سی یادگارین اور آثار مالوہ مین ہین۔

شجاع خان کے دو لڑکے بایزید و ملک موسے عرف مصطفٰے تھے تیسرا دولت خان

منہ بولا بیٹا تھا، اسکی وفات پر تمام سلطنت تینوں بھائیوں بایزید مصطفےٰ اور دولت خان
مین اس طرح تقسیم ہوئی کہ اجین منڈو وچند دیگر محالات دولت خان کے حصہ مین
آئے سارنگ پور، سیواس، سروسی پراتبہ بجاور، اور محال خالصہ شجاع خان پر
بایزید عرف باز بہادر کا قبضہ ہوا اور بھیلسہ ورائسین معہ محالات قرب ونواح مصطفےٰ خان
کو ملے، بایزید اپنے باپ کی وفات پر بتقریب تعزیت اجین روانہ ہوا اور وہان فریب سے
دولت خان کو قتل کرکے اسکا سر سارنگ پور کے دروازہ پر آویزان کرادیا اور اسکے حصہ
پر قبضہ کر لیا۔ اور ۹۶۳ھ مین تاج شاہی اپنے سر پر رکھ کے باز بہادر کا لقب اختیار
کرلیا۔

باز بہادر اپنی سلطنت کے انتظامات سے فارغ ہوکر مصطفےٰ خان سے برسر
پیکار ہوا مصطفےٰ خان کو شکست ہوئی۔ اور بھیلسہ ورائسین بھی باز بہادر کے قبضہ مین
آگئے اسی دوران مین اسکے بعض سردارون نے بمقام کدوالہ علم بغاوت بلند کیا۔
باز بہادر نے ان کو گرفتار کرکے کنوئین مین قید کردیا، اور اسی کنوئین مین وہ ہلاک ہوئے
ساکنان کدوالہ بدقت تمام قابو مین آئے یہان تک تو اپنون کے ساتھ جنگ تھی اب غیرون
کے ساتھ نبرد آزمائی کی کیفیت ملاحظہ ہو۔ اسوقت گڑھ کٹنگا عرف گڑھ منڈلا کا مشہور حکمران
راجہ کنبھا مرچکا تھا اور اسکی بیوہ رانی درگاوتی حکومت کرتی تھی باز بہادر نے اس موقعہ
سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور مردانہ جذبات و روایات کو بالائے طاق رکھکر گڑھ کٹنگا پر
فوجکشی کردی۔ لیکن راجپوت شیرنی کے مقابلہ مین اسکو بے طرح منہ کی کھانی پڑی۔
رانی نے اسکی تمام فوج کاٹ ڈالی تمام نامی سردارون کو قید کرلیا اور خود باز بہادر بال بال
بچکر سارنگ پور کو نکل بھاگا ایک بیوہ عورت کے ہاتھ سے اس بری طرح شکست فاش
کھاکر باز بہادر کا پھر کبھی یہ حوصلہ نہ ہوا کہ مردون کے مقابلہ مین کھڑا ہو۔ سارنگ پور مین بیٹھکر
عیش وعشرت مین زندگی بسر کرنا شروع کردی۔ اسکو خود بھی فن موسیقی اور شاعری مین کمال
حاصل تھا اب ہر وقت (رنڈیون) طوائفون کی صحبت مین رہنے لگا۔

ان طوائفون مین سب سے زیادہ حسین وفنون موسیقی وشاعری کی ماہر روپ متی

ساکن سارنگپور تھی باز بہادر کی محبت اسکے ساتھ بدرجۂ عشق تھی اور یہ بھی اسپر فریفتہ تھی۔ ان دونون کا تعشق اسقدر بڑھا کہ تمام ہندوستان مین اُسکا چرچا ہوگیا۔ چنانچہ تاریخ فرشتہ جلد دوم مقالہ پنجم مین لکھا ہے۔

"بعد از چند روز بقصد راجہ کنہکہ بالشکر آراستہ متوجہ شد و چون آنجا رسید رانی درگاوتی کہ زن راجہ کنہکہ بود و بعد از فوت شوہر خود حکومت می کرد۔ گونڈوان را جمع کردہ بسر گھاٹی جنگ انداخت و چون پیادہ ہای رانی بیش از مور و ملخ بودند از اطراف و جوانب درآمدہ اردوی باز بہادر را فرو گرفتند باز بہادر حیران شدہ راہ فرار پیش گرفت و تمام حشم مردم خوب او بدست رانی افتادہ اکثر بقتل آمدند و باز بہادر خود را بصد ہزار محنت بہ سارنگپور رسانید بعد آنکہ در مقام جلادت شکست شود برای رفع کلفت بعیش و عشرت پرداخت و چون در فن موسیقی ہندوستان مہارت تمام داشت مدار بصحبت زنان مغنیہ نہادہ دست از تدبیر مملکت باز کشید و او را بیکی از زنان مغنیہ کہ مسمی بہ روپ متی و او را نیز از علم موسیقی بہرہ تمام بود تعلق و تعشق بہم رسید و آوازۂ عشق و عاشقی ایشان در سائر بلاد ہندوستان منتشر گشت و لحظہ بے یک دیگر نمی بودند"

تاریخ فرشتہ کا مصنف محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ استرآبادی شہنشاہ اکبر اور باز بہادر کا ہمعصر اور دکن کا رہنے والا تھا اسکی عمر کا حصہ کثیر اور خاصکر وہ زمانہ جب تاریخ لکھ رہا تھا دکن مین گذرا ہے سنہ ۹۷۰ھ کے خاتمہ پر باز بہادر اور سنہ ۱۰۱۴ھ مین اکبر کا انتقال ہوا۔ سنہ ۱۰۱۵ھ مین اسنے تاریخ مذکور تمام کی، اسکے بیانات کی تائید دیگر ہمعصر تاریخون طبقات اکبری مصنفہ نظام بخشی منتخب التواریخ مصنفہ ملا عبدالقادر بدایونی آئین اکبری و اکبرنامہ تصنیفات ابوالفضل وغیرہ سے ہوتی ہے۔ تاریخ منتخب اللباب مصنفہ خافی خان (جسکا اصلی نام ہاشم خان خافی ہے) سیر المتاخرین و تواریخ مالوہ اُردو مصنفہ منشی کرم علی مین بھی ان ہی واقعات کا اعادہ ہے اور ایسا ہی مشہور و معروف مورخ منشی دیبی پرشاد صاحب مصنف جودھپور نے اپنے

مضمون بازبہادر اور روپ متی مطبوعہ ناگری پرچارنی پتر کا بنارس جلد سوم سنہ ۱۹۲۲ء صفحات ۱۶۵ لغایتہ ۱۹۲ مین تحریر کیا ہے۔ غرضکہ کسی نے بھی روپ متی کو دھرمپور کے سردار کی لڑکی نہین بتایا ہے اور نہ دھرم پور کا نام دیا ہے بلکہ برخلاف اسکے روپ متی کو سارنگپور کی مغنیہ بیان کیا ہے۔

جب شہنشاہ اکبر کو بازبہادر کی عشرت پرستی کا حال معلوم ہوا تو اُسنے ادہم خان کو فتح مالوہ کے واسطے سنہ ۹۶۸ھ مین روانہ کیا۔ بازبہادر خواب غفلت سے اس وقت بیدار ہوا جب ادہم خان کی فوجین صرف کوس دو کوس کے فاصلہ پر سارنگ پور سے رہگئین۔ لیکن اب کیا ہوسکتا تھا؟ بہادر شکست فاش کھاکر بھاگ گیا اور ادہم خان بازبہادر کے خزانون اور محل شاہی پر قابض ہوکر خود دوسرا بازبہادر بنگیا۔ شہنشاہ اکبر نے جب یہ خبر پائی تو ادہم خان کو معزول کر کے اسکی جگہ پیر محمد خان شروانی کو مالوہ کی حکومت پر سرفراز کیا سنہ ۹۶۹ھ مین بازبہادر بہ امداد تقال خان حاکم برار اور میران مبارک شاہ فاروقی والی برہان پور پیر محمد خان کو شکست دیکر تخت مالوہ پہ متمکن ہوا۔ پیر محمد خان اس صدمہ اور شکست کی بیحزنی کی تاب نہ لاکر دریاے نربدا مین ڈوب کر مر گیا بازبہادر ابھی دم نہ لینے پایا تھا کہ سنہ ۹۷۰ھ مین عبد اللہ خان ازبک نے جو امراے اکبری مین سے تھا مالوہ پر حملہ کیا بازبہادر کو پھر مالوہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور آٹھ سال تک مالوہ خاندیس اور دکن کے جنگلون مین حیران و سرگردان پھرتا رہا۔ بقول مصنف اکبر نامہ سنہ ۹۷۸ھ مین حسن خان خزانچی کے توسل سے شہنشاہ اکبر کی خسروانہ عنایتون سے سرفراز ہوا اور اسکو دوہزاری کا منصب عطا ہوا۔ آئین اکبری مین بازبہادر کا نام امرا کی فہرست کے علاوہ گویون کے سلسلہ مین بھی ملتا ہے۔ شہنشاہ اکبر نہایت مدبر اور بیدار مغز بادشاہ تھا اسنے یہ مناسب سمجھا کہ دشمن کو کُھلے بندون پھرنے دینے کے بجاے مراحم شاہانہ سے ممتاز کر کے ہروم اپنی آنکھون کے سامنے دربار مین رکھے۔ علاوہ اسکے شہنشاہ موصوف اہل فن کا بھی نہایت قدردان تھا اور بازبہادر کو فن موسیقی مین یدطولے حاصل تھا اسلیے اُسکو مقربان خاص مین منسلک کرلیا۔ اس طرح سلطنت مالوہ بازبہادر کی غفلت و عیش پرستی کی باعث سلطنت اکبری کا جز بنگئی سنہ ۱۰۰۳ھ بے

خاتمہ پر یہ مالوہ کا عیش پرست راجہ اپنی عمر کے آخری چھبیس سال اکبری سلاسل زنداں مین گزار کر شہنشاہ اکبر کی وفات سے دس سال قبل رہگرائے عالم آخرت ہوا

سنہ ۹۶۸ھ مین جیسا کہ پیشتر لکھا جا چکا ہے جب ادہم خان نے مالوہ پر فوجکشی کی اور باز بہادر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا تو اسنے ایک جماعت مسلح سارنگ پور مین اس غرض سے تعینات کی کہ بصورت شکست جملہ پاترون کو قتل کر دے تاکہ وہ دشمنون کے ہاتھ نہ پڑ سکین جب باز بہادر نے شکست پائی تو اس جماعت نے روپ متی و دیگر ارباب نشاط خاصہ (روپ متی و بعضے دیگر پاتران خاصہ "تاریخ فرشتہ") پر بموجب حکم باز بہادر عالم پریشانی و بدحواسی مین تیغزنی کی اور اپنی دانست مین ان کو قتل کر کے اہل حرم کے قتل کے لیے روانہ ہو گئے۔ لیکن وہ روپ متی وغیرہ کے حال سے واقف ہو کر جہان جسکو موقعہ جان بچا کر ملا چلی گئی تھین۔ بعد شکست باز بہادر ادہم خان شہر مین داخل ہوا اور اک جماعت زنان گریختہ کو گرفتار کر کے ان سے روپ متی کا حال دریافت کیا۔ تلاش کرنے پر روپ متی زخمی دستیاب ہوئی۔ ادہم خان نے اُس سے یہ وعدہ کیا کہ شفا یاب ہونے پر اسکو باز بہادر کے پاس بہ حفاظت تمام بھیجدیا جائیگا۔ بعد غسل صحت کے روپ متی ایفائے وعدہ کی طالب ہوئی لیکن ادہم خان نے جو اسپر فریفتہ ہو چکا تھا یہ کہلا بھیجا کہ باز بہادر کے باغی ہونے کیوجہ سے وعدہ پورا نہین ہو سکتا اور خود طالب وصل ہوا۔ ادہم خان کی بدنیتی دیکھکر یہ عاشق صادق اور حسن و وفا کی پتلی کافور و تیل نوشجان کر کے ہمیشہ کے واسطے سو گئی اور اس طرح ادہم خان کے ہاتھون سے اپنی عزت و شہرت بچا کر لیگئی۔

ہری کرشن مختار

شری سوامی دیانند جی

جب اہل اسلام ہندوستان مین آئے تو ہندؤن کی حالت خراب ہو چکی تھی آپس کی نفاق سے وہ بہت کمزور تھے۔ توہمات پرستی بہتون کا شعار ہو چکا تھا۔ لیکن باوجود اسکے کہ مسلمانو نے ملکی فتوحات کین انھون نے رُوحانی اور دماغی بہادرت ہندؤن پر فتح نہین پائی۔ بابر جیسے بادشاہ کو بھی گرونانک کے آگے سر جھکانا پڑا۔ اکبر داراشکوہ اور فیضی اپنشدون اور سنسکرت علم ادب کے دلدادہ تھے سلطنت مغلیہ کے ابتدائی زمانہ مین ہندو نمایندون اور فقرا کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ درحقیقت اس زمانے کے بابت یہ کہنا درست ہو گا کہ ایک حد تک اسلام ہندو رنگ مین رنگ گیا تھا

لیکن انگریزی راج کے آتے ہی زمانہ نے اور پلٹا کھایا، ہندو بالکل چاہ ضلالت مین گر گئے انگریزی قوم نے اپنی مادی ترقی یعنی ریل تاربرقی اور سائنس کی ایجادون سے ہمکو حیرت مین ڈال دیا اُن کے سلطنت کے عجیب غریب انتظام اُن کی حب الوطنی۔ انکی سچائی، ایثار اور کیرکٹر نے ہندؤن کے دلون مین گھر کر لیا، اور ہماری گردنین اُن کے آگے جھک گئین۔ اُسی دماغی حالت مین پادریون نے عیسائی مذہب کا وعظ شروع کیا اور اپنی تمام ترقی کی بنیاد بائیبل کی تعلیم پر ٹھیرائی۔ دوسری طرف ہمارے مذہبی رہنما ہمین توہمات پرستی کی تعلیم دیتے تھے پورانون کے بعید از قیاس قصے سُناتے تھے ہندو قوم بیہودہ رسم ورواج کی زنجیرون مین جکڑی ہوئی تھی۔ مروجہ ہندو دھرم ہمارے سامنے ایک عجیب وغریب شکل مین پیش ہوا۔ بام مارگ یعنی ایک قسم کی عیاشی کو بھی مذہب کا ایک جزو ٹھیرا لگیا بیچاری لڑکیون کا قتل بیواؤن پر ظلم، تعلیم یافتہ لوگون کا بھی عیاش پنڈتون کو اپنی بیوی تک وان دینا مذہبی رسم ورواج مین داخل ہوگیا۔ نہ صرف بُت پرستی کا بازار گرم تھا بلکہ قبر پرستی درخت پرستی

اور پیر پرستی نے بھی اپنا سکہ جما لیا۔ عورتون اور شودرون کے لیے ویدون کا پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا۔ اور دہرم کے ٹھیکہ دار صرف نام کے براہمن بن گئے۔

عیسائی پادریون نے صرف زبانی وعظ و تلقین پر اکتفا نہین کیا بلکہ انھون نے بڑے بڑے اسکول اور کالج کھولے۔ مریضون کے علاج کے لیے اسپتال قایم کیے۔ زنانہ مشن کے ذریعہ سے پردہ نشین عورتون تک اپنے مذہب کا پیغام پہونچایا اُنکی قربانی اور ان کی سیوا نے ملک کو گرویدہ بنا لیا۔ اور ہندو سمجھنے لگے کہ اُنکا دھرم کمزور اور نکما ہے۔ ان کی تہذیب اور شایستگی قابل شرم و ندامت ہے، مروجہ ہندو دھرم ہندو تعلیم یافتہ جماعت کو شانتی دینے سے قاصر رہا اور جس لباس مین وہ ہمارے سامنے پیش ہوا وہ ایسا تھا کہ ہماری گردنین شرم سے جھک گئین اور اسکا قدرتی طور پر یہ نتیجہ ہوا کہ ہمارے بہترین آدمی عیسائی ہونے لگے اور تعلیم یافتہ طبقہ مغربی تہذیب و شایستگی کا دلدادہ ہو گیا۔

اس زمانہ مین راجہ رام موہن رائے کا ظہور ہوا، اُنکی شردھا اور بھگتی اپنشدون پر حد تھی اُنھون نے عیسائی پادریون سے مباحثہ کر کے اصلی ہندو دہرم کی خوبیون کو ظاہر کیا اور برھمو سماج کی بنیاد قایم کر کے بنگال کی تعلیم یافتہ جماعت کا رُخ اپنے آبائی دھرم کی طرف پھیرا راجہ رام موہن رائے نے جو قابل قدر خدمات انجام دین اُنکو ہم کبھی بھول نہین سکتے لیکن اُنکی وفات کے بعد جب برھمو سماج کی باگ ڈور بابو کیشب چندر سین کے ہاتھ مین آئی تب بجائے اپنشدون کی تعلیم پر زور دینے کے بائیبل کی تلقین کی طرف زیادہ زور دیا گیا اور اس اختلاف نے برھمو سماج کے دو ٹکڑے کر دیے اور اُسکا زور گھٹ گیا۔

ہندو دھرم پھر خطرہ کی حالت مین پڑ گیا، وہ دھرم جسے سچے برھمنون نے اپنے لوح دل مین محفوظ رکھا، وہ دھرم جس کے لیے حقیقت رائے اور گرو تیغ بہادر نے جانین دین، وہ دہرم جسکے لیے ہزارون دیویان آگ مین جل کر ہمیشہ کے لیے امر ہو گئین وہ دہرم جسکے ابتدا کا پتہ دینے سے تاریخ قاصر ہے، پھر جان کندنی کی حالت مین ہو گیا اور اس قوم کی ہستی معرض خطر مین آ گئی جسکی گود مین مہاراجہ رامچندر جیسے مریادا پرشوتم اور مہاتما کرشن جیسے یوگی راج جنھون نے بھشم پتامہ اور یدہشٹر جیسے بزرگون کو جنم دیا، جسنے دہ رشی اور مہرشی پیدا کیے جنھون نے

اپنشد اور درشن رچے جسنے علم ہیئت اور موسیقی کی بنیاد ڈالی اور زمانہ کو روحانیت کا سبق دیا، وہ قوم جو اُس وقت تہذیب اور شایستگی کے زیور سے آراستہ تھی۔ جب دوسری قومیں جو آج کل شایستگی کا فخر کرتی ہین اپنے بدن کو ڈھانپنا بھی نہین جانتی تھین جس نے اپنی پستی کے زمانہ مین بھی گوتم بدھ جیسا دیا کا اوتار اور شنکر جیسا فلاسفر دنیا کو دیا جسنے اپنے گرے وقت مین بھی رانا پرتاب اور پرتھی راج جیسے بہادرون کی شجاعت کا ڈنکا بجایا جب ایسی قوم کی زندگی سے لوگ مایوس تھے اور ہر طرف نا امیدی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ غیر مذاہب والے خوش تھے کہ اب ہندوٗن کو عیسائی، مسلمان بنانے مین تھوڑی دن کی کسر ہے۔ جب یورپ اور امریکہ سے ہمارے تبدیلی مذہب کے لیے لاکھون اور کرورون روپیہ حاصل کیا جاتا تھا جب چارون طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی تھی، اُس وقت سوامی دیانند نے ہمین آشا کی جھلک دکھلائی، اُنھون نے تبلایا کہ ہمین اپنی نورانی تہذیب و شایستگی پر شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں اُنھون نے ہمین سچے ویدک دہرم کا پتہ دیا جو شانتی دینے والا اور جو آشا کا دہرم ہے جس دہرم مین کسی سفارش و شفاعت کا دخل نہین جہان ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اعمال اور اپنی کوششون سے نجات حاصل کرلے جسکے مطابق ساری تقدیر خود ہمارے ہاتھ مین ہے اور جو کرم کی بہبودی کی تلقین کرتا ہے، سوامی دیانند کا وشواس تھا کہ یہ سنسار دُکھ کا دام نہین یہ جد وجہد کی جگہ ہے، جو انسان پرماتما پر بھروسہ کرکے اپنے پاؤن پر آپ کھڑے ہوتے ہین کامیابی اُنھین کا مُنھ چومتی ہے، دیانند کی زندگی اور اُن کے کام کو جس پہلو سے آپ دیکھین آپ کو عجیب غریب خوبیان نظر آوین گی۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

سوامی دیانند ایک مذہبی ریفارمر کی حیثیت سے ساری دنیا مین ویدون کا پرچار کرنا چاہتے تھے، لیکن ایک سچے محب وطن کی طرح اُنھین اپنے ملک بھارت ورش سے بہت اُنس تھا اُنھون نے جو سب سے بڑی قومی خدمت کی وہ یہ تھی کہ ہندوٗن مین قومی اسپرٹ کا نشو و نما کیا ان کی پرورش اور ان کی تعلیم مین مغربی اثر کا کچھ دخل نہ تھا، اُنھون نے مشرقی شایستگی

سری سوامی دیانند سرسوتی

اور تہذیب کی طرف لوگون کو راغب کرکے قومی زندگی کے باغ کو پھر سے ہرا بھرا کردیا۔
ہندوستان مین جو کچھ ہلچل اور بیداری ہم دیکھتے ہین وہ ایک بڑی حد تک سوامی دیانند کے کام کی بدولت ہے سرہنری کیمبل بیزمین سے بہت پہلے سوامی دیانند نے اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش مین یہ لکھا تھا کہ اپنی سلطنت چاہے جیسی خراب ہو وہ بدیشیون کی اچھی سلطنت سے بہتر ہوتی ہے اُنھون نے آج سے پچاس برس پہلے سدیشی تحریک کی طرف ہمین مائل کیا تھا ناتھون کی رکھشا کا ہمین خیال دلایا تھا۔ ہندی کے پرچار کی طرف ہماری توجہ مبذول کی تھی۔
اچھوت ادّھار و گئورکشا پر زور دیا تھا۔ شدّھی کا راستہ دکھلایا تھا بال بدھواؤن کی شادی کی تلقین کی تھی۔ اور یہ تبلایا تھا کہ ویدون کے پڑھنے کا استحقاق ہر ایک انسان کو ہے۔ اُنھون نے ثابت کیا تھا کہ ذاتون کی تفریق گُن، کرم اور سبھاؤ پر مبنی ہے۔ نہ کہ محض پیدایش پر، آج ہماری ترقی کے لیے جو جو باتین ضروری تبلائی جاتی ہین اُن سب کی طرف اس رشی نے اُس وقت ہماری توجہ مبذول کی تھی جب کسی اور کی اسطرف توجہ نہ تھی اسی لیئے ہم سوامی دیانند کو رشی مانتے ہین۔
اُنھون نے برہمچریہ کا صرف ربانی اپدیش نہین کیا بلکہ اپنی مثال سے تبلایا کہ برہمچاری ایسے ہوتے ہین، ان کے سخت سے سخت مخالف نے بھی ان کے سداچار اور کیرکٹر کے خلاف کبھی ایک لفظ زبان سے نہین نکالا، صداقت کے وہ اتنے دلدادہ تھے کہ سچائی کے اظہار کے لئے اُنھون نے کبھی اپنی جان کی پروا نہین کی، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب بریلی مین وہ لیکچر دے رہے تھے اور کمشنر و کلکٹر بریلی موجود تھے تو اُنھون نے عیسائی مذہب کی کچھ تردید کی۔ دوسرے ہی روز کمشنر صاحب نے خزانچی لکشمی نرائن کو طلب کیا جنکی کوٹھی پر سوامی جی ٹھہرے ہوئے تھے اور ان سے کہا کہ سوامی جی سے کہدو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کرین، سوامی جی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اُنھون نے دوسرے لکچر مین جبکہ کالکٹر اور کمشنر بھی موجود تھے یہ فرمایا" لوگ کہتے ہین ستیہ کو ظاہر نہ کرو کلکٹر غصہ ہوگا، کمشنر ناراض ہوگا۔ گورنر تکلیف دیگا۔ ارے چکرورتی راجہ کیون نہ اپرسن ہو ہم تو ستیہ ہی کہین گے" پھر گرجتی ہوئی آواز مین کہا" یہ شریر تو انیتہ (فانی) ہے اسکی رکشا مین پرورت (مصروف) ہوکر اَدھرم کرنا ویرتھ فضول ہے، اسے جس منشیہ کا جی چاہے ناش کردے لیکن وہ شور بیر پرش مجھے دکھلاؤ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ میری آتما کا ناش کرسکتا ہے جبتک

لہ ناخوش

ایسا بیر اس سنسار مین دکھلائی نہین دیتا مین یہ سوچنے کے لیے بھی تیار نہین ہون گا آیا مین ستیہ کو دبا ؤن گا یا نہین۔" سوامی دیانند کے موت کے نظارے نے تبلا دیا کہ ایشور پر انکا کسقدر وشواش ہے۔ آخری لفظ جو انکی زبان پر تھے وہ یہی تھے کہ " ہے ایشور تیری اچھیا پورن ہو"

اُن کی تقریر۔ اُن کی تحریر، اُن کا بل اُن کا تپ اُن کی وِدّیا۔ اُن کا ویش ہت۔ سب ایسی باتین تھین کہ جنکی وجہ سے، کرنل الکٹ۔ سر سید احمد خان پروفیسر مکس مولر وغیرہ بڑے لوگون نے اُن کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا۔ سوامی دیانند اپنی شخصیت کا زبردست اثر اپنی سنتا آریہ سماج پہ چھوڑ گئے ہین اور وہ آریہ سماج کا ایک اصول بنا گئے ہین کہ ستیہ سچائی کو قبول کرنے اور جھوٹ کو چھوڑنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ اُنھون نے اپنی شخصیت کو ہمیشہ اپنے وعظ و تلقین سے علیحدہ رکھا اور اپنی تعلیم کی بنیاد ویدون پر جو سچائی کا سرچشمہ ہین قایم کی۔ اُن کا مشن ہندؤن کو ویدون کی طرف لانے کا تھا۔ آج سوامی دیانند کے جسم کو سو برس ہو چکے ہین اور متھرا مین جہان اُنھون نے اپنے گرو سوامی ورجا نند کو یہ گرو دکشنا دی تھی کہ مین ویدون کا پرچار کرون گا۔ رتی کی جنم شتابدی کا اتسو منایا جائے گا۔ ایشور آریہ سماجیون کو یہ توفیق دے کہ وہ سوامی دیانند کے نقش قدم پر چلنا سیکھین اور وہ وقت جلد آوے جبکہ سارے سنسار مین ویدون کا ڈنکا بجے۔

جوالا پرشاد (کانپور)

رسید کتب

اسرار حقیقت یعنی جودھیاجی میں اسلامی نظارہ۔ مرتبہ لچھمی راس کایستھ سرپرستوتیہ فتوگرافیض آباد ۱۲

تصوف اسلام۔ مولفہ مولوی عبدالماجد صاحب مصنف فلسفہ جذبات مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ۔ قیمت عہ

ناٹک ساگر یعنی دنیائے ڈراما کی تاریخ مصنفہ نورالٰہی و محمد عمر صاحبان قیمت عہ

دو آتشہ (انگریزی نظمون اور ان کے منظوم ترجمون کا مجموعہ) از شیخ علام محی الدین صاحب ایم اے اسسٹنٹ گورنمنٹ کالج لائل پور مجلد قیمت عہ

مہاتما کبیر سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص نظر آئے جو کبیر کے نام سے ناآشنا ہو۔

ان کے سبق آموز بھجن آج بھی زبان زد خلائق ہیں جہان دو چار سادھو بیٹھے یا ستسنگ ہوا، وہان کبیر کے گیان کا دریا موجین مارنے لگا۔ باوجودیکہ مہاتما کبیر جاہل تھے۔ تیکن ان کی طبیعت مین فطرت نے شاعری کا جوہر کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ شاعری فطرتی ہے اور علم اکتسابی علم کا تعلق شاعری سے بعینہ ایسا ہے جیسا کہ حسن کا زیور سے زیور نہو تو حسن کا مرتبہ کم نہیں ہو سکتا اسی طرح علم کے بغیر بھی شاعری اپنا جوہر دکھا سکتی ہے۔

کبیرداس کے گیان و بھجن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ راستی کے پکے پیرو تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آجتک ایک تارک الدنیا اور ایک دنیادار دونون کبیرداس سے یکسان محبت رکھتے ہین۔ آپ نے ایک پنتھ بھی نکالا تھا جو آجتک کبیر پنتھی کے نام سے مشہور چلا آتا ہے بیرپنتھی سادھو سر پر نوکدار پیلے رنگ کی ٹوپی پہنتے ہین۔

کبیر صاحب کون تھے، کہان اور کس وقت پیدا ہوئے ان کا اصلی نام کیا تھا۔ کس مذہب کے پابند تھے، ان کی شادی ہوئی یا نہین، کہان کہان رہے اور کتنے دن تک زندہ رہے۔ ان باتون کا پتہ لگانا آسان نہین، کیونکہ مورخین مین اختلاف ہے، کسی نے کچھ لکھا ہے اور کسی نے کچھ۔ کبیر کسوٹی مین ان کی پیدائش سمت ۱۴۵۵ بکرمی مین اور وفات سمت ۱۵۷۵ بکرمی مین لکھی ہے، ڈاکٹر ہنٹر صاحب پیدائش سمت ۱۴۲۴ بکرمی مین بتلاتے ہین اور ولسن صاحب وفات سمت ۱۵۰۵ بکرمی مین فرماتے ہین، سادھوؤن سے

پتہ چلتا ہے کہ آپ کی عمر تین سو برس کی تھی آپ سمت ۱۲۰۵ بکرم مین پیدا ہوئے اور سمت ۱۵۰۵ بکرم مین وفات پائی یہ فیصلہ کرنا کہ کس کا بیان سچ ہے سخت مشکل ہے لیکن کبیر پنتھ کے عالمون کی رائے معتبر ٹھہرائی جا سکتی ہے اور اسلیے کہا جا سکتا ہے کہ انکی پیدایش سمت ۱۴۵۵ بکرمی مین جیٹھ کی پورنماشی کو ہوئی

کبیرداس مسلمان تھے اور مسلمانون مین جولاہون کے فرقے سے انکا تعلق تھا۔ وہ ایک جگہ خود فرماتے ہین۔

तू ब्राम्हण मै काशी का जुलाहा बूझहु मोर गियाना।

تو برہمن مین کاشی کا جولاہا بوجھو مور گیانا

جس سے یہ آپ کا جولاہہ ہونا محقق ہو جاتا ہے، لیکن یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا وہ پیدایشی جولاہے تھے یا بعد کو اس فرقے سے منسلک ہو گئے۔ کبیر کی کہاوتون سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پیدایشی جولاہے نہین تھے بلکہ صرف مسلمان ماتا پتا کی گود مین پرورش ہوئی ہے۔ مشہور ہے کہ متبرک کاشی دھام مین ایک جولاہا نیرو نامی رہتا تھا۔ اُسکی شادی نیما نامی ایک عورت کے ساتھ ہوئی تھی، نیرو جب نیما کو اُسکے باپ کے گھر سے لا رہا تھا تو اُسکو کاشی کے راستہ مین لہرتالاب کے کنارے ایک خوبصورت بچہ نظر آیا اس بچہ کے متعلق محققین کا خیال ہے کہ وہ ایک بیوہ برہمنی کے بطن سے جیٹھ پورنماشی سمت ۱۴۵۵ بکرمی مین پیدا ہوا تھا۔ دنیاوی شرم و بدنامی کے لحاظ سے غریب برہمنی بچہ کو لہرتالاب کے کنارے پھینک آئی تھی، بچہ کو دیکھکر نیما اور نیرو دونون کو ترس آیا، چونکہ نیما آخر مان باپ کے گھر سے آ رہی تھی اسلیے بچہ کو لیکر سسرال جانا دنیاوی رسم کے لحاظ سے اُسنے پسند نہ کیا، مگر نیرو نے اس بات کی قطعی پروا نہ کی، اُسنے بچہ کو اُٹھا لیا اور نیما کے گود مین دیدیا یہی بچہ آخر ایک دن اُن کے گود مین پلکر کبیر نام سے مشہور ہوا۔

کبیر کی پیدایش کے بارے مین دوسری کہانی یون مشہور ہے کہ دواپر جگ مین ایک برہمن فقیر تھا جو ہر وقت بھگوت بھجن مین مشغول رہتا تھا۔ پرماتما اُسکی اس سچی بھگتی سے خوش تو تھا لیکن امتحاناً اُسکا پھل دینے مین توقف کرتا رہا۔ ایکدن کسی نیچی ذات کا ایک

ناتواں اور برہنہ مفلس اُس برہمن فقیر کی کٹی کے باہر آکھڑا ہوا اور پہننے کے لیے کپڑا اور کھانے کے لیے اناج مانگنے لگا، فقیر اسوقت پرماتما کے دھیان مین مشغول تھا۔ مفلس کی بار بار کی پکار سے اُسکے دھیان مین خلل آنے لگا۔ اور غصہ مین کٹی سے باہر نکلکر فقیر نے کہا کیا مین جولاہا ہون جو مجھ سے کپڑا مانگتا ہے۔ دور ہو۔ چلا جا۔ ایشر کے دھیان مین فرق آتا ہے وہ بیچارہ مفلس ہٹ تو گیا مگر کچھ دور جاکر اور زور زور سے چلانے لگا۔ برہمن حقارت سے اس فقیر کی طرف دیکھتا ہوا کٹی کے اندر چلا گیا اور دروازہ بند کرلیا یکایک یہ آواز آئی -

राम. सएव सर्वत्रं ब्रा ह्मरो यव नादिं ।

رام تو برہمن و مسلمان دونوں میں موجود ہے

सर्वत्र योन पश्येन्त कथ रामे प्रीरातितम् ॥

پھر اے ناداں کیا تو اُس رام کی عبادت مین مشغول ہے جو ہر جگہ حاظر و ناظر نہین ہے!

ساتھ ہی فقیر نے یہ بد دعا کی کہ تم کلجگ مین ایک مفلس کے یہان جنم لو۔ اس بد دعا کو سُنکر برہمن فقیر بھوچکا سا رہگیا، دروازہ کھولکر باہر آیا اور مفلس فقیر کو نہ پاکر چھاتی پیٹ پیٹ کر رونے لگا۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ مین نے بڑی غلطی کی۔ چونکہ وہ ایشور کا پُرانا بھگت تھا، اسلیے جانتا تھا کہ یہ بد دعا خالی نہ جائے گی۔ پس سچے دل سے درگاہ الٰہی مین معافی کا خواستگار ہوا، اسوقت اسنے ایک غیبی آواز سنی، کہ بد دعا تو بھگتنا لازمی ہے اور وہ تمہین بھگتنی پڑے گی۔"

برہمن بولا کہ اے پرماتما کیا کرون، کیا اب اتنے دن کی بھگتی بیکار ہی جائے گی، غیب سے آواز آئی نہین دنیا مین کوئی کام ایسا نہین جس کا پھل نہ ملے۔ تمکو بھی اپنی محنت کا پھل ملے گا۔ تم مجھے بُتر کی شکل مین پاؤ گے۔" برہمن نے پھر پوچھا کیا اسی مسلمان کے شریر کے ساتھ اور اُسی مسلمان کے گھر مین؟ جواب آیا' ہان۔ کاشی مین تم دونون ہی ذات نبکر باس کروگے۔ اور مین وہین تمہاری گود مین آؤنگا، جسنے تمہین بد دعا دی ہے۔ وہ بھگت کاشی مین میرے نام کا پرچار کریگا، اور مین تمہاری سنتان روپ سے

اُسکے پاس فیض حاصل کرونگا یہی برہمن فقیر کاشی کا جولا با نیرو اور نیما ہے اور وہ بھگت مہاتمارامانندسوامی اور لہرتالاب پرہوالڑکا شری رام چندر جی ہین۔

دوسری کہانی کبیرصاحب کی پیدایش کے بارہ مین یہ بیان کیجاتی ہے کہ مہاتما رامانند سوامی کاایک سچا چیلا جو برہمن تھا مع اپنی بیوہ لڑکی کے سوامی جی کے پاس گیا۔ جس طرح ہندو سماج مین فقیرون کے پیر پر سر رکھتے ہین، اُسیطرح سوامی رامانند جی کے چرن لڑکی نے چھوئے یکایک سوامی جی کے منھ سے یہ الفاظ पुत्रवती भव (تمہارے لڑکا ہو) نکلے چونکہ مہاتماؤن کی باتون کا سچ ہونا لازمی ہے، اسلیے اسکابھی پورا ہونا ضروری تھا آخر برہمچارنی کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی اُس بیوہ کے حمل رہگیا اور اُس سے پُتر پیدا ہوا، دنیاوی کلنک کے چھپانے کےلئے وہ اپنے بچے کو لہرتالاب کے کنارے پھینک آئی جسکو دمپت جولاہے نے پالایہی لڑکا کبیر کے نام سے مشہور ہوا۔

کبیر داس بچپن ہی سے دہرم کرم کے ساتھ رہتے تھے، ان کو ہروقت رام رام کی دہن لگی رہتی تھی، ایک جولاہے کے گھر مین پرورش پانا اور پھر رام رام کی دھن مین مگن رہنا بالکل ناممکن سا معلوم ہوتا ہے، مگر نیک صحبت کا اثر ناممکن کو ممکن بنادیتا ہے مشہور ہے کہ کبیر داس سوامی رامانند جی کے چیلے تھے، ایک دن سوامی جی رات کے وقت گنگا جی کے اشنان کے لیے جارہے، اور اتفاق سے کبیر سیڑھیون پر سو رہے تھے اندھیرے مین سوامی جی کا پیران کے بدن مین لگ گیا۔ پیر لگتے ہی سوامی بول اُٹھے "رام رام کہہ۔ رام رام کہہ" کبیر صاحب نے اُسی کو منتر مان لیا۔ اور بس اُسی دن سے اپنے کو سوامی جی کا چیلا سمجھنے لگے۔ مسلمان کے گھر پرورش پانے پر بھی کبیر صاحب کا رخ زیادہ تر ہندو دھرم کی طرف تھا۔ ایک جگہ آپ نے کہا ہے کہ۔

जाति जुलाहा क्या करे हिरदे बसे गोपाल ।
ذات جولاہے کیا کرے ہردے بسے گوپال

कहे कबीर राम रस माते जोलहा दास कबीर हो
کہین کبیر رام رس ماتے جلہا داس کبیر ہو

داس کبیر گو جولاہا مگر رام رس سے مست ہوگیا ہے کبیر کہتا ہے کہ دل تو خدا کا گھر ہے، جولاہہ ہونے سے کیا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ ایشور کے نام کے سامنے ذات کا بھید مٹ جاتا ہے ۔ اسکے سچے بھگت کو دنیاوی ذات کا خیال نہین رہتا وہ ہمیشہ ایشور کے دھیان مین مگن رہتا ہے۔

کبیرداس کی شادی ہوئی تھی یا نہین اسمین بھی اختلاف ہے، کبیر پنتھ کے عالمون کا قول ہے کہ لوئی نامی عورت ان کے ساتھ رہی مگر اُنھون نے اسکے ساتھ شادی نہین کی ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کمال انکا بیٹا اور کمالی ان کی بیٹی تھی۔ اس معاملہ مین بھی مختلف اور حیرت انگیز باتین سنی جاتی ہین "ڈوبے بنس کبیر کے او پجے پوت کمال" یہ بھی ایک مشہور کہاوت ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اُنھون نے شادی ضرور کی تھی۔

کبیر کی شادی کے متعلق ایک پُرلطف روایت یہ بھی مشہور ہے کہ ایک دن اُن کا گذر ایسے جنگل مین ہوا جہان ایک جھونپڑی کے سوا انسانی آبادی کا کچھ بھی نشان نہ تھا۔ جھونپڑی کے سامنے ایک چبوترہ تھا۔ یہ اُسپر بیٹھکر جنگل کی بہار دیکھنے لگے۔ دفعتہً جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت دوشیزہ جھونپڑی سے نکلکر ان کے سامنے آگئی بھگت کبیر دیکھ ہی رہے تھے کہ لڑکی نے خود سلسلۂ گفتگو چھیڑ دیا۔"

"تم کون ہو"

"کبیر"

"مذہب کیا ہے"؟

"کبیر"

"گھر کہان ہے"

"کبیر"

لڑکی کبیر کی گفتگو سنکر متحیر ہوئی اور ان کے حُسن ظاہری کے علاوہ باطنی محاسن کا کچھ ایسا اثر پڑا کہ وہ کبیر داس کا دم بھرنے لگی کبیر داس نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے، لڑکی نے بتایا کہ اس کٹی مین ایک سنیاسی رہا کرتے تھے جو تھوڑے دن ہوئے سرگباش ہو چکے

ہین مین نے اُنھین کے زیر سایہ پرورش پائی ہے وہ کہتے تھے کہ مین نے تجھے گنگا جی
کے لہرون مین کھیلتے ہوئے پایا ہے تو ایک لکڑی کے چوکے پر کمبل مین لپٹی ہوئی
بہی چلی جاتی تھی، اسی وجہ سے مین نے تیرا نام کملی دیوی رکھا ہے، کبیرداس بھی کملی دیوی
کی زہد شکن نگاہون کے اشارون سے مسحور ہو چکے تھے آخر اس حسین دوشیزہ کی درخواست
پر اسے اپنے گھر لے آئے، مشہور ہے کہ یہ حور وش دیوی اتنی اطاعت شعار تھی کہ بھگت
کبیر تمثیلاً اس کی اطاعت شعاری کا ذکر کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک ساہوکار کا
لڑکا چیلا بننے کے لیے حاضر ہوا کبیر نے پوچھا، کیا تمہاری شادی ہوئی ہے، اسنے کہا
ہان، کبیر نے پوچھا "بیوی کیسی ہے" اُس نے کہا نہایت اطاعت شعار، فرمایا تو اُسکو
بھی لاؤ، ساہوکار کے لڑکے کو یہ سنکر کچھ تامل ہوا، بھگت کبیر نے اپنے کشف سے لڑکے
کے دل کا حال معلوم کرلیا، اور کملی سے ایک پیالہ پانی مانگا۔ جب کملی پانی لیکر آئی تو کبیرداس
نے ان کے ہاتھ سے پیالہ لیکر زمین پر گرادیا اور پھر پانی لانے کے لیے کہا۔ اب کی مرتبہ بھی
جب پیالہ سامنے آیا تو پانی زمین پر پھینکدیا، اسیطرح دس مرتبہ پانی منگا منگا کر پھینکدیا مگر
کملی نے ایک مرتبہ بھی نہ کہا کہ پانی کیون گراتے ہو، ساہوکار کا لڑکا سمجھ گیا کہ بھگت کبیر نے
امتحاناً اطاعت شعاری کا طریقہ بتادیا ہے، چنانچہ گھر آکر اپنی بیوی سے پانی مانگا۔ جب
وہ پیالہ لیکر آئی تو اسکے ہاتھ سے پیالہ لیکر پانی زمین پر گرادیا۔ دوبارہ وہ پھر پانی لائی۔ اور اسنے
پھر گرادیا تیسری مرتبہ وہ جھنجلائی اور بولی آج بھنگ پی کر تو نہین آئے ہو لڑکا اپنی غلط فہمی
پر نادم ہوا کہ کیون اسنے کبیرداس کے سامنے اپنی بیوی کو اطاعت شعار کہا تھا۔

کبیر نہایت ہی بامروت اور خوش خلق تھے۔ آپ سادھوؤن اور فقیرون کی خدمت
سچے دل سے کرتے تھے وہ پڑھے لکھے نہ تھے محض ست سنگی تھے، لیکن دھرم کی مشکل
ترین باتون سے واقف تھے۔ یاد الٰہی مین زندگی کا بسر کرنا ان کا شعار تھا۔ ہندو مسلمان
کو ایک نظر سے دیکھتے تھے، صداقت کو ایمان کا زیور سمجھتے تھے۔

کبیر نے خود کوئی کتاب نہین لکھی وہ بھجن کہتے تھے اور ان کے شاگرد اُنھین یاد
کرلیا کرتے تھے، بعد کو سب اکٹھا کر کے بہت سے گرنتھ بنالیے گئے۔ خاص گرنتھ یہ ہین سکھ ندھان

(۲) گورکھناتھ کی گوشٹھی، (۳) کبیر پانجی (۴) بلکھ کی زینی (۵) اننّد رام ساگر (۶) رامانند کی کوٹھی (۷) شبداولی (۸) منگل (۹) بسنت (۱۰) ہولی (۱۱) ریختہ (۱۲) جھولن (۱۳) کہرا۔ (۱۴) ہندولن (۱۵) بارہ ماسہ (۱۶) چانچر (۱۷) چونتیسی (۱۸) الف نامہ (۱۹) رینی (۲۰) سالکھی (۲۱) بیجک شامل ہین۔

کبیر صاحب کا الٹا بھی بہت مشہور ہے، جو ان کی ذکاوت و ذہانت کی بہترین مثال ہے، آپ بُت پرستی کے نہایت مخالف تھے اور اپنے کو خدا کا قاصد سمجھتے تھے فرماتے ہین:

काशी में हम प्रगट भये हैं रामानन्द चेताये।
کاشی مین ہم پرگٹ بھئے ہین رامانند چیاے

समरथ का परवाना लाये हंस उबारन आये॥
سمرتھ کا پروانہ لائے ہنس اوبارن آئے

ہم کاشی مین ظاہر ہوئے رامانند نے ہمین تعلیم دی، ہم ازلی قابلیت کا پروانہ لائے ہین اور دنیا کو نجات دلانے کے لیے آئے ہین۔

जो कबीर काशी मरे तो रामहिं कौन निहोर
جو کبیر کاشی مرے تو رامے کون نہور

जस काशी तस मगहर ऊसर हृदय राम जो होर
جس کاشی تس مگہر اوسر ہردے رام جو ہوئے

اگر کوئی شخص کاشی جیسی مقدس شہر مین مرے تو اسمین خدا کے خوش ہونے کی کونسی بات ہے، کاشی اور مگہر کی سرزمین دونون برابر ہین بشرطیکہ دل مین خدا کی محبت ہو۔ اسی مضمون کو ہمارے مکرم دوست جناب احسن بمبھی ناظم حلقۂ ادبیہ نے اس شعر مین ادا کیا ہے۔

تعینات سے آزاد ہے جبین نیاز
نظر مین تو ہے تو پھر دیر کیا حرم کیا ہے

کبیر کی شاعری سارے ہندوستان مین مشہور ہے، آپ نے بہتر سے بہتر خیال کا نقشہ کھینچا ہے، کوئی مصرع نہین جو نصیحت آمیز نہ ہو، یہان آپ کے کلام کا مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

लूट सके तो लूट ले सत्यनाम की लूट ।
لوٹ سکے تو لوٹ لے ست نام کی لوٹ

पीछे फिर पछितावो गे प्रान जाहिं जब छूट ॥
پیچھے پھر پچھتاوگے پران جاہین جب چھوٹ

خدا کے سچے نام کی لوٹ ہو رہی ہے اگر لوٹ سکے تو لوٹ لے، نہین تو جان نکلجاے گی تو پچھتائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ایشور کی یاد مین مشغول ہو جا، زندگی چند روزہ ہے، غفلت کریگا تو افسوس کریگا۔

दुख में सुमिरन सब करे सुख में करे न कोय।
دکھ مین سمرن سب کرے سکھ مین کرے نہ کوے

जो सुख में सुमिरन करे तो दुख काहे को होय॥
جو سکھ مین سمرن کرے تو دکھ کاہے کو ہوے

دکھ اور مصیبت مین سبھی ایشور کو یاد کرتے ہین اور دکھ سے نجات پانے کی دعا کرتے ہین۔ اگر سکھ مین اُنکا شکریہ ادا کیا جائے تو کبھی تکلیف پاس نہ آئے۔

सुमिरन की सुधि यों करे ज्यों गागर पनिहार।
سمرن کی سدھ یون کرے جیون گاگر پنہار

हाले डोले सुरति में कहे कबीर बिचार ॥
ہالے ڈولے صورت مین کہے کبیر بچار

خدا کی یاد اسطرح کرو اور اس پر اسطرح نظر رکھو جس طرح پانی بھرنے والی اپنے بھرے ہوے گھڑے کی جنبش پر نظر رکھتی ہے کہ جنبش سے کہین پانی چھلک نہ جاے۔

माला तो कर में फिरे जीभ फिरे मुख माहि।

مالا تو کر مین پھرے جیبھ پھرے مکھ ماہین

मनुवां तो दहु दिस फिरे यह तो सुमिरन नाहि॥

منوا تو دہو دس پھرے یہ تو سمرن ناہین

اگر دل دنیا کی محبت مین مبتلا ہو تو مالا پھیرنے اور رام رام کہنے سے کچھ فائدہ نہین ہے۔ سمرن اسکو نہین کہتے یہی تعلیم حضرت مولانا روم بھی دیتے ہین فرماتے ہین

بر زبان تسبیح و در دل گاو خر
این چنین تسبیح کے دارد اثر

हाड जरे ज्यौं लाकडी केस जरे ज्यों घास।

ہاڑ جرے جیون لاکڑی کیس جرے جیون گھاس

सब जग जरता देखकर भये कबीर उदास॥

سب جگ جرتا دیکھ کر بھیے کبیر اوداس

ہڈی مثل لکڑی کے جلتی ہے اور بال مثل گھاس کے کبیر ساری دنیا کو جلتی دیکھکر اوداس ہین۔ کبیر اظہار افسوس کرتے ہین کہ دنیا والے اپنے تئین دنیا کی آگ مین جلے جاتے ہین اور دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش نہین کرتے۔

झूठे सुख को सुख कहे मानत है मन मोद।

جھوٹے سکھ کو سکھ کہین مانت ہے من مود

जगत चबेना काल का कुछ मुंह में कुछ गोद॥

جگت چبینا کال کا کچھ مکھ مین کچھ گود

کبیر صاحب فرماتے ہین کہ دنیاوی چند روزہ سکھ و آرام کو نہ ماننا چاہیے یہ سب جھوٹا سکھ ہے کیونکہ دنیا موت کا چربن ہے یعنی موت کے سب شکار ہین کوئی آج کوئی کل۔

काल करे सो आज कर आज करे सो अब।

کال کرے سو آج کر آج کرے سو اب

पल में परलै होयगी बहुरि करोगे कब ॥
پل مین پرلے ہوے گی بہر کرے گا کب

تجھے جو کچھ کل کرنا ہے آج ہی کرلے، اور جو کچھ آج کرنا ہے، ابھی کر کیونکہ ذرا دیر مین قیامت آجاے گی (یعنی وقت ختم ہو جائیگا) پھر تو کب کرے گا۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین۔

माटी कहे कुम्हार से तू क्या रूंधे मोहिं ।
ماٹی کے کمہار سے توکیا روندے مو

एक दिन ऐसा होयगा मैं रूंधौ गा तोहिं ॥
اک دن ایسا ہوے گا مین روندون گی توہ

مٹی کمہار سے کہتی ہے کہ تو کیا مجکو روندتا ہے ایک دن ایسا آنیوالا ہے کہ مین تجکو پامال کرون گی۔ مقصود یہ ہے کہ

دشمنون سے دوستی یارون سے یاری چاہیئے خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیئے

सुखिया सब संसार है खावे ग्मौर सोवे ।
سکھیا سب سنسار ہے کھاوے اور سووے

दुखिया दास कबीर है जागे ग्मौर रोवे ॥
دکھیا داس کبیر ہے جاگے اور روے

ساری دنیا خوشی کی زندگی بسر کرتی ہے آرام سے کھاتی ہے اور سوتی ہے مگر ایک کبیر البتہ دکھی ہے، وہ ساری رات جاگتا ہے اور روتا ہے مقصود یہ ہے کہ دنیا والے اہل حقیقت سے بیخبر ہین وہ فانی سکھ کو سکھ سمجھتے ہین اور لذات دنیا سے مسرور ہو کر غفلت کی نیند مین مبتلا ہین لیکن کبیر جو اپنی حقیقت اور دنیا کی بے ثباتی پر نظر رکھتا ہے، نہ اُسکے آنسو تھمتے ہین نہ نیند آتی ہے۔ ایک اردو شاعر کہتا ہے۔

اک ٹیس سی دل مین اُٹھتی ہے اک درد جگر مین ہوتا ہے
ہم راتونکو اُٹھکر روتے ہین جب سارا عالم سوتا ہے

प्रेम छिपाये ना छिपै जा घट परगट होय।
پریم چھپائے نا چھپے جا گھٹ پرگٹ ہوے

जो वे मुख बोलत नहीं नैन देत हैं रोय॥
جو بے مکھ بولت نہین نین دیت ہین روئے

مطلب یہ ہے کہ محبت چھپائے سے چھپ نہین سکتی اگر کوئی شخص ضبط فغان بھی کرلے تو اشکبار آنکھین، اس راز کو افشا کردین گی۔

کبیر کی شاعری، صرف عاشقانہ شاعری نہ تھی بلکہ وہ ہر صنف پر قادر تھے دوہون کے علاوہ انھون نے موسمی گانے بھی لکھے ہین۔ ایک قابل تعریف ہولی ملاحظہ ہو۔

नैहरवा हमको नहिं भावे
نیہروا ہمکا نہین بھاوے

साईं की नगरी परम अति सुन्दर जहं कोई जाय न आवे
سائین کی نگری پرم ات سندر جہاں کوئی جائے نہ آوے

चांद सूरज जहं पवन न पानी को सन्देस पहुंचावे
چاند سورج جہاں پون نہ پانی کو سندیس پہونچاوے

दरद यह साईं को सुनावे
درد یہ سائین کو سناوے

आगे चलूं पंथ नहिं सूझे पीछे दोष लगावे।
آگے چلون پنتھ نہین سوجھے پیچھے دوش لگاوے

केहि विधि ससुरे जाऊं मोरी सजनी बिरहा जोर जनावे
کیہہ بدھ سسرے جاؤن موری سجنی برہا جو جناوے

विषय रस नाच नचावे
بشے رس ناچ نچاوے

बिन सतगुरु अपनो नहीं कोई जो यह राह बतावे
بن ستگر اپنو نہین کوئی جو یہ راہ بتاوے

कहत कबीर सुनो भाई साधो स्वप्न प्रीतम पावे
کہت کبیر سنو بھائی سادھو سپنے نہ پریتم پاوے

तपन यह जिय की बुझावे।
تپن یہ جیا کی بجھاوے

چونکہ بھاشا شاعری مین عموماً عورت کیطرف سے، اظہار جذبات کیا جاتا ہے اسلیے کبیرداس نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے اس ہولی مین گویا ایک فرقت نصیب عورت آلام جدائی کا اظہار کر رہی ہے وہ کہتی ہے کہ

مجھے اپنا میکہ ذرا بھی پسند نہین، میرے محبوب کا دیس اتنا خوبصورت ہے کہ وہان جاکر کوئی واپس نہین آتا، وہان چاند، سورج ہوا، پانی کا گزر نہین پھر کون ہے جو میرا پیغام پہونچاے اور میرے دل کے درد سے میرے محبوب دلنواز کو آگاہ کرے۔

اگر مین آگے چلتی ہون تو مجھے راستہ نہین ملتا، اور پیچھے رہتی ہون تو مکروہات دنیا ساتھ نہین چھوڑتین، آخر اے میری سکھی مین کسطرح اپنی سسرال جاؤن آہ مجھے فراق محبوب تباہ کر رہا ہے

بجز پیشواے حقیقی کے دوسرا کون ہے جو مجھے یہ راستہ بتادے، کاش اے کبیر میرا محبوب خواب ہی مین آکر دلکی سوزش کو بجھا دیتا۔

میکہ سے دنیا، دیار محبوب سے عالم بقا اور سائین سے محبوب حقیقی یعنی شاہد ہستی نواز مراد ہے۔

آپ نے بھگتی کے متعلق بھی محبت کے پردے مین نصیحتین کی ہین مثلاً

नैहरवा में दाग लगाय आई चुनरी
نہروا مین داغ لگائ آئی چنری

औ रंगरेजवा के मरम न जाने नहिं मिले धोबिया कौन करे उजरी
اور نگریزوا کے مرم نہ جانے نہین ملے دھوبیا کون کرے اُجری

तनके कूंडी ज्ञान के सौंदन साबुन महंग बिकावे या नगरी
تن کے کونڈی گیان کے سوندن صابن مہنگ بکاے یا نگری

पहिर ओढ़ि के चली ससुररिया गौवा के लोग कहें बड़ी फूहरी
پہر اوڑھی کے چلی سسریا گنووان کے لوگ کہین بڑی پھوہری

कहत कबीर सुनो भाई साधो बिन सतगुरु कबहू नहि सुधरी
کہت کبیر سنو بھائی سادھو بن سُتگر کبھون نھین سُدھری

آہ میکے مین، لباس عروسی داغدار ہوگیا۔

اس عشق و محبت کے رنگریز کا حال کسکو معلوم ہے (جو اس دلفریب چندری کا رنگنے والا ہے) کوئی ایسا دھوبی بھی نہین ملتا جو اس داغ کو چھڑادے، آہ اسے کون صاف کرسکتا ہے۔

جسم کا کونڈا ہے اسمین گیان کے مسالے کی ضرورت ہے جسکو لگاکے اس چوندری کا میل چھڑایا جاسکتا ہے (افسوس) اس دیس مین (یہ) صابن بہت مہنگا بکتا ہے، مقصد یہ ہے دلکو پاک و صاف بنانے کے لیے گوروکی تعلیم کی ضرورت ہے اور وہ یہان مشکل سے میسر آتی ہے۔

اس میلی چوندری کو پہنکر سسرال جاتی ہے اسکو دیکھکر دیار محبوب کے لوگ کہینگے کہ یہ بڑی بدسلیقہ عورت ہے۔

سنو کبیر کی بات سنو، بغیر پیر طریقت کے اس لباس کا عیب دور نہ ہوسکیگا
رنگے ہوے سیارون یعنی بنے ہوے فقیرون کے متعلق فرماتے ہین۔

मन न रंगाये रंगाये जोगी कपड़ा
من نہ رنگاے رنگاے جوگی کپرا

आसन मारि मन्दिर में बैठे
آسن مارے مندر مین بیٹھے

नाम छांड़ि पूजन लगे पथरा
نام چھانڑے پوجن لاگے پتھرا

कनवा फड़ाय जोगी जटवा बढ़ौलैं।
کنوا پھڑاے جوگی جٹوا بڑھون لے

डाढ़ी बढ़ाय जोगी ह्वै गेलैं बकरा
ڈاڑھی بڑھاے جوگی ہوئی گیلین بکرا

जंगल जाय जोगी धुनियां रमौलैं
جنگل جاے جوگی دھنیاں رمولین

काम जराय जोगी बनि गैलैं हिजरा
کام جراے جوگی بن گیلے ہجرا

मथवा मुड़ाय जोगी रंगौले
متھوا منڑاے جوگی کپڑا رنگولے

गीता बांचि के होइ गैले लबरा।
گیتا باچ کے ہوئی گیلین لبرا

कहत कबीर सुनो भाई साधो
کہت کبیر سنو بھائی سادھو

जम दरवजवा बांध जा ले जावे पकरा॥
جم دروزوا باندھ جالے پکرا

اے جوگی تونے اپنے دلکو نہین رنگایا صرف کپڑا رنگالیا ہے۔
تو آسن مارکے مندر مین بیٹھ گیا اور اس محبوب حقیقی کو چھوڑکر پتھر کی پرستش کرتا ہے۔
تونے (دنیا کے دکھانے کے لیے) اپنے کانون مین حلقہ اطاعت ڈالدیا ہے،
اور جٹا بڑھاکے بکرون کی طرح ڈاڑھی بڑھالی ہے۔
توجنگل مین جاکر دھونی رماتاہے اور دنیا کو فریب دینے کے لیے اپنے ان اعضا
کو بیکار بنالیتا ہے جن کا تعلق نفس حیوانی سے ہے، تو بجاے ایک نفس کش فقیر
کے گویا ہیجڑا بن جاتاہے۔

کبیرداس

تو سر منڈا کر اور رنگین کپڑے پہن کر دنیا کو گیتا کا سبق دیتا ہے، حالانکہ تیرا دل تیری زبان کا ساتھ نہین دیتا۔

(اے بنے ہوئے جوگیو) کبیر کی بات سنو، موت آکر یہ سب فریب باطل کردے گی اور خدا کے دربار مین نہایت عذاب کے ساتھ باندھ کر لیجائے گی۔

شتاب رائے سرپواستویہ
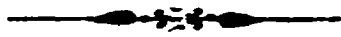
رسید کتب

ہندو تیوہارون کی اصلیت مصنفہ منشی رام پرشاد بی، اے، ہیڈماسٹر گورنمنٹ اسکول گونڈہ قیمت ۶ر

کورکچھتر درپن، گائڈ یا رہنما، مرتبہ دیالی رام بی اے آنریری سکریٹری سری ورکچھتر چرن اودہار سمتی، حجم ۴۰ صفحہ علاوہ نقشجات، قیمت ٹائٹل پر تحریر نہیں۔

ملنے کا پتہ لالہ دیالی رام جزل سکرٹری کورکچھتر سوسائٹی تھانیسر ضلع کرنال،

معرکۂ سمرنا، مصنفہ جناب مولوی محمد حسین صاحب ناز مشی، قیمت فی جلد ۶ر

ملنے کا پتہ حسٹلین کمڈیو امین آباد لکھنؤ۔

سیرۃ غوث الاعظمؒ مولفہ مولانا زاہد القادری حجم ۶۰ صفحہ قیمت ۸ر

شکوہ از چودھری شیام سنگھ شیام ار ملنے کا پتہ ہندو بک سنڈل مقام بجنور۔

چوبیسوین سالانہ رپورٹ کائستھ بیوہ ایسوسی ایشن بابتہ سنہ ۱۹۲۴ء مرتبہ منشی کامتا پرشاد

ویش بندھو داس کے ساگر سا نگیت کا ترجمہ

(نمبر ۳۵)

اب شام ہوگئی، اور اے میرے پیارے سمندر! تیرے وقف سکون قلب مین پوربی راگ چھڑا ہوا ہے،

ایک دلفریب، دلکش اور جادو خیز دھن مین ایک ترانہ بے صدا ایک دل سے دوسرے دل کی طرف بہا جا رہا ہے"

شورش انگیز موجون پر عالم خواب طاری ہوگیا ہے اور موجین بحر سکون کی تہ مین مائل استراحت ہین، بیچین ہوا اُن کا شور وغل پردۂ خامشی مین مستور ہوگیا۔ آسمان پر روشنی کا کہین نام نہین چاند نظر سے روپوش ہے ستارے نظر نہین آتے، معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو ایک طرفہ اور عظیم خامشی نے چارسو سے جکڑ لیا ہے۔

کیا تیرے ننھا نخانہ قلب مین اب کوئی بھی آرزو باقی نہین۔ آہ کیا عشق و محبت کا خاتمہ ہوگیا۔ اب تجھے سعئ عمل کی پروا نہین۔

آج تو اس دھندھلی دھندھلی تاریکی اس سہانی شام کے وقت اپنی بحر ذات کی تہ مین مستور ہوگیا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو مین بھی اپنی ذات مین سما جاؤنگا اور روپوش ہو جاؤنگا اور پھر تیرا یہ راگ جب ختم ہوجائے اسوقت تو مجھے صدا دیدینا، مین جاگ اُٹھونگا، بیدار ہو جاؤنگا!!!

(نمبر ۳۶)

آج تمام افلاک وقف سکون ہین ہر جگہ خامشی کا عالم طاری ہے کہین سے ایک بھی آواز نہین آتی اور تیرے تمام جسم پر شام پرتوفگن ہے اسوقت سارے عالم مین اس بیحد اور سکون بے اندازہ چھایا ہوا ہے۔

اے بحرِ ناپیداکنار۔ آج تیری زبانِ حال سے ایک حرف بھی نہین نکلتا تو اطمینان اور طمانیت کی ایک تصویر ہے اس شام پُرسکوت مین تیرا سرود بیصدا تیری روح کے اندر اسکی تنویر اور سرمستی اور اسکی شان وشوکت کو دوبالا کر رہا ہے!

اس سرور کی کیفیت مین تیرا تمام جسم ڈوبا ہوا ہے اور رنج وراحت اسی مین محو ہوکر کالعدم ہوگئے ہین آج یہ تمام کائنات پانی مین تیرتے ہوئے کنول کے مانند نظر آتی ہے، مدت اور زمانہ دونون سکتے کے عالم مین پابستہ تیرے قدمون پر سرنگون ہین!

واقعی ایک خودمست اور یکسو نظر اور بے حرکت مرتاض نے میرے سینے کے اندر اپنا فقیری آسن جما لیا ہے۔

مین نے صرف تیری ایک جھلک دیکھی ہے لیکن تجھ تک میری رسائی نہین ہوتی، ہان دست بستہ مین تیرے حضور مین استادہ ہون تو مجھکو بھی اپنی ذات مین وصل کرلے مین تو ہو جاؤن اور تو مین؛

(نمبر ۳۷)

آج آسمانون پر جو مناجات اور عبادت مین محو ہین شگفتہ پھولون کا ایک فرش سا بچھا ہوا ہے تیری دونون آنکھین عرش برین کی طرف دوڑی ہوئی جارہی ہین اور تیرا پانی لطف وکرم کی موجین مار رہا ہے، آہستہ آہستہ اُچھلتا کودتا اور ناچتا ہوا بہا جارہا ہے۔

تمام دنیا پر کیرتن (حمد وثنائے خالق) کی ایک لہر چھائی اور ہوا مین بھگتی کرتالون کی گونج سمائی ہوئی ہے۔ کرتالون سے صدا آتی ہے ہری بول، ہری بول۔

آج کی طرح مردنگ کی دلکش صدا میرے درون قلب مین کبھی جاگزین نہین ہوئی تھی اس مسرت آمیز کیرتن مین تیز اور آزاد باد سحر میرے دل کے گرد وپیش رقص کررہی ہے۔ عشق حقیقی کی دیوانگی مین ایک عجیب وحشت خیز عالم ہے۔

اُف میرا دل خدا کے لیے دیوانہ ہو رہا ہے۔

اے بحر مواج، اے سرورِ قلبی، اے راحت کے سکون آمیز مگر تمام عالم کو اپنے رنگ مین رنگ لینے والے مرکز تو نے اپنی قربت اور وصل کے اشتیاق مین میرے کاشانۂ دل کو مستعد

لذت آمیز بیتابیٔ عشق سے معمور کر دیا ہے خوف یاس اور اضطراب ناکامی سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ مگر مین بار بار ابھر ابھر کر تیرنے لگتا ہون۔

اے عاشق صادق، اے پرستار حق۔ اے قلب عبادت گذار، اپنا گیرتن از سر نو چھیڑ دے، اور اپنی عبادت آرا مناجات مین ہمیشہ مجھے اپنے ہمراہ رکھ!!!

(نمبر ۳۸)

ہان، یہان تنویر جلوہ افگن ہے، اور تیرے اُس پار ساحل پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اے بحر مواج میرے سفینۂ دل کو اپنے آب روان پر تیرا کر اسی ساحل پر پہونچا دے وہان مجھے پتہ نہین کہ تیری ذات مین کس کا مسکن ہے۔

بتا بتا، اُس مقام پر تیرے راگ مین تنویر کی صدا آتی ہے یا تاریکی نالہ کش ہے۔

مین اسی مقام پر جاؤن گا وہان کی کیفیت میری آنکھین جاکر دیکھین گی۔ اور میری روح وہان کا حال گوش ہوش سے سماعت کرے گی۔

اس ساحل کے راگ مین نے اپنے گنجینۂ دل مین فراہم کر لیے ہین، اور تیرے دوسرے ساحل پر جاکر مین انکا ایک خوشنما ہار بناؤن گا۔

ہان مجھے تو اپنے پانی پر بہا لیجا اور اسُی ساحل پر پہنچا دے۔

(نمبر ۳۹)

اس ساحل پر ایک راز نہانی کے مانند ایسی روشنی جلوہ افگن ہے جسکا نظارہ کسی نے آج تک نہ صبح کو کیا ہے نہ شام کو غروب آفتاب کے وقت اس ساحل پر ہر لمحہ اور ہر نفس وہ ترانۂ پیہم چھڑا رہتا ہے جو آجتک کانون نے نہ دن کے وقت سنا نہ رات کو،

اس ساحل پر میری طرح بیتاب ہر شخص تیری روح کے تقرب کی آرزو مین جا کر بیٹھتا ہے، مین بھی وہین جاکر تیری روح کے عظیم الشان اور فائق ترین پرتو کو اور تیرے کشادہ دل کی ایک جھلک دیکھون گا۔

اے جان جان. میری بیتابی بے حد و بے اندازہ ہے، میرے قلب ناآسودہ مین یہ اشتیاق نہایت گہرا ہے۔

اے روح، اے بحر رواں مجھے یک قلم غرقاب کردے اور تیرا گر اُس ساحل پر پہونچا دے۔

(نمبر ۴۷)

اب اس ساحل پر اور سامنے والے دوسرے ساحل کے درمیان تیرنے کا ذرا بھی یارا نہین ہین ان دونون کنارون کے درمیان ہرگز تیر نہین سکتا۔

آج مجھے وہان لیجا کر پہنچا دے جہان تیرا کوئی ساحل ہی نہین ہے!

میرا دل اُمنڈا آرہا ہے، آپے مین نہین سماتا۔ اسکے تمام ساحل زیر آب ڈوبے ہین، ہان اگر کہین نہین ڈوبے ہین تو بس تیری غیر محدود کثرت مین جہان اسکو سکون کامل ہو سکتا ہے۔

نہایت گہری تاریکی نے آج مجھے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اور مجھے اپنی ذات مین ایک تنہائی کا عالم نظر آتا ہے۔

میرے لبون پر ہنسی لگی ہوئی ہے، مگر دل زار زار رو رہا ہے اور اسکی تسکین کے لیے ایک بھی آنسو آنکھ سے باہر نہین نکلتا۔

اے روح، میرا دل آج تیرے لیے سودائی ہو رہا ہے دیوانہ ہو رہا ہے، مین نے تجھے تیری بیشمار لہرون کی تہ مین تلاش کیا ہے۔

اور ان حیرت انگیز نور اور تاریکی کے عالمون مین جو تیرے قبضے مین ہین۔

جہان کہین تیرے ترنم کی صدا گونج چکی ہے۔ مین نے شب و روز برابر تیری جستجو مین پاؤن توڑے ہین،

اے میرے یار دوامی، اے میرے نادیدہ دوست۔

اے میرے روح کے ناخدا،

مجھے آج آکر لیجا۔ اور لیجا کر وہان پہنچا دے، جہان فی الحقیقت تیرا ساحل ہی نہین ہے۔ جہان تجھے بحر ناپیدا کنار کہتے ہین۔

منوّر لکھنوی

مایۂ تفریح

کالجون مین جتنی خوش فعلیان ہوتی رہتی ہین اگران کا سرمایہ فراہم کیا جائے تو نہایت دلچسپ ہو۔ وہان بیشتر طلبا معاش کی فکر سے آزاد ہوتے ہین بعض تو امتحان کی فکر سے بھی آزاد ہوتے ہین۔ اُنھین خوش وقتی، خوش گپی اور خوشگزاری کے سوا وہان اور کوئی شغل نہین رہتا اسکا عملی جوش کبھی کالج کے ڈرامیٹک کلب مین ظاہر ہوتا ہے کبھی خاص تقریبون کے موقعہ پر باقی وقت اپنے اور اپنے احباب کے لیے سامان تفریح مہیا کرنے مین صرف ہوتا ہے۔ کالج مین جہان کسی صاحب نے کسی خاص صیغہ مین غیر معمولی انہماک کا اظہار کیا (بہ استثنا کرکٹ، ہاکی اور فٹ بال) اور وہ مایۂ تفریح بنا۔ اگر کوئی صاحب دھرم کرم کے بڑے پابند ہین ہون، اور پاٹ کرنے مین منہمک رہتے ہین، بلاناغہ نمازین ادا کرتے ہین تو انھین مایۂ تفریح بننے مین دیر نہین لگتی۔ اگر کوئی صاحب کتابون کے عاشق ہین مطالعہ مین سعیٔ بلیغ کرتے ہین تو سمجھ لیجئے ان کی تضحیک کے لیے کسی گوشہ مین سازشین ہو رہی ہین الغرض کالج مین آزاد منش، آزاد رو، کھلے، دبے آدمیون کے لیے کوئی وقت نہین۔ ان سے کوئی مزاحم نہین ہوتا۔ لیکن ملاؤن اور پنڈتون کی وہان مٹی خراب ہے۔

مہاشے چکردھر الہ آباد کے ایک ممتاز کالج کے طالب علم تھے ایم اے کلاس مین فلسفہ پڑھتے تھے۔ مگر عالم باعمل کے مصداق فرخرفات اور مکروہات سے کوسون بھاگتے تھے قومیت کے نشے مین مخمور رہتے ہندو معیار تہذیب کی سادگی اور پاکیزگی پر جان دیتے تھے، نکٹائی، کالر، واسکٹ وغیرہ سے انھین دلی نفرت تھی سیدھا سادھا موٹا کرتا پہنتے اور چمرودھے جوتے پر قناعت کرتے تھے۔ صبح اُٹھکر روزانہ سندھیا اور ہون کرتے تھے اور پیشانی پر چندن کا ٹیکہ بھی لگایا کرتے تھے سر گھٹاتے تھے مگر لمبی چوٹی رکھ چھوڑی تھی

جو چٹیل میدان کے کسی جھنکاڑ درخت کی طرح نمایاں تھی ان کا دعویٰ تھا کہ چوٹی رکھنے میں قدیم ہندو رشیوں نے اپنی ہمہ دانی کا روشن ثبوت دیا ہے۔ چوٹی کے راستے جسم کی غیر ضروری اور مضر حرارت خارج ہوتی رہتی ہے۔ اور مقناطیسی اثرات جسم کے اندر نفوذ کرتے ہیں کھانا ہمیشہ اپنے ہاتھ سے پکا کر کھاتے اور بہت زود ہضم اور سادہ، ان کا قول تھا کہ غذا کا اخلاقی نشوونما پر بہت نمایاں اثر پڑتا ہے غیر قومی چیزوں سے کمال احتراز کرتے تھے کبھی کرکٹ یا ہاکی کے قریب نہ جاتے، انگریزی تہذیب کو عیوب پُر سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ انگریزی لکھنے اور بولنے میں بھی حتی الامکان تامل کرتے تھے۔ جسکا اثر یہ تھا کہ ان کی انگریزی بہت کمزور تھی، اور سیدھا سا خط بھی مشکل سے لکھ سکتے تھے۔ اگر ان میں کوئی شوق تھا تو پان کا۔ اسکے اوصاف کے قائل تھے اور سنسکرت اشلوکوں سے اپنے دعوی کی تائید کرتے تھے

کالج کے بے فکروں کو اتنا صبر کہاں کہ ایسا شکار دیکھیں اور اُسپر نشانہ نہ ماریں۔ آپسمیں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ اس موذی کو سیدھے راستہ پر لانا چاہیے کیسا پنڈت بنا پھرتا ہے، کسی کو خیال ہی میں نہیں لاتا اپنے سوا اور سب کو قومیت سے خارج، انسانیت سے عاری سمجھتا ہے۔ اسکی ایسی مٹی پلید کرو کہ یہ سارا قلا خوذی پن بھول جائے۔

حسن اتفاق سے موقع بھی اچھا ملا۔ کالج کھلنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک اینگلو انڈین نازنین فلسفہ کے کلاس میں شریک ہوئی۔ سیب کا سا شگفتہ رنگ۔ بھرا ہوا بدن بیباک نگاہیں تو بہ شکن تبسم، اسپر خوشرنگ پوشاک جماعت کے لڑکوں کو دلبستگی کا سامان ہاتھ آیا لوگ تاریخ اور زبان چھوڑ چھوڑ کر فلسفہ کی جماعت میں شریک ہونے لگے۔ سب کی نگاہیں اسی ماہرو کی طرف لگی رہتی تھیں، سب اس کی ایک نگاہ ناز کے متمنی، اکی ایک نوائے شیریں کے شیدا تھے مگر جیسا قاعدہ ہے محتاط دلوں پر حسن کا جادو جب چل جاتا ہے تو پھر وارا نیارا کر کے چھوڑتا ہے۔ اور لوگ تو نظارہ بازی میں محو رہتے تھے مگر پنڈت چکردھر اشتیاق سے بیقرار جذبہ صادق سے دلریش، روے یار کی طرف تاکتے بھی جھجکتے تھے کہ کہیں کسی کی نگاہ نہ پڑ جائے تو اس تلک اور چوٹی پر پھبتیاں اڑنے لگیں۔ بیشتہا

گرسنہ نگاہوں سے دیکھ لیتے مگر آنکھیں چراتے ہوئے سرجھکائے ہوئے کہ کہیں پردہ فاش ہو جائے راز عشق نہ بام ہو جائے

مگر وہ ان سے چھپ کیا چھپیگا۔ انہوں نے پنڈت جی کی محبت کی نظر پہچان ہی لی۔ منہ مانگی مراد پائی، باچھیں کھل گئیں ان سے دو صاحبوں نے راہ و رسم بڑھانی شروع کی۔ رابطہ تھا مضبوط کیا جب سمجھ گئے کہ ان پر ہمارا اعتبار جم گیا شکار نشانہ کی زمین ہے تو ایک روز دونوں نے مل کر ایک لیڈیوں کے انداز میں پنڈت جی کے نام یہ خط لکھا۔

مائی ڈیر جیکروم۔ بہت دنوں سے ارادہ کر رہی ہوں کہ آپ کو خط لکھوں پر اس خوف سے کہ آپ مجھے اپنے دل میں کیا سمجھیں گے، اب تک ضبط کرتی رہی لیکن اب نہیں رہا جاتا۔ آپ نے مجھ پر جانے کیا جادو کر دیا ہے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کی صورت نگاہ سے نہیں اترتی۔ آپ کی زاہدانہ صورت اور نورانی سر و سادہ پوشش ہر دم میری آنکھوں کے سامنے پھرا کرتی ہے مجھے طبعاً تکلف سے نفرت ہے اور یہاں سے دیکھتی ہوں تکلف اور تصنع کے رنگ میں ڈوبا ہوا پاتی ہوں جسے دیکھیے میرے عشق کا دم بھرتا ہے پر میں ان عشاق سے خوب واقف ہوں یہ سب کے سب نظر باز شہدے ہیں صرف آپ ایک ایسے دیوتا ہیں جس میں مجھے جذبۂ صادق اور دل دردمند کی جھلک نظر آتی ہے۔ کیا میرا یہ خیال غلط ہے؟

بار بار جی چاہتا ہے کہ آپ سے کچھ باتیں کرتی مگر آپ مجھ سے اسقدر دور بیٹھتے ہیں کہ گفتگو کا موقع نہیں ہوتا۔ براہ خدا کل سے میرے قریب بیٹھا کیجیے اور کچھ نہیں تو آپ کے قرب ہی سے میرے دل بیقرار کو تشفی ہوتی رہے گی۔

اس خط کو پڑھ کر چاک کر دیجیے گا اور اس کا جواب لکھ کر لائبریری میں تیسری الماری کے نیچے رکھ دیجیے گا۔

آپ کی
"لوسی"

یہ خط ڈاک میں ڈال دیا گیا اور لوگ منتظر خاطر دیکھنے لگے کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے انہیں زیادہ

انتظار کی زحمت نہ اُٹھانی پڑی دوسرے ہی دن کالج مین آکر پنڈت جی کو لوسی کے بغل مین بیٹھنے کی فکر ہوئی وہی دونون حضرات جنھون نے اُن سے راہ ورسم پیدا کی تھی لوسی کے قریب بیٹھا کرتے تھے۔ ایک صاحب کا نام تھا گرور سہائے اور دوسرے صاحب کا مرزا نعیم اللہ۔ چکردھر نے جاکر گرور سہائے سے کہا یار تم میری جگہ جا بیٹھو مجھے یہان بیٹھنے دو

نعیم　کیون؟ آپ کو کچھ رشک ہوتا ہے کیا؟

چکردھر: رشک وشک نہین، وہان پروفیسر صاحب کا لکچر سنائی نہین دیتا۔ میری سماعت مین فرا فرق ہے،

گرور۔ آپ کی سماعت مین کب سے فرق آگیا۔ پہلے تو آپ کو یہ شکایت نہ تھی۔

نعیم: اور پھر پروفیسر صاحب تو یہان سے اور دور ہوجائین گے۔

چکردھر: دور ہوجائین گے تو کیا یہان اچھا رہیگا، مجھے کبھی کبھی جھپکیان آجاتی ہین۔ سامنے بیٹھتے خوف ہوتا ہے کہ کہین ان کی نگاہ نہ پڑجائے۔

نعیم: اچھی بات ہے بیٹھئے مگر یہ سمجھ لیجئے کہ مین انتہائی نفس کشی سے کام لے رہا ہون کوئی دوسرا لاکھ روپئے بھی دیتا تو یہ جگہ نہ چھوڑتا۔

گرور۔ جناب یہ بہشت ہے بہشت، مگر آپکی خاطر منظور ہے۔

پنڈت جی بہت ممنون ہوے اور وہان جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوسی بھی آکر اپنی جگہ پر جا بیٹھی۔ اب پنڈت جی بار بار اسکی طرف منتظر نگاہون سے دیکھتے ہین کہ کچھ باتین کرے اور وہ ہے کہ لکچر سننے مین ہمہ تن غرق۔ آپ نے سمجھا شاید شرم مانع ہے۔ اُسکے ٹیبل کی طرف بار بار منھ پھیرنے لگے۔ اسے ان کے پان چبانے سے شاید نفرت ہوتی تھی، بار بار منھ پھیر لیتی تھی۔ مگر پنڈت جی کی فکر آتنی رسا نہ تھی۔ اسقدر خوش تھے گویا چرخ ہفتم پر ہین۔ سب کو رعونت آمیز نظرون سے دیکھتے تھے گویا زبان حال سے کہتے تھے۔ تمھین یہ مقام کہان نصیب، اینجانب کا سا بلند اقبال کیا کوئی ہوگا۔

دن تو گزرا، شام کو پنڈت جی خلاف معمول نعیم کے کمرے مین آئے اور بولے کیون؟

ایک لیٹر رائٹر کی ضرورت ہے۔ کسکا لیٹر رائٹر سب سے اچھا ہے؟

نیم نے پر معنی انداز سے پوچھا - لیٹر رائٹر لیکر کیا کیجیے گا۔

گردھاری: فضول، نیم خود کس لیٹر رائٹر سے کم ہیں

چکردھر (کچھ شرماتے ہوئے) اچھا کوئی محبت آمیز خط لکھا جائے، تو اسکا القاب کیا ہو،

نیم: ڈارلنگ لکھتے ہیں، اور بہت ہی پیارا ہو تو ڈیر ڈارلنگ لکھ سکتے ہیں۔

چکردھر: اور خاتمہ کیسے کرنا چاہیے

نیم: پورا مضمون بتائیے تو خط ہی لکھدیں۔

چکردھر: نہیں آپ خاتمہ بتلا دیجئے میں خط لکھ لونگا۔

نیم: اگر بہت پیارا معشوق ہو تو لکھئے YOUR DYING LOVER اگر

معمولی محبت ہو تو لکھ سکتے ہیں YOURS FOR EVER

چکردھر: کچھ آداب بھی تو ضرور ہوگا؟

نیم: بیشک بلا آداب کے بھی کوئی خط ہوتا ہے، اور وہ بھی محبت کا خط معشوق کیلئے آداب میں بہت پُر اثر لفظوں کی ضرورت ہے آپ لکھ سکتے ہیں۔

GOD GIVE YOU EVER LASTING BEAUTY

MAY YOU REMAIN HAPPY AND LOVELY

پنڈت چکردھر نے رات کو کمرہ بند کرکے خوب بنا بنا کر خط لکھا، اسے عطر میں بسایا اور دوسرے دن اُسے دفتر میں الماری کے نیچے رکھ آئے، یار لوگ تو تاک میں تھے ہی خط اڑا لائے اور اُسے مزے لے لیکر پڑھا۔

—(۲)—

اس واقعہ کے تین دن کے بعد چکردھر کو پھر ایک خط ملا، لکھا تھا

مائی ڈیر چکردھر، تمہارا محبت نامہ ملا، بار بار آنکھوں سے لگایا، بوسہ دیا، آہ کتنی دل آویز خوشبو تھی، خدا کرے ہماری محبت ہمیشہ ایسی ہی تر و تازہ رہے، مجھے تم سے شکایت ہے کہ تم مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتے، پیارے محبت باتوں سے نہیں ہوتی دل سے ہوتی ہے جب میں تمہاری طرف سے منہ پھیر لیتی ہوں تو میرے دل پر جو کچھ گزرتی ہے وہ میں ہی جانتی ہوں، آپکو معلوم نہیں کتنی آنکھیں ہر وقت ہماری طرف لگی رہتی ہیں [illegible] عادت کا سامنا کرنا پڑا، اسلیے بہت احتیاط کی ضرورت ہے، میری تم سے ایک التجا ہے معاف کرنا میں تمہیں انگریزی لباس میں دیکھنے کی بہت مشتاق ہو رہی ہوں، یہ تو تم [illegible]

مین، ہومیرے پیارے لخت جگر ہو، خاصکر تمہارا سیاہ کُرتا مجھے بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے مگر بچپن سے جس لباس کے دیکھنے کی عادی ہو رہی ہون اُسی لباس مین تمہین دیکھنا چاہتی ہون۔ مجھے امید ہے کہ تم مایوس نہ کروگے مَین نے تمہارے لیے ایک واسکٹ اپنے ہاتھون سے سی ہے۔ اُسے میری محبت کی ناچیز نشانی سمجھکر قبول کرو۔

تمہاری
"وسی"

خط کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا، واسکٹ اسی مین رکھی ہوئی تھی۔ یارون نے آپس مین چندہ کرکے بڑی فیاضی سے ۳۰ روپیہ کی رقم جمع کی تھی پنڈت چکردھر یہ تحفہ اور خط پاکر کتنے باغ باغ ہوے اسکا اندازہ نہین کیا جا سکتا۔ کالج مین چھٹی ہوئی تو انھون نے یہ واسکٹ لاکر اپنے دوستون کو دکھایا۔ پھر تو اُسکی سارے بورڈنگ ہاؤس مین نمائش ہوئی۔ لوگون نے اسکی تراش کی، سلائی کی خوب تعریفین کین۔ حالانکہ اُسکا رنگ اتنا شوخ تھا کہ کوئی متین آدمی پہننا گوارا نہ کرتا چکردھر کو لوگون نے پورب رُخ کھڑا کرکے اچھی ساعت مین یہ واسکٹ زیب تن کرایا۔ آپ ریشہ خطمی ہو گئے جو دیکھتا تھا تعریفون کے پل باندھ دیتا تھا۔ بھاور تم تو بالکل پہچانے نہین جاتے بالکل یوسف ثانی معلوم ہوتے ہو۔ کیا چہرہ دمکنے لگا گویا تپایا ہوا کندن ہے۔ ایک واسکٹ پر یہ جوبن ہے۔ کہین پورا لباس انگریزی ہو تو کیا پوچھنا۔ حسین لوٹ پوٹ ہو جائین۔ آخر صلاح ہوئی کہ چلکر ان کے لیے ایک انگریزی سوٹ بنوانا چاہیے، کالج کی ایک جماعت ان کے ساتھ سوٹ خریدنے چلی۔ پنڈت مالدار تھے، ایک انگریزی دوکان سے بیش قیمت سوٹ لیا گیا۔ رات کو اس خوشی مین گانا بجانا ہوا۔ دوسرے دن دس بجے لوگون نے پنڈت جی کو سوٹ پہنایا۔ آپ اپنی وضعداری کی شان قائم رکھنے کے لیے بولے، مجھے تو بالکل اچھا نہین لگتا۔ آپ لوگون کو نہ جانے یہ لباس کیون پسند ہے۔

نعیم۔ ذرا آئینہ مین صورت دیکھیے تو معلوم ہو، خاصے شہزادے معلوم ہوتے ہو تمہارے حسن پر ہمین رشک آتا ہے خدا نے آپ کو ایسا تو حسن دیا اور اُسے آپ موٹے کرتے مین

چھپائے ہوئے تھے

چکردھر کو لنگوٹی باندھنے کا شعور نہ تھا گردھر سہائے سے بولے۔ بھئی ذرا ہمیں تو بتا دو۔

گردھر سہائے نے لنگوٹی اس سختی سے باندھی کہ پنڈت جی کو تنفس دشوار ہو گیا تھا۔ بولے یار بہت تنگ کر دیا

گردھر اسکا فیشن ہی یہ ہے ہم کیا کریں۔ ڈھیلی تو اسی عیب میں داخل ہے۔

نسیم تم نے پھر بھی ڈھیلی کر دی ورنہ تو اس سے کہیں کس کر باندھتے ہیں

چکردھر یہاں تو سانس لینی مشکل ہے۔

نسیم اور یہاں کا مقصد کیا ہے اسی لئے تو باندھی جاتی ہے کہ آدمی زور زور سے سانس لے۔

چکردھر کی جان عذاب میں تھی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرہ بھی سرخ ہو گیا تھا مگر ان کو ڈھیلا کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی اس فیشن سے آپ کالج میں چلے تو طلبا کا ایک [illegible] اور شور ہوا۔ سارے آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ گویا نوشہ کے ساتھ باراتی اصحاب جا رہے ہیں ایک دوسرے کی طرف تاکتا تھا۔ اور رومال منہ پر دیکر ہنستا تھا مگر پنڈت جی کو کیا خبر وہ اپنی دھن میں مست تھے اکڑ اکڑ کر چل رہے تھے اسی شان سے آکر کلاس میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد لوسی بھی آئی انھیں اس لباس میں دیکھا متحیر ہوئی لبوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔ پنڈت جی نے سمجھا یہ اسکی خوشی کا اظہار ہے بار بار مسکرا کر اسکی طرف تاکتے اور پر معنی نگاہوں سے دیکھتے۔ پر وہ مطلق مخاطب ہوتی تھی۔

پنڈت جی کی معاشرت اور مذہبی جوش اور قوم پرستی میں بڑی سرعت سے انقلاب ہوا سب سے پہلے چوٹی کا صفایا ہوا انگریزی فیشن کے بال ترشوائے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ جناب! آپ تو فرماتے تھے کہ چوٹیوں سے مقناطیسی کشش جسم میں داخل ہوتی ہے اب وہ کس راستے سے جائیگی۔

پنڈت جی نے عاقلانہ انداز سے مسکرا کر کہا۔ میں آپ لوگوں کو بیوقوف بناتا تھا۔ کیا میں اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ سب محض ڈھکوسلا ہے مجھے دل میں اسپر اعتقاد تھوڑا ہی تھا۔

آپ لوگون کو چکمہ دینا چاہتا تھا۔
نعیم :۔ واللہ آپ ایک ہی شاطر نکلے۔ ہم تو آپ کو بہت سیدھا سادھا آدمی سمجھتے تھے مگر آپ ایک ہی حضرت نکلے۔
چکرو ھسر۔ دیکھتا تھا کہ لوگ کیا کہتے ہین۔
چوٹون کے ساتھ سندھیا ہون بھی بند ہوا، ہون کُنڈ کمرہ مین چارپائی کے نیچے پھینکدیا گیا اسکے بعد سگرٹ کے جلے ہوئے ٹکڑے رکھنے کا کام دینے لگا۔ جس سے آسن پر بیٹھکر ہون کیا کرتے تھے وہ پائیدان تھا اب روزانہ صابون ملتے سر مین تیل ڈالتے، بال سنوارتے سگرٹ پیتے، یار لوگ انھین چنگ پر چڑہاتے رہتے تھے، تجویز ہوئی کہ ان حضرت سے واسکٹ کے روپیے وصول کرنے چاہئین معہ سود کے وصول ہون پھر کیا تھا لوسی کی جانب سے یک خط لکھدیا گیا، کہ آپ کی تبدیل وضع سے مجھے جتنی مسرت ہوئی اسکا اظہار لفظون مین نہین ہوسکتا، مجھے آپ سے ایسی ہی امید تھی۔ اب ماشاءاللہ آپ اس قابل ہو گئے ہین کہ کوئی یورپین لیڈی آپ کے ساتھ بیٹھنا فخر سمجھے گی، اب یہ التجا ہے کہ مجھے اپنے اس مہربانی اور لازوال محبت کی کوئی یادگار مرحمت فرمائیے جسے مین ہمیشہ اپنے پاس رکھون۔ مین کوئی بیش قیمت چیز نہین۔ صرف آپ کی یادگار چاہتی ہون۔
چکر وھسر نے دوستون سے مشورہ کیا کہ اپنی بیوی کے لیے کچھ سوغات بھیجنا چاہتا ہون۔ کیا بھیجنا مناسب ہوگا۔
نعیم :۔ جناب یہ تو ان کی تعلیم اور تہذیب پر منحصر ہے، اگر تعلیمیافتہ ہین تو کوئی بیش قیمت سبک وضعدار چیز بھیجیے یا کئی چیزین ہون مثلاً رومال۔ رسٹ واچ لیونڈر کی شیشی فینسی کنگھے آئینہ لاکٹ بروچ وغیرہ اور اگر خدانخواستہ گنوار ان ہین تو کسی دوسرے آدمی سے پوچھیے، مجھے گنواریون کے مذاق کا علم نہین۔
چکرو ھسر۔ جناب انگریزی تک پڑھی ہوئی ہے۔
نعیم تو پھر میری صلاح پر عمل کیجیے۔
شام کو احباب چکر دھر کے ساتھ بازار گئے اور ڈھیر کی ڈھیر چیزین خرید لائے سب کی سب

اسطرح قسم کی کوئی پچیس روپے خرچ ہوئے مگر پنڈت نے اُف نہ کی خندہ پیشانی روپے نکالتے وقت نیم نے کہا، افسوس ہمین ایسی خوش مذاق بیوی نہ ملی۔

نیم: جناب دوستی کے معنی تو یہ ہین کہ ایکبار ہمین ان سے بھی نیاز حاصل ہو، کیون۔

پنڈت جی آپ ایمین کچھ ہرج سمجھتے ہین۔

چکردھر: والدین نہ ہوتے تو کوئی ہرج نہ تھا۔ ابھی تو مین ان کا محتاج ہون، اتنی آزادی کیونکر برتون۔

نیم: خیر خدا انھین جلد دار فانی سے نجات دے۔

راتون رات پیکٹ بنا اور پنڈت جی علی الصباح اُسے لیجاکر لائبریری مین رکھ آئے لائبریری سویرے سے کھل جاتی تھی کوئی وقت نہوئی۔ انھوں نے ادھر منھ پھیرا اُدھر یارون نے مال اوڑا لیا اور تمپت ہوے۔ نیم کے کمرہ مین اسکی چندہ کے اعتبار سے تقسیم ہوئی۔ کسی نے گھڑی پائی کسی نے رومال کسی نے کچھ ایک ایک روپے کے عوض پانچ پانچ روپے ہاتھ لگے۔

—(۳)—

عشاق غضب کے صابر ہوتے ہین پنڈت بچارے، اتنے مصارف کثیر کے بعد بھی معشوقہ دلفریب سے ہم کلام ہونے کا موقع نہ پاسکے۔ عجیب معشوقہ تھی جو خطون مین تو قند و شکر گھول دیتی تھی مگر روبرو ایک نظر دیکھنے کی بھی روادار نہ تھی۔ بچارے بہت چاہتے کہ خود پیشقدمی کرون پر ہمت نہ پڑتی۔ مخمصے مین پھنسے ہوئے تھے، مگر باوجود ان شکستون کے مایوس نہ تھے ہون سند میاں تو چھوڑ ہی بیٹھے تھے، نئے فیشن کے بال کٹ ہی چکے تھے، کوٹ پتلون والے صاحب بنے گھوما کرتے۔ غلط سلط انگریزی بھی بولتے۔ راتون کو انگریزی محاورات کی کتاب لیکر سبق کی طرح رٹتے، نہیچے در جون مین غریب نے اتنی جفاکشی سے سبق نہ یاد کیا تھا ہر کہین رٹے ہوے جملون کو موقع بے موقع استعمال کیا کرتے۔ دو چار بار لوسی کے سامنے بھی انگریزی بگھارنے لگے۔ جس سے ان کی لیاقت کا پردہ اور بھی فاش ہوگیا۔

مگر ظالمون کو اب بھی ان پر رحم نہ آیا، ایک دن چکردھر کے پاس لوسی کا دوسرا خط پہنچا۔

جسمین بہت عذر اور التجا کے بعد یہ استدعا کی گئی تھی کہ مین نے آپ کو کبھی "فٹ بال یا کرکیٹ کھیلتے نہین دیکھا، انگریز جنٹلمین کے لیے مردانہ ورزشون اور کھیلون مین مشاق ہونا چاہیے، مجھے امید ہے کہ آپ میری یہ ناچیز درخواست منظور فرمائینگے، انگریزی وضع و قطع مین تعشر یہ مین اب کالج مین کوئی آپ کا ہمسر نہین رہا، مین چاہتی ہون کہ کھیل کے میدان مین بھی کوئی آپ کا ثانی نہو۔ ٹینس ضرور کھیلئے کہ شاید آپ کو کبھی میرے ساتھ لیڈیون کے مقابلہ مین کھیلنا پڑے تو اُس وقت آپکی اور آپسے زیادہ میری سبکی ہوگی۔

دس بجے پنڈت جی کو یہ خط ملا، دوپہر کو جونہی تفریح کی چھٹی ملی آپ نے نعیم سے جاکر کہا یار ذرا فٹ بال نکالدو۔ نعیم فٹ بال کے کپتان بھی تھے۔ مسکرا کر بولے خیر تو ہے اس دوپہری مین فٹ بال لیکر کیا کیجئے گا۔ یون تو آپ کبھی میدان کی طرف جھانکتے بھی نہ تھے۔ آج اس جلتی ہوئی دھوپ مین کھیلنے کا ایسا کیا شوق چرایا ہے۔

پنڈت "آپ سے اس سے کیا غرض۔ آپ گیند نکالدیجئے۔ مین گیند مین بھی آپ لوگون کو نیچا دکھاؤن گا۔

نعیم۔ جناب کہین چوٹ چپیٹ آئے گی مفت مین پریشان ہوجئے گا۔ ہمارے ہی سر مرہم پٹی کا بار پڑے گا۔ خدا کے لیے اسوقت رہنے دیجئے۔

پنڈت "آخر چوٹ تو مجھے لگے گی۔ آپ کا اسمین کیا نقصان ہوتا ہے، آپ کو ذرا سا گیند نکالدینے مین اتنا تکلف ہے۔

نعیم نے گیند نکالدیا اور پنڈت جی اسی جلتی دوپہری مین مشق کرنے لگے۔ بار بار گرتے تھے بار بار تالیان پڑتی تھین مگر وہ اپنی دھن مین ایسے مست تھے کہ خبر ہی نہوتی تھی۔ اس اثنا مین آپ نے لوسی کو آتے دیکھ لیا۔ باچھین کھل گئین اور بھی جوش دکھانے لگے۔ بار بار پیر چلاتے تھے۔ مگر نشانہ خالی جاتا تھا۔ پیر پڑتے بھی تھے تو گیند پر کوئی اثر نہوتا تھا۔ اور لوگ اگر گیند کو ایک ٹھوکر مین آسمان تک پہونچا دیتے تو آپ سکتے مین زور سے مارون تو اس سے بھی اوپر جائے، لیکن فائدہ کیا۔ لوسی دو تین منٹ تک کھڑی ان کی بوکھلاہٹ پر ہنستی رہی آخر نعیم سے بولی۔ ول نعیم۔ اس پنڈت کو کیا ہوگیا ہے، روز ایک نہ ایک سوانگ بھرا کرتا ہے

دماغ میں فتور تو نہیں پڑ گیا!

نسیم نے کہا۔ معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔

شام کو سب لوگ بورڈنگ ہاؤس میں آئے تو یار لوگوں نے جاکر پنڈت جی کو مبارکباد دی۔ یار تو بڑے خوش نصیب۔ ہم لوگ فٹ بال کو کالج کے کنج تک نہ پہنچا سکے مگر کسی نے تعریف نہ کی۔ تمہارے کھیل کی سب نے تعریف کی اور خاصکر لوسی نے وہ تو ہستی تھیں جس شائستگی سے یہ کھیلتے ہیں ویسے میں نے بہت کم ہندوستانیوں کو کھیلتے دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آکسفورڈ کا کوئی مشاق کھلاڑی ہے۔ بہت خوش ہوئی۔

چکردھر۔ اور بھی کچھ بولیں کیا کہا سچ بتاؤ۔

نسیم۔ اجی اب صاف صاف نہ کہلوائیے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے ٹٹی کی آڑ سے شکار کھیلا بڑے ہشیار ہو یار۔ ہم لوگ منہ تاکتے رہے اور تم میدان مار لے گئے۔ جبھی آپ روز رنگ بدلا کرتے تھے۔ اب یہ عقدہ کھلا واقعی خوش نصیب ہو۔

چکردھر۔ میں اسی قاعدے سے ٹینس میں ٹھوکر مارتا تھا جیسے کتاب میں لکھا ہے۔

نسیم۔ جبھی تو بازی مارے گئے بھئی اور نہیں کیا، ہم آپ سے کسی بات میں کم ہیں۔ یار ستاری جیسی شکل وصورت کہاں سے لائیں۔

چکردھر۔ بہت بناؤ نہ۔ میں ایسا کہاں کا بڑا حسین ہوں۔

نسیم۔ جی وہ نتیجے سے ہی ظاہر ہے۔ یہاں صابون اور تیل لگاتے لگاتے بھور ہو جاتا ہے اور کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آپ کا رنگ بلا ہرا اور پھٹکری کے چوکھا ہے۔

چکردھر۔ کچھ اور تو نہیں کہتی تھیں۔

نسیم۔ نہیں، اور تو کچھ نہیں کہا۔ ہاں اتنا دیکھا کہ جبتک کھڑی رہی آپ ہی کی طرف اسکی ٹکٹکی لگی ہوئی تھی

پنڈت جی کی باچھیں کھلی جاتی تھیں سینہ پھولا جاتا تھا۔ جنہوں نے ان کی وہ نورانی صورت دیکھی ہے عرصہ تک یاد رکھیں گے۔ حالانکہ اس مسرت بے اندازہ کی قیمت

بھی انھین معقول ادا کرنی پڑی کیونکہ اب کالج کا سیشن ختم ہونے والا تھا اور احباب کو پنڈت جی کے ساتھ ایکبار دعوت کھانے کی آرزو باقی تھی۔ تجویز ہونے کی دیر تھی، تیسرے دن ان کے نام محبت نامہ آپہونچا۔

جدائی کا زمانہ آرہا ہے، نہ جانے آپ کہان ہون گے۔ اور مین کہان ہونگی مین چاہتی تھی کہ اس غیر فانی محبت کی یادگار مین ایک پرتکلف دعوت ہو۔ اگر مصارف آپ کے لیے ناقابل برداشت ہون تو مین اسکا پورا بار لیے کو تیار ہون۔ اس دعوت مین مین اور میری سکھیان آئین گی کالج کے طلبا اور پروفیسر مدعو ہونگے۔ اور پھر الوداع کہنے کا وقت آئیگا۔ کاش آپ کا مذہب اور آپ کی معاشرت اور میرے والدین رضامند ہوجاتے تو مین آسامایوس نہ ہوتا پڑتا۔ والسلام۔ "آپکی لوسی"

چکردبر خط پاتے ہی بوکھلا اٹھے دوستون سے کہا بھئی چلتے چلاتے ملکر کھانا توکھالین، مس لوسی کو بھی بلایا جائے، اگرچہ ان کے پاس اس وقت روپئے نہین تھے۔ گھر والے ان کے غیر معمولی تقاضون سے پریشان ہوگئے تھے۔ مگر پنڈت جی کی غیرت یہ کب تسلیم کرتی تھی کہ دعوت کا بار مس لوسی پر رکھا جائے۔ اسکے لیے توان کی جان حاضر تھی۔ سسرال سے نہ جانے کیا کیا سوانگ رچ کر روپئے منگوائے اور دعوت کی تیاریان وسیع پیمانے پر ہونے لگین۔ کارڈ چھپوائے گئے، کھانا پروسنے والون کے لیے نئی وردیان بنوائی گئین۔ کھانا انگریزی بھی ہوا اور ہندوستانی بھی۔ انگریزی کھانے کے لیے کنگس ہوٹل سے معاملہ طے کیا گیا۔ اسمین بہت سہولیت ہوئی حالانکہ قیمت گران تھی لیکن دردسر سے نجات ہوئی ورنہ سارا بار مرزا نعیم اور ان کے دوست گردھر پر پڑتا۔ ہندوستانی کھانون کے منتظم گردھر قرار پائے۔

کامل دو ہفتے تیاریان ہوا کین۔ نعیم اور گردھر تو کالج مین محض تفریح کے لیے تھے پڑھنا پڑھانا تو انھین تھا نہین، یونہین فضول تضیع اوقات کیا کرتے تھے دعوت کے سلسلے مین مشاعرے کی رائے بھی پاس ہوگئی شعرا کو کارڈ بھی تقسیم کر دیئے گئے۔ القصہ شاندار ضیافت کا انتظام ہوا

احباب نے خوب بڑھ کر ہاتھ مارے۔ مسین بھی دو تین کھینچ لائی گئیں۔ مرزا نعیم لوسی کو گھیر گل کرتے ہی آئے

مگر افسوس ہے کہ دعوت کا انجام پنڈت جی کے حق میں اچھا نہ ہوا۔ بیچارے کی تقدیر میں چلتے چلاتے ذلت اور خفت لکھی تھی۔ یاروں کو تو مشغلۂ تفریح تھا۔ اور اس غریب کی جان پر بنی ہی تھی۔ سوچا اب تو رخصت ہوتے ہی ہیں۔ شاید پھر کبھی ملاقات نہ ہو۔ کس دن کے لیے صبر کروں۔ دل کی بھڑاس نکال کیوں نہ لوں۔ کلیجہ چیر کر دکھا کیوں نہ دوں۔ یہ ولولے پنڈت جی کے سینۂ بےکینہ میں موجزن ہو رہے تھے اور لوگ تو کھانا زہر مار کر رہے تھے اور یہ عاشق ناکام بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کیونکر یہ آرزو پوری ہو۔ اب تکلف کیوں، حجاب کیوں، نالۂ خاموش کیوں، گریہ پنہاں کیوں؟ بیٹھے بیٹھے کلیجہ مضبوط کیا اور موقع کی تاک میں لگے۔ جب دعوت ختم ہو گئی۔ پان الائچی تقسیم کی جا چکی۔ رخصتی تقریریں ہو چکیں۔ مس لوسی نے بھی اپنی شیریں زبانی کا کمال دکھایا اور ادھر مشاعرہ گرم ہوا تو پنڈت جی چپکے سے لوسی کے پیچھے ہوئے اور راستہ میں اسے جا پکڑا۔ وہ انھیں بدحواس اور دوڑے آتے دیکھ کر سہم گئی کہ کوئی واردات تو نہیں ہو گئی۔ بولی ویل پنڈت جی کیا بات ہے آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟ خیریت تو ہے؟

پنڈت جی کا گلا بھر آیا۔ بولے اب آپ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاؤں گا۔ کیسے صبر کروں گا۔ مجھے تو خوف ہے کہیں ہوش و حواس میں فتور نہ پڑ جائے۔

لوسی نے حیرت میں آ کر پوچھا آپ کا منشا کیا ہے۔ آپ بیمار ہیں کیا؟

چکردھر۔ آہ ڈیر لوسی۔ تم پوچھتی ہو میں بیمار ہوں۔ میں مر رہا ہوں۔ نیم جان ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے لوسی کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ وہ ان کی وحشت دیکھ کر گھبرا گئی۔ پھر غصہ میں آ کر بولی۔ آپ مجھے ایسی توہین کی باتیں کرتے ہیں۔ اس کے لیے آپ کو کف افسوس ملنا پڑیگا۔

چکردھر۔ لوسی دیکھو چلتے چلاتے اتنی بے رحمی اور کج ادائی نہ کرو۔ میں نے کس کس طرح یہ کلفت کے دن کاٹے ہیں۔ میرا دل ہی جانتا ہے۔ بس تمہارے خطوط میرے لیے آب حیات کا کام کرتے تھے ورنہ اب تک کب کا چل بسا ہوتا۔

لوسی ۔ میرے خطوط! میرے خط کیسے ۔ مین نے آپ کو کب خط لکھے ؟
چکردھر ۔ اتنی جلد نہ بھول جاؤ ڈیر ڈارلنگ ۔ اتنی بے دردی نہ کرو ۔ تمہارے وہ محبت کے خطوط جو تمنے مجھے لکھے ہین میری زندگی مین یادگار رہین گے ۔ تمہاری فرمائش سے یہ وضع بنائی ، اپنا سندھیا ہون چھوڑا یہ معاشرت اختیار کی ۔ دیکھو یہ ستم ظریفانہ مذاق نکرو ذرا کلیجے پر ہاتھ رکھکر دیکھو کیسی دھڑکن ہو رہی ہے ۔
لوسی ۔ تم بھنگ تو نہین کھا گئے ہو ۔ یا کسی نے تمہین احمق تو نہین بنایا ہے ۔ مین نے تمہین کوئی خط نہین لکھے ۔ ہٹ جاؤ راستہ سے ۔
مگر پنڈت جی ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ ان سے معشوقانہ غمزے کر رہی ہے ۔ اُسکا ہاتھ پکڑنا چاہا ۔ اب کی اُسے غصہ آیا ۔ اُسنے زور سے ایک چانٹا ان کے منھ مین رسید کیا اور غضبناک لہجہ مین بولی ۔ احمق ہٹ جا راستہ سے ورنہ ابھی پولیس کانسٹبل کو بلاتی ہون ۔
بیچارے پنڈت چانٹا کھا کر چوندھیا گئے وہ تو ہوا ہو گئی ۔ آپ وہین زمین پر بیٹھکر سارے واقعات کا دل مین تبصرہ کرنے لگے ۔ رفتہ رفتہ انھین سوجھا کہین کالج کے لوگون نے تو یہ مذاق نہین کیا ہے ۔ ضرور ایسا ہی ہے ۔ ورنہ اسے اتنی پُرغضب ہونے کی کیا ضرورت تھی ۔ اُف ! ظالمون نے بڑا غچا دیا خوب جہانسہ دیا جبھی سب مجھے دیکھ دیکھ کر ہنسا کرتے تھے ۔ وہان سے غصے مین بھرے ہوئے آئے اور نعیم سے بولے تم بڑے دغاباز ہو انتہا درجے کے شریر مکار حرام کار، مفسد، متفنی ۔ کمینے اسکا پہل نہ ملے تو کہنا ۔ سڑ سڑ کر مروگے ۔
نعیم ۔ آخر کچھ بات تو کہئے ۔ یا گالی ہی دیتے جائے گا ۔
گردھر ۔ کیا بات ہوئی کہین لوسی سے آپ نے کچھ کہا تو نہین ۔
چکردھر ۔ اُسی کے پاس سے آ رہا ہون ۔ چانٹا کھا کر ، ذلیل اور رسوا ہو کر تم دونون نے ملکر مجھے خوب الّو بنایا اسکا بدلہ نہ لیا ہو تو کہنا ۔
نعیم ۔ اس سے آپ نے کیا کہا ؟
چکردھر ۔ کہا کیا تمہارا سر ۔ اپنی داستان عشق سناتا رہا ۔ اسپر اسنے ایسا چانٹا رسید کیا

کو کان ہیں تا شمے۔ اتنے بھی ظالم کے ہتھے رہیں۔

گردھر۔ غضب ہی ہوگیا۔ آپ چوکتے ہی رہے، آپ کے ساتھ اب ہم لوگوں پر بھی آفت آئی کہیں انہوں نے پرنسپل صاحب سے شکایت کر دی تو نہ ادھر کے ہونگے نہ ادھر کے اور جو کہیں اپنے کسی انگریز آشنا سے کہے گی۔ تو جان کے لالے پڑ جائینگے۔

نسیم۔ بیوقوف ہو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہ سب دل لگی تھی۔

چکردھر۔ دل لگی تمہارے لیے تھی میرے لیے تو موت ہے پانچسو روپیے کے قریب ترپک کے مرے۔ اس سال پاس ہونا بھی خیر ممکن ہے بدنام ہوا یہ الگ۔ یہ دل لگی تھی۔ ایسی بھی دل لگی ہوتی ہے میں تم لوگوں سے سمجھوں گا اور میں چاہے نہ سمجھوں۔ ایشور تو سمجھے گا ہی۔

نسیم۔ خیر گزنے کا وقت بہت ہے پھر اطمینان سے بگڑ لیجیے گا۔ اب یہ بتائیے کہ اس نے اگر پرنسپل سے کہا تو کیا حشر ہوگا۔ تینوں آدمی نکال دیئے جائیں گے نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

چکردھر۔ میں ساری داستان بے کم وکاست بیان کر دونگا۔

گردھر۔ کیوں یار دوستی کے یہی معنے ہیں۔

چکردھر۔ جی ہاں ایسے دوستوں کی یہی سزا ہے۔

ادھر تو رات بھر مشاعرہ کا بازار گرم رہا یہاں یہ تگڈم بیچارا دو فرار سوچ رہا تھا۔ پرنسپل کے کانوں تک بات نہ پہونچے ورنہ قصہ ہو جائے گا۔ انگریز والی بات ہے نہ جانے کیا کر بیٹھے آخر بہت رد وکد کے بعد یہ رائے طے پائی کہ مرزا نسیم اور گردھر علی الصباح مس وس کے پاس جائیں اور اس سے معذرت کریں اور اس توہین کے لیے وہ جو تاوان طلب کرے ادا کریں۔

چکردھر۔ میں ایک کوڑی نہ دوں گا۔

نسیم۔ یہاں تو کفن کو کوڑی نہیں ہے۔

گردھر۔ تو پھر اسکے پاس جانا بیکار ہے۔ وہ بلا تاوان لیے نہ مانے گی۔

نعیم۔ بھائی چکردھر خدا کے لیے اسوقت بخل نہ کرو ورنہ ہم تینون کی مٹی خراب ہو گی۔ جو کچھ ہوا اسے معاف کرو۔ گذشتہ راصلواۃ۔ اب آگے کی فکر کرو۔

چکردھر۔ یہی نہ ہو گا کہ نکال دیا جاؤن گا دوکان کھول لونگا تمھاری تو مٹی خراب ہو گی۔ اس شرارت کا مزہ چکھو گے۔ اف کیسا چکمہ دیا ہے۔

بارے بہت منت اور خوشامد کے بعد پنڈت جی سیدھے ہوئے۔ نعیم علی الصباح مس لوسی کے بنگلہ پر پہونچے مگر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ پرنسپل کے بنگلہ پر گئی ہے۔ اب کاٹو تو بدن مین لہو نہین۔ اب خیریت نہین پرنسپل نے سنا تو کچا ہی کھا جائے گا۔ نمک تک نہ ڈھونڈھے گا۔ اس کمبخت پنڈت کی بدولت عذاب مین مبتلا ہوئے۔ اس بیہودے کو سوجھی کیا۔ کہ چلا مس لوسی سے عشق جتانے بن بلاؤ کی سی تو آپکی صورت ہے، اور شوق ہے سیمتین کے عاشق بننے کا ستم تو یہ ہے کہ اپنے ساتھ ہمین بھی ڈبوئے دیتا ہے کہین لوسی سے راستہ مین ملاقات ہو گی تو شاید منت سماجت سے مان جائے مکان پر پہنچ چکی ہے تو کوئی امید نہین۔ پھر بائیسکل پر بیٹھے اور بے تحاشا پرنسپل کے بنگلہ کی طرف چلے، ایسے تیز جا رہے تھے کہ اگر بائیسکل ٹھوکر کھا جاتی تو ہڈی پسلی کا پتہ نہ لگتا۔ مگر افسوس! راستہ مین لوسی کا پتہ نہین۔ آدھا راستہ طے ہوا مایوسی کا غلبہ ہونے لگا۔ پھر ہمت کر کے چلے دفعتہ دیکھا کہ وہ پرنسپل کے بنگلہ کے احاطہ مین داخل ہوا چاہتی ہے۔ کلیجہ لبون تک آگیا۔ زور سے پکارا مس ٹرنر! ہیلو مس ٹرنر۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔

مس لوسی نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ نعیم کو پہچان کر ٹھہر گئی۔ اور بولی، مجھسے اس پنڈت کی سفارش کرنے تو نہین آئے ہو۔ مین پرنسپل سے اسکی شکایت کرنے جا رہی ہون۔

نعیم۔ تو پہلے مجھے اور گردھر کو پستول کا نشانہ بنا لو۔ پھر جانا۔

لوسی۔ تمنے میرا کیا نقصان کیا ہے اس پنڈت نے میری توہین کی۔ حد درجہ کی گستاخی۔

نعیم۔ لوسی، تمہارے مجرم ہم لوگ ہی ہین وہ بیچارہ تو ہمارے ہاتھ کا کھلونا تھا یہ ساری شرارت ہم لوگون کی تھی،

لوسی۔ YOU NAUGHTY BOY

نعیم: سچ کہتا ہوں ہم لوگ تو از راہ تفریح کا مشغلہ بنائے ہوئے تھے۔ اسکی ذرا مونچھ کٹی کر دیں تو ہم چھیڑنے لگے گا۔ خدا کے لیے اب معاف کرو ورنہ ہم تینوں کا خون تمہاری گردن پر ہوگا

لوسی۔ خیر تم کہتے ہو تو پرنسپل سے نہ کہونگی لیکن شرط یہ ہے کہ پنڈت میرے روبرو دس مرتبہ کان پکڑ کر اٹھے بیٹھے اور مجھے سو روپیہ اس بے ادبی کے تاوان کے طور پر دے۔

نعیم: لوسی اتنی بے رحمی نہ کرو۔ یہ سمجھو اس غریب کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔ کاش تم اتنی حسین نہ ہوتیں۔

لوسی (مسکرا کر) خوشامد کرنا کوئی تم سے سیکھ لے۔

نعیم: تو واپس چلو۔ تاوان تو میں دلا دونگا لیکن تمہاری پہلی شرط سخت ہے۔ نہایت سخت۔ بیچارہ زہر کھا کر مر جائیگا۔ ہاں اسکے عوض میں پچاس دفعہ کان پکڑ کر اٹھ بیٹھ سکتا ہوں۔

لوسی۔ تم بچے ہوئے شہدے ہو تمہیں شرم کہاں۔ میں اسی کو خفیف کرنا چاہتی ہوں۔ بدمعاش میرا ہاتھ پکڑنا چاہتا تھا

نعیم: ذرا بھی رحم نہ کروگی؟

لوسی: مطلق نہیں۔

کوئی چارہ نہ تھا نعیم لوسی کو بورڈنگ ہاؤس میں لائے۔ پنڈت کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی۔ تو غریب بلبلا اٹھا۔ لوسی کے پیروں پر گر پڑا اور سسک سسک کر رونے لگا۔ نعیم اور گردھر بھی اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ بارے لوسی کو درد آیا۔ پہلی شرط معاف کر دی۔ لیکن دوسری شرط پنڈت نے گھر پر بیماری کا تار دیا اور روپئے منگا کر لوسی کے حوالے کیے تب جا کے گلا چھوٹا۔

اس سانحہ کے بعد ایک ہفتہ کالج اور کھلا رہا۔ مگر پنڈت کو کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا۔ بیچارے مغموم اور متفکر بیٹھے رہا کرتے تھے۔ لوسی کا نام زبان پر آتے ہی جھلا اٹھتے

...

اور بے نقط سنانے لگتے تھے۔

نسیم اور گردھر نے بھی کان پکڑے کہ اب کبھی ایسی فتنہ انگیزی نہ کرینگے۔

اس سال پنڈت جی فیل ہو گئے۔ مگر اس کالج مین نہ آئے۔ شاید علیگڈہ چلے گئے۔

پریم چند

کلام الملوک

(از اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کا تازہ کلام)

یہ کہہ رہی ہے پلٹ کر نگاہ یار ابھی
جہان بدلنے کو ہی اور ایکبار ابھی

کچھ ایسی تند پلائی تھی چشم ساقی نے
کہ سر مین ہے مئے دوشینہ کا خمار ابھی

یہ بیخودی ہے کہ آئے وہ اور چل بھی دیئے
کھلی ہوئی ہے یہان چشم انتظار ابھی

ہوئی تسلی خاطر نہ انکے جلوے سے
مثال برق ہمارا دل ہے بیقرار ابھی

قفس مین جان ہی دیدیگی ای صبا بلبل
سنا نہ تو خبر موسم بہار ابھی

نہ داغ مٹتے ہین دل کے نہ زخم بھرتے ہین
بنا ہوا ہے میرا سینہ لالہ زار ابھی

جلایا رنگ یہ اسلام نے کہ اے عثمان
نظر مین ملت بیضا کا ہے وقار ابھی

خون ناحق

مسٹر زکی بھی دوپہر کا کھانا کھا کر اٹھے تھے اور بیٹھے اپنا سگار سلگا ہی رہے تھے کہ یکایک زور سے کمرے کا دروازہ کھلا اور مسٹر اشفاق (پولیس کے اعلیٰ افسر) اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے زکی کبھی کسی وقت بھی جمعیت خاطر کو ہاتھ سے نہیں دیتا تھا چنانچہ حسب عادت اس وقت بھی وہ نہایت حلیمی لہجہ میں دریافت کرنے لگا۔

"کیوں جناب والا! خیریت ہے! آپ نے کیسے تکلیف فرمائی ؟"

"جی ہاں میں آپ کو ایک تکلیف دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں واقعہ یہ ہے کہ چند منٹ پیشتر مجھے ٹیلیفون سے اطلاع ملی ہے کہ وکیل برزام داس مالوی کی اکلوتی لڑکی مس بیلا کسی غیر معلوم طور پر قتل کر دی گئی ہے، نیز ایک ایسے شخص کے بھیجنے کی تاکید ہے جو خفیہ طریقہ سے اس معاملہ کی تفتیش کر سکے چونکہ میرے نزدیک آپ سے بڑھکر اس کام کے واسطے کوئی موزوں نہ تھا لہذا میں سیدھا آپ کی خدمت میں چلا آرہا ہوں اور غالباً آپ بھی خوشی سے اس خدمت کو قبول فرمائیںگے۔

"یہ آپ کی مین عنایت اور میری عزت افزائی ہے کہ آپ میرے متعلق اسطرح فرماتے ہیں بہتر ہے مجھے کوئی عذر نہیں میں بسر و چشم حاضر ہوں لیکن اگر یہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہے تو میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ آج سے حسن کا خاتمہ ہوگیا ؟"

"مسٹر زکی! بلاشبہ آپ کا خیال نہایت صحیح ہے، گو میں نے بھی مس بیلا کو چند ہی بار دیکھا ہے مگر فی الواقع وہ اس دنیا میں قابل پرستش ہستیوں میں سے تھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب آپ اسکی حیات و ممات کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ اچھا میں اجازت چاہتا ہوں"

"خدا حافظ! آپ خاطر جمع رکھیں میں فوراً وہیں جاتا ہوں"
اسکے تھوڑی دیر بعد ہمارا سراغ رسان ماتو یہ کے بنگلہ کی طرف جاتا ہوا دکھائی دیا۔
وکیل ہزام داس ماتو ہی ایک آرام کرسی پر مغموم لیٹے ہیں، سامنے ایک پچیس سالہ نوجوان بیٹھا دروازہ کی جانب بغور دیکھ رہا ہے دونوں کے چہروں سے رنج وفکر کی اضطراری کیفیت ظاہر ہے، لیٹے لیٹے وکیل صاحب کرسی پر سنبھلکر بیٹھ گئے اور کچھ کہنے کے لیے جھکے ہی تھے کہ دفعتاً دروازہ کو جنبش ہوئی اور ایک شخص گندمی رنگ قدرے جسیم، جس کی نگاہوں سے غضب کی ذہانت ٹپک رہی تھی، انگریزی وضع قطع میں ان کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔
"تم کون ہو؟ جلد جواب دو، قبل ازیں کہ یہ پستول تمہارے دماغ میں کوئی گولی اتار دے" بوڑھے وکیل نے پستول دکھاتے ہوئے ڈپٹ کر کہا۔
"میں ذکی نامی سراغرسان ہوں۔ مسٹر اسٹا ف نے مجھے آپ کے پاس تفتیش حالات کی غرض سے بھیجا ہے"
"معاف کیجیے گا ذکی صاحب! مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہاں کے قتل کا واقعہ معلوم ہو چکا ہوگا۔ میری عزیز از جان بیلا کو کسی نے مار ڈالا بلکہ اسکی لاش بھی لاپتہ ہے۔ ہائے اسکی ماں کے انتقال کو ابھی چار ماہ کا عرصہ بھی نہیں ہوا کہ یہ ایک اور داغ مجھے دیکھنا پڑا۔ یہ کہکر غمزدہ وکیل رونے لگتا ہے۔
"بات کاٹ کر، اچھا میں موقع واردات کو دیکھنا چاہتا ہوں"
ہزام داس وکیل اور وہ نوجوان شخص ہمارے سراغرسان کو اُس کمرہ میں لے گئے جہاں قتل کا واقعہ ظہور پذیر ہوا تھا ذکی آہستہ آہستہ بستر کے قریب پہونچا۔ تمام چادر خون کے چھینٹوں سے داغدار ہو رہی تھی۔ اور اسی خون سے ایک کونے پر لفظ "رام" صاف حرفوں میں لکھا ہوا تھا پلنگ کے نیچے ایک قلم تراش بھی موجود تھا جس پر حرف "گ" کندہ تھا، ذکی نے تھوڑی دیر تک اُس قلمتراش کا بہت احتیاط سے مطالعہ کیا اور پھر اُس نوجوان سے جو ایک طرف کو نقش دیوار بنا کھڑا تھا۔ سوال کیا۔
"کیوں صاحب میں آپ کا نام دریافت کرسکتا ہوں"

"بیشک! مجھے گوکل داس ماتھوی کہتے ہیں۔"

"لیجئے یہ چاقو آپ کا ہے؟"

"جی ہاں!"

"مگر یہ یہاں کیسے آیا؟"

"میں نہیں کہہ سکتا لیکن ہاں چند روز ہوئے جب یہ میرے پاس سے گم ہوگیا تھا۔"

اس کے بعد مسٹر غزسان نے وکیل مرزام داس سے مخاطب ہوکر پوچھا۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ ارتکاب قتل کس واسطے ہوا ہے؟"

"اسکا مجھے بھی خود علم نہیں۔ ہاں آج صبح ابھی میں سوتا تھا کہ میری بھابجی مس ترولتا ننگولی خون خون پکارتی میرے پاس دوڑی آئی۔ اور اُسی کی زبانی میں نے یہ وحشتناک خبر سنی۔"

"آپ کسی پر شک کرتے ہیں؟"

"جی نہیں۔"

"گو یہ ایک قسم کا معمہ سا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ مطمئن رہیں میں انشاء اللہ اسکے حل کرنے میں حتی الامکان پوری کوشش کرون گا۔"

مسٹر غزسان نے وکیل ماتھوی کو اپنی کامیابی کے متعلق یقین دلایا اور دوبارہ ملنے کا وعدہ کرکے چلا گیا۔

(۳)

شام کا پُرفضا وقت ہے۔ دو شخص سنجیدگی و متانت کے پتلے بنے ہوئے ایک سنسان سڑک پر چلے جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے دفعتاً ان میں سے ایک نے دوسرے سے اس طرح خطاب کیا۔ "گوکل بابو! دیکھنا وہ سامنے کیا نظر آرہا ہے!" اور ساتھ ہی دونوں آدمی جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے اس چوراہے پر پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹے سے گڑھے میں کسی انسان کا ایک بازو لٹکا ہوا تھا۔ اور اُسکی انگلی میں سرخ یاقوت کی ایک قیمتی انگوٹھی چمک رہی تھی۔ چند منٹ تک وہ خاموش کھڑے اس عجیب نظارہ کو دیکھتے رہے۔ پھر کچھ سوچتے سوچتے

بیساختہ گوکل کی زبان سے نکلا" ہین ! یہ تو مس بیلا کی انگشتری ہے! ذکی صاحب آپ نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ اسکی ہتھیلی پر خون سے لفظ رام، ....."

ابھی یہ جملہ ناتمام ہی تھا کہ ایک سمت سے سیٹی کی آواز سنائی دی۔ سراغرسان نے اپنے ہمراہی کو وہین چھوڑا، اور خود حقیقت حال کی جستجو مین سیٹی کی آواز پر روانہ ہوا۔ چند قدم چلکر اُس نے سنا کہ قریب ہی جھاڑیون مین دو شخص کچھ آہستہ آہستہ باتین کر رہے ہین ان مین ایک عورت کی سی آواز معلوم ہوتی تھی۔ اور دوسری کسی مرد کی گو سراغرسان نے بہت چاہا کہ کسی طرح ان لوگون کی صورتین دیکھ لے۔ مگر احتیاط کے خیال سے زیادہ جدوجہد کرنی بھی مناسب نہ سمجھی۔ علاوہ ازین کچھ تو فاصلہ کے باعث اور کچھ وہ دو لوگ اسقدر آہستہ گفتگو کر رہے تھے کہ اُسکا ایک حرف بھی ہمارے سراغرسان کی سمجھ مین نہ آیا۔

وہ اسی امر پر غور و فکر کر رہا تھا۔ کہ اتنے مین کسی جانب سے بندوق کا ایک فائر ہوا جسپر اُس آدمی نے عورت سے کچھ ایسے گھبراہٹ کے لہجے مین کہا کہ ذکی نے بخوبی سن لیا" اچھا! اب مین جاتا ہون آج شبکو اُسی کوٹھی پر مین تم سے ملونگا۔ رخصت!"

سراغرسان عورت کو اُسکے حال پر چھوڑکر فی الفور اُلٹے قدمون اُسی مقام پر واپس آیا۔ حیران وہ ہاتھ آویزان تھا آکر دیکھا کہ نہ وہ بازو موجود ہے اور نہ وہ انگوٹھی۔ بلکہ اس نے گوکل داس کو بھی غائب پایا۔ اسکے بجائے وہان پر ایک پرچہ پڑا ہوا ملا۔ جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"ذکی! آپ بھی عجیب سراغرسان ہین کیا آپ سمجھتے ہین کہ مین اور میری جماعت آپ جیسے بیوقوفون کے ہاتھون گرفتار ہو جائے گی،

واضح ہو کہ اگر آپ دو دن کے اندر مس بیلا کے قاتلون اور اپنے ہمراہی کی گمشدگی کا پتہ نہین لگا سکے تو اپنے دانتون سے خود اپنی بوٹیان کاٹنے کے واسطے تیار ہو جائیے!

(آپکا خیرخواہ) "رام"

(۴)

شب کا نصف حصہ گذر چکا ہے، رات نے نصف کرۂ ارض کو اپنے پردۂ ظلمت مین چھپا

رکھا ہے۔ ایسے پرسکون وقت مین تین نقاب پوش سیاہ لباس مین ہرنام داس وکیل کے بنگلہ کی طرف جاتے ہوئے نظر آتے ہین۔ یہ لوگ کوٹھی کے شرقی دروازہ پر پہنچکر دس منٹ سے زیادہ نہ ٹھہرے ہونگے کہ ایک نوجوان عورت نے اندر سے دروازہ کھولدیا اور اُن سب کو مکان مین بلالیا۔

وہ تینون سیاہ پوش شخص دبے پانون اُس کمرے مین داخل ہوئے جہان بڈھا وکیل بےخبر سورہا تھا۔ اس کے بعد ان لوگون نے باہم صلاح کرکے ایک آدمی کو وکیل مالوی کے سرہانے مقرر کیا دوسرے کو پانون کی جانب اور تیسرا شخص اُن دونون کے درمیان نہایت خاموشی سے کھڑا ہوگیا۔ اُسکے ہاتھ مین ایک بیش قیمت بیش قبض تھا۔ جسپر نہایت جلی حروف مین لفظ "سراغم" کا طغرا بنا ہوا تھا۔

تیسرے شخص نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی اور قریب تھا کہ وہ اُس خنجر آبدار کو خوابیدہ بہت بوڑھے مالوی کے سینہ مین تیرا دے مگر یکایک کمرہ کے اندر ایک پستول کی آواز پیدا ہوئی اور وہ شخص جو وکیل مالوی کے قدمون مین کھڑا تھا بیہوش ہوکر گر پڑا ادھر تیسرے شخص کے ہاتھ سے بیش قبض چھنکر زمین پر آ رہا۔ اور وہ خود اپنے پہلے ساتھی کی آہنی گرفت مین مقید تھا۔ یہ تمام کارروائی ایسی آناً فاناً ہوئی کہ اُسپر ایک طور سے طلسمات کا گمان ہوتا تھا۔ قیدی نے اپنی رہائی کے واسطے ہرچند زور آزمائی کی لیکن سب بیکار ثابت ہوئی دونون کی آنکھین دوچار ہوئے پر اسکو سخت حیرت کا سامنا ہوا۔ کیونکہ فی الواقع اس کا اسیر کنندہ خود [illegible] مشہور سراغرسان تھا

اس کشمکش مین وکیل مالوی کی بھی آنکھ کھل گئی۔ اور سب سے پہلے جو الفاظ اُس کے کانون مین گونجے وہ خود اسکی بھاوج مس ترولتا گنگولی کے تھے۔ "ہائے غضب! یہ شخص سراغرسان ہے یا خونی جلاد! ایک خون تو پیشتر ہی ہوچکا ہے، آج یہ دوسرا گل کھلانے چلا تھا۔ خدارا اس سے کوئی پوچھے کہ یہ اسوقت قاتل کا پتہ لگانے آیا تھا یا مالوی بابو پر ہاتھ صاف کرنے؟ (وکیل صاحب کو مخاطب کرکے) دیکھئے کیسا اندھیر ہے۔ مین ابھی اپنے کمرے مین سو رہی تھی کہ مجھے باہر کسی کی چاپ سنائی دی مین فوراً اٹھ بیٹھی۔ جھانک کر دیکھا تو یہ شخص سراغرسان کی

اشارہ سے بتاکر، ہاتھ مین لمبا سا چھُرا لیے آپکے کمرہ مین گھس رہا ہے، مین ویسے ہی مدد کو
واسطے باہر بھاگی گئی۔ خدا بھلا کرے ان دونون کا یہ میری آواز پر دوڑ پڑے اور آپ کی جان
بچائی گو مجھے اسکا سخت رنج ہے کہ اسنے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ لیکن شکر ہے کہ آپ وقت پر
جاگ اُٹھے اور اس دوسرے غریب کو موت کے منھ سے چھڑا لیا۔"

مس گنگولی یہان تک پہونچکر خاموش ہوگئی۔ بوڑھا وکیل غضب آمیز حیرت سے ذکی
کا منھ دیکھنے لگا۔ بدمعاش موقع پاکر ذکی کی گرفت سے نکلگیا۔

وکیل صاحب نے مس ترولتا کو اپنے کمرہ مین جاکر آرام کرنے کی فہمایش کی۔ اور
سراغرسان سے اسکا جواب طلب کیا۔ کہ وہ کیون ایسے بوقت اُسکے مکان مین داخل ہوا
اور اس واقعہ کا راز کیا ہے۔

ذکی نے کہا "مین بالفعل آپ کے اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہون۔
موجودہ صورت حالات مین کسی امر کی تشریح کرنا بھی میرے مقاصد کے خلاف ہے۔
بلکہ اُس وقت تک آپ ہر قسم کے سوالات سے گریز کرین جبتک کہ مین ان ڈاکوؤن کی
تمام جماعت کو پابزنجیر نہ کرا دُون ہان اسقدر آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان لوگون نے بظاہر
مس بیلا کو قتل کرکے گوکل بابو کو بھی قید کر لیا ہے اور اس وقت آپ کے دشمنون کی جان پر
حملہ کیا تھا۔ نیز آپ کو اس سے بھی خبردار کیے دیتا ہون کہ اس تمام خفیہ کارروائی مین آپ
کی بھانجی کا خاص ہاتھ ہے۔ باقی آپ زیادہ پریشان نہون۔ مجھے قطعی اُمید ہے کہ مین
عنقریب آکر تفصیلی واقعات سے آپ کا اطمینان کر دون گا۔ خدا حافظ!"

یہ کہتے ہی سراغرسان کمرہ سے نکلکر چلدیا۔ اور ضعیف العمر وکیل مالوی اُسکے جانے
کے بہت دیر بعد تک بہوت بنا بیٹھا رہا۔

(۵)

آفتاب صبح کے ابتدائی منازل طے کرکے بام فلک پر نہایت آب و تاب سے جلوہ
افروز ہونے کی تیاری کر رہا ہے، طائران خوش الحان اپنے دلآویز نغمون کو موکرکے فکر
معاش کی خاطر صحن چمن مین مشق پرواز کر رہے ہین۔ لیکن ہمارے ہر نام وکیل ابھی تک

بیدار نہیں ہوئے تھے کہ ان کے سر پر یکایک الارم کی گھنٹی زور سے بجنے لگی اور انہوں نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور بذات خود اپنی خوابگاہ سے دیکھنے کے لیے باہر نکلے کہ ایسے کون ملاقاتی ہیں جو علی الصبح دروازہ پر آموجود ہوئے۔

"مسٹر ذکی، مسٹر اشاف، آہا! گوکل بابو تم کہاں ... ! این این !

ہا ہا! میری بچی بیلا کیا تو بھی ہے! کیا واقعی تو خود ہے؟"

ذرا دیر میں تمام مکان ایک اچھا خاصا تماشہ گاہ بن گیا۔ طرفین سے مبارکباد دی جانے لگی۔ مسرت و انبساط کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ شکریہ کے تحفے پیش کیے جا رہے تھے۔ اس ہنگامہ کے باعث مسٹر ذکی کو کچھ دیر تک توقف کرنا پڑا اور وہ آپ حسب دلخواہ ترولتا کی گرفتاری فوراً عمل میں نہ لا سکا۔ جب کسی قدر امن و سکون ہوا تو ہمارا سراغرساں مس گنگولی کے کمرے کی طرف جھپٹتا ہوا پہنچا۔ لیکن یہ دیکھ کر اسکے استعجاب و افسوس کی انتہا نہ رہی کہ وہ فرش پر مردہ پڑی ہے۔

(۹)

دوسرے دن ہالوی منزل میں مس بیلا و مسٹر گوکل کے بخیریت واپس آنے کی خوشی میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ مسٹر ذکی، مسٹر اشاف، اور شہر کے اکثر معززین بھی اسمیں مدعو تھے۔ مس بیلا کسی قدر اداس و غمگین نظر آتی تھی کیونکہ اُسے مس ترولتا کا خیال رہ رہ کر ستا رہا تھا، اور اُس کے دل سے اُسکی حسرتناک موت کا سبق ابھی تک فراموش نہیں ہوا تھا، جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ سے بیٹھ گئے تو دیکیال ہالوی نے سلسلۂ کلام اس طرح شروع کیا۔

مسٹر ذکی میں آپ سے اپنے وحشیانہ سلوک کی معافی چاہتا ہوں حقیقتاً میری زندگی دوبارہ آپ کی مرہون منت ہے ورنہ ان ڈاکوؤں نے میرا کام تمام کرنے میں کسر ہی کیا اُٹھا رکھی تھی'

"بس اس تذکرہ کو دل سے ہی بھلا دیجئے فی الحقیقت وہی کام خوب ہوتا ہے جس کا انجام بخیر ہو۔" سراغرساں نے ذرا منکسرانہ انداز سے کہا۔

مس ہالوی بولی "لیکن مسٹر ذکی! "کیا آپ اپنی اس مہم کی روئداد سے ہم سب کو بھی آگاہ

کر سکتے ہین۔ آپ کے اس بار احسان کو اُٹھانے کے واسطے مین دیگر حضرات کو بھی ہمہ تن شوق پاتی ہون" اسپر تمام مجمع نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا اور ڈی نے کسیقدر لجاحت کے ساتھ جواب دیا۔

"مین بسر وچشم حاضر ہون! اگر میری یہ حقیر خدمت کسی لائق ہو سکتی ہے تو مجھے بیان کرنے مین قطعی کوئی عذر نہین، بہتر ہو اگر آپ حضرات میری اس سمع خراشی کو غور و توجہ کے ساتھ سنین"

اسکے بعد ہمارا سراغرسان چیرز کے نعرون مین اپنی طول وطویل تقریر کرنے کھڑا ہوا۔ اور مجمع پر ایک سرسری نظر ڈالکر یون گویا ہوا۔

جناب مالوی صاحب! مسٹر اشاف وحاضرین جلسہ!

مین آپ لوگون کو کسی لمبی چوڑی تمہید سے پریشان کرنا نہین چاہتا۔ حتی الوسع مین اس کی کوشش کرون گا کہ مختصر گوئی سے کام لون اور کوئی ضروری نکتہ نظر انداز بھی نہ ہونے پائے جس وقت مین نے مس مالوی کے کمرے کو جاکر دیکھا ہے تو ان کا تمام بستر خون مین رنگین ہو رہا تھا چونکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ انسانی خون نہین ہے بلکہ کسی جانور کا لہو پلنگ پر چھڑک دیا گیا ہے، اس واسطے میرا خیال اول ہی سے پختہ ہو گیا تھا کہ مس مالوی کا قتل محض بے بنیاد ہے۔

اسکے بعد مجھے گوکل داس پر شبہ کرنے کا کوئی سبب نہ معلوم ہوا، اور گو ان کا ذاتی چاقو موقعہ واردات پر پایا گیا۔ لیکن انکی بریت کے بھی میرے پاس کافی وجوہ تھے اول تو خود گوکل بابو کے چہرہ پر بیگناہی ومعصومیت کے آثار نمایان تھے دوم مجھکو خود بھی یقین کامل ہو چکا تھا کہ یہ اقدام قتل نہین ہے، اور سوم چادر کے سرے پر اس تحریری نشان نے اور زیادہ تقویت دیدی کہ یہ ایک جماعت کی کارروائی ہے جسکے سردار کا نام لفظ "رام" سے شروع ہوتا ہے۔

اس واقعہ کے دوسرے روز گوکل بابو میرے پاس آئے اور اپنا شبہ ایک شخص رامیشر ناتھ نامی پر ظاہر کیا: انھون نے بیان کیا کہ مس ہیلا سے میری شادی ہونے

والی تھی اور ہم دونوں میں باہم خاصا انس تھا ادھر ایک مرتبہ رامیشر ناتھ نے
بھی مس مالوی سے اظہار الفت کیا تھا مگر انہوں نے نہایت نفرت سے اسکی درخواست
کو ٹھکرا دیا۔ نیز گوکل بابو نے دوران گفتگو میں یہ بھی کہا کہ گو مس تروتا مجھپر جان دیتی ہے
مگر میں اسکی ذرہ برابر پروا نہیں کرتا

یہ بھی واقعات اصل قصہ کی تہ تک پہونچنے کے واسطے نہایت کارآمد ثابت ہوئے
چنانچہ میں اسبارے میں گوکل بابو کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے اس مسئلہ پر اجمالی
روشنی ڈالکر معاملہ کو صاف کردیا اب میرے واسطے یہ نتیجہ اخذ کرلینا آسان تھا کہ
مذکورہ بالا واقعات حسد و عشق کے ماتحت رونما ہوئے لفظ رام سے مراد یہی رامیشر ناتھ
ہے اور اس کا ایک مستقل گروہ اس معاملہ میں دلچسپی لے رہا ہے جسکا وہ خود سرغنہ ہے۔

میرا قیاس تھا اور وہ صحیح نکلا کہ مس تروتا نے رامیشر ناتھ سے ملکر مس پیلا کے
اوپر الزام ڈالنے کی سازش کی ہوگی تاکہ تروتا اور گوکل کے درمیان جو کانٹا تھا وہ نکل جائے میرے
اس خیال کی تصدیق اسوقت صاف صاف ہوگئی جب میں نے اسے بدمعاشوں سے ملتے
ہوئے دیکھا اور بعد میں انکو وکیل مالوی کے قتل کے ارادے سے کوٹھی کے اندر بلالیا اور پھر
انکا الزام کس خوبصورتی سے مجھپر عائد کیا یہاں تک تو اس افسانے کا پہلا باب تھا۔

اب ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں اور گوکل بابو دونوں سیر کو جارہے تھے کہ ایک مقام پر
ہمنے کسی کا ایک ہاتھ لٹکا ہوا دیکھا جس میں مس مالوی کی خاص انگشتری بھی موجود تھی۔ یہ بھی بدمعاشوں کی
ہی ایک چال تھی اور ہم لوگوں کو اصل ارادے سے بھٹکانا مقصود تھا لیکن جب میں ذرا آگے بڑھکر
سہسرک پہونچا تو میں نے ایک شخص کو کسی عورت سے یہ کہتے سنا کہ میں آج شب کو تمسے اسکی
کوٹھی پر ملونگا۔ یہ الفاظ کچھ ایسے لب و لہجہ سے ادا کیے گئے کہ میرا خیال فوراً ایک خاص نتیجہ کی
طرف منتقل ہوا اور میں نے سمجھ لیا کہ وہ عورت مس تروتا ہے اور اس کی کوٹھی سے مقصود
ہے "مالوی منزل"۔

پھر اور میرا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور اس مکان پر کوئی نئی آفت نازل ہونے
والی ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً تہیہ کرلیا کہ خواہ کچھ ہو آج رات کو میں وکیل مالوی کے بنگلہ کی

نگرانی کرونگا اور دیکھونگا کہ ان لوگون کے منصوبے کیا رنگ لاتے ہین۔ بطور احتیاط مین شام ہی سے کوٹھی کی حفاظت مین مصروف تھا مگر رات کے بارہ بجے تک مجھے کسی قسم کا خطرہ نہ محسوس ہوا لیکن جیسے ہی گھنٹے نے ایک بجایا مین نے دیکھا کہ تین شخص نقاب پوش نہایت خاموشی کے ساتھ دروازے پر آکر ٹھیرے ان مین سے دو کوٹھی کے اندر چلے گئے اور تیسرا دیکھنے کے لیے باہر رہ گیا کہ کوئی ان کے سراغ مین تو نہین لگا ہوا مین نے موقع کو غنیمت سمجھکر اسکو اچانک جا دبوچا۔ میرا اسپر دفعتاً جا پڑنا ہی اسکو بیہوش کر دینے کے لیے کافی تھا۔ اسکے علاوہ مین نے بیہوش کرنے والی دوا سے بھی مدد لی۔ بہرحال مین نے اسکے کپڑے اتار کر خود پہن لیے اور اُس بدمعاش کو قریب کے ایک درخت سے باندھکر خود اُن دونون مین آملا۔ انھون نے بھی مجھکو اپنا ہم مشرب جانکر کچھ تعرض نہ کیا اور ہم تینون مالوی بابو کے خوابگاہ مین داخل ہوئے خدا کا بڑا فضل و احسان ہوا کہ وہ لوگ اپنے ارادون مین کامیاب نہ ہوسکے۔ ان مین سے ایک تو میرے ہاتھ سے ٹھنڈا ہو چکا تھا اور دوسرا بمشکل اپنی جان چھڑا کر بے نیل و مرام واپس ہوا۔ یہ تھا میرا دوسرا مرحلہ جو یون سر ہوا۔

تیسرا باب اسکے بعد ہی شروع ہوتا ہے اور وہ نہایت معمولی کارروائی تھی۔ مین نے پیشتر ہی سے اپنے چند خاص آدمیون کو بنگلہ کے تمام کونون پر تعینات کر دیا تھا کہ وہ مس گنگا دلی کی نقل و حرکت کو نگاہ مین رکھیں، دوسرے روز شام کو تر دلنا کوٹھی سے اس حلیہ مین باہر نکلی کہ تمام جسم برقعہ مین لپٹا ہوا تھا۔ میرے ایک جاسوس نے حسب فرمایش اسکا تعاقب کیا اور اس طرح ہمکو ان لوگون کی جائے پناہ معلوم ہو گئی۔

مین نے اس امر کی اطلاع مسٹر اشانت کو بھی کر دی، اور میری درخواست پر وہ میرا ساتھ دینے کو مستعد ہو گئے۔ اسکے بعد سب سے پہلا کام جو مین نے کیا وہ یہ تھا کہ شب کے وقت مہاجن کا بھیس بدلکر ان بدمعاشون کے مسکن کی طرف گیا وہان پہونچکر مین ان سے پناہ کا طالب ہوا۔ یہ امر یقینی تھا کہ وہ مجھے لوٹنے کی لالچ سے فوراً داخلہ کی اجازت دیدینگے۔ چنانچہ ویسا ہی ظہور مین آیا! جون ہی مین اندر پہونچا وہ سب لوگ یکلخت مجھپر ٹوٹ پڑے اور میرے سامان کے بوجھ سے اُنکا بوا اگر وہ موجود تھا۔

مسٹر اشاف بھی اپنے پچاس سپاہی جو اون کو بے گمات مین لگے ہوے تھے، میری ہدایت کے مطابق ٹھیک وقت پر پہونچ گئے اور ان بدمعاشون کی تمام جماعت کو ارتکاب جرم کرتے ہوے گرفتار کر لیا۔ مس مارتی اور گوکل بابو بھی ان ہی لوگون مین تھے۔ لیکن پھر بھی اپنے دوستون کو رہا کرا دیا۔ باقی اس کے بعد جو کچھ وقوع مین آیا وہ آپ حضرات سے پوشیدہ نہین۔ میرا یہ بھی فرض ہے کہ مسٹر اشاف کی جوانمردی اور ان کے نیک اخلاق کا مین خاص طور پر ذکر کر دون۔ خصوصاً وہ میرے شکریے کے اسلیے بھی مستحق ہین کہ انھون نے مجھے اس مہم کی تکمیل مین برابر کی امداد پہنچائی ہے۔ مین آپ سامعین سے دوبارہ اپنی اس یاوہ گوئی کی معذرت طلب کرتا ہون۔ فقط

یہ کہکر مسٹر ذکی اپنی کرسی پر خاموش ہو گئے۔ کمرہ تھوڑی دیر تک تالیون کی آواز سے گونجتا رہا۔ تمام اصحاب جو وہان موجود تھے اس داستان کو نہایت اشتیاق اور دلچسپی کے ساتھ سن رہے تھے۔ تقریر کے خاتمہ پر سب نے یکزبان ہوکر مسٹر غرسان کی دانشمندی اور دقت نظری کی نہایت تعریف کی۔ مس تیلا نے مسٹر غرسان کے گلے مین پھولون کا ہار پہنایا۔ ہرنام داس نے شکریہ ادا کیا اور نعرہ مسرت کے ساتھ جلسہ برخاست ہو گیا۔

مرزا منظفر حسین (علیگ)

ستی سارندھا

یہ منشی پریم چند کے مشہور قصے رانی سارندھا کا جو ... کے گلدستہ علمدان مین ... ہو چکا ہے ہندی ترجمہ ہے جو چھوٹی تقطیع کے ۵۰ صفحات پر شایع ہوا ہے۔ ہندی کے مشہور شاعر رسکیندر صاحب نے ... دی ہے اور خود منشی پریم چند نے اس دلچسپ کتاب کا دیباچہ لکھا ہے۔ کتاب باتصویر شایع کی گئی ہے اور ہر قصے کے متعلق چند تصویرین خاص طور پر تیار کرائی گئی ہین۔ اسکے مترجم پنڈت شیو نرائن صاحب مصر ہین۔ یہ کتاب پرکاش پستک مالا کے سلسلے مین شایع کی گئی ہے۔ قیمت ۱۰ / ملنے کا پتہ پرکاش پستک مالا کانپور۔

کاس الکرام

میر ولی اللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد نے نہایت تحقیق و تفحص کے بعد حکیم عمر خیام کی رباعیوں کا مجموعہ "کاس الکرام" کے نام سے شایع کیا ہے۔ ہر رباعی کے نیچے اسکا اردو ترجمہ بھی دیا ہے اور ترجمے کے ساتھ حل طلب الفاظ کے معنی بھی لکھے ہین اور کہین کہین مفہوم کی شرح بھی کی ہے

شروع مین مختصر سے دیباچے کے بعد تذکرہ کے عنوان سے حکیم عمر خیام کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے اور اسی سلسلہ مین حکیم موصوف کے علم و فضل کا نی روشنی ڈالی ہے خیام کے ہمعصر علما کی رائین بھی نقل کی ہین جن سے ایک رند و خراباتی کی عالمانہ فلسفیانہ شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عمر خیام کی رباعیون کو یورپ نے جس رنگ مین دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس سے یہ توقع ہرگز نہین کہ عمر خیام کی زندگی رندی اور سرمستی کے الزام سے بری ہو سکے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایک ایسا شخص جو تمام عمر شاہد و شراب کی تعریف مین مشغول رہا ہو اپنا دامن ان دلفریب آلایشون سے پاک رکھ سکا ہو۔ لیکن اسکے باوجود بھی حکیم عمر خیام کی علمی فضیلت مسلمہ ہے۔ اور مے نوشی و شاہد پرستی، ان کی علمی زندگی کا حجاب نہین بن سکتی۔

جناب مولف کے نزدیک عمر خیام خیالی شراب کا سرمست تھا۔ اور آپ نے زور تحریر سے بڑی حد تک اسکو، شرابخواری کے الزام سے بچایا ہے ایک جگہ ایک مسلمان مصنف پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اسکی تحریر کا ایک ٹکڑا پیش فرماتے ہین۔ ... کا آخری فقرہ یہ ہے

اے ساقی بنام آنکہ دل و دین من است   پُر کن قدحے کہ جان شیرین من است

گر ہست شراب خوردن آئین کسے   معشوقہ بجام خوردن آئین من است

وہ باعلان کہتا ہے کہ اے ساقی مجھے وہ شراب چاہیئے۔ جسکو میں دل و دین سمجھتا ہون، اور پھر کہتا ہے کہ کوئی اور ہے جو شراب پیتا ہوگا۔ مین تو اپنی محبوب چیز کو جام مین پیتا ہون۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں کہ وہ اس رباعی مین، شراب معرفت الٰہی کو شراب سمجھتا ہے اور ازان کا، لفظ تو صاف اشارہ کر رہا ہے کہ اس وقت وہ شراب معروف سے قطع نظر کرکے اُس شراب کو پسند کرتا ہے جسکو اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے آپ نے خود اس رباعی کی شرح مین مآثر الکرام کے حوالے سے شیخ عبدالعزیز قدس اللہ سرہٗ کے وفات کی حکایت لکھی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانائے مرحوم نے بھی اس رباعی مین شراب معرفت حق کا جلوہ دیکھا۔

اسی کے ساتھ ایک اور بات غور طلب ہے کہ آیا کوئی شرابی، شراب کو اپنا دین و ایمان سمجھ سکتا ہے ہرگز نہین، شراب پینے والا جانتا ہے کہ مین شراب پیتا ہون، ور یہ میرے مذہب کے خلاف ہے۔ اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خیام جیسا فاضل اس شراب کو دین و ایمان نہیں کہہ سکتا۔ اسکے نیچے والی رباعی سے بھی شراب کا یہی مفہوم نکلتا ہے جسکا چوتھا مصرعہ یہ ہے۔

می بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

اب حضرت مولف بتائین کہ کیا اسی قسم کی رباعیات خیام کی ان تمام رباعیون کی تاویل مین پیش کی جاسکتی ہین جنمین شراب سے یہی معمولی شراب مراد ہے، واقعہ یہ ہے کہ خیام فلسفی تھا۔ مذہب اسکا اسلام تھا۔ لیکن مشرب رندانہ، اسکی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ

خوش باش دمے کہ زندگانی اینست

شاید حضرت [illegible] کے [illegible] مئی بادہ پرستی کا الزام [illegible] کی رباعیون کی قدر و منزلت کو کم کر سکتا ہے، لیکن [illegible] زندہ جانتے ہین کہ مشرب اور مذہب کا اختلاف انسان کے

جو ہر ذاتی کو نہیں مٹا سکتا غالب شراب پیتا تھا لیکن کون اسکی شاعری کو بُرا کہہ سکتا ہے
موجودہ زمانے میں بعض ممتاز شعرا جن کا آوازہ دور تک پہونچ چکا ہے شراب
کے پیالے ہوتے ساغر کو اپنی بزم ہستی کا چراغ سمجھتے ہیں کیا ان باتون سے
ان کی شاعری ناقابل التفات ہو سکتی ہے ہرگز نہیں خیام مے پرست سہی لیکن اسکی
رباعیان تو سبق آموز ہیں :

حضرت مولف نے نہایت تحقیق کے ساتھ یورپ کے اُن احسانات کا ذکر بھی
کیا ہے جو رباعیات خیام کی گردن پر ہیں اس کے ساتھ رباعیات خیام کے ترجمے
کے بعض نمونے بھی پیش کئے ہیں جو قابل افسوس ہیں مثلاً۔

من می خورم و مخالفان از چپ و راست　　گویند مخور باده که دشمن دین است
چون دانستم که باده دشمن دین است　　والله بخورم خون عدو را که رواست

یورپ والے اس رباعی کا ترجمہ یون کرتے ہیں میں شراب پیتا ہون اور مین
جانتا ہون کہ مذہب نے مجھے منع کیا ہے لیکن میں شراب پیتا ہون کیونکہ
مذہب کا دشمن ہون ۔

پیوستہ خرابات ز رندان خوش باد

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

قید خانہ کی تاریکی سے ویران صحرا اچھا ہے۔

اس قسم کی مثالون سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپین حضرات نے اپنے مذاق اور
قابلیت کے سانچے میں بیچارے عمر خیام کی لطافت تخیل کو بہت کچھ پامال کرنے کی کوشش
کی ہے لیکن اسکا اعتراف کرنا پڑیگا کہ یورپ والون کو عمر خیام کی تنقیص مد نظر نہ تھی
یہ دوسری بات ہے کہ رباعیون کی لطافتین ان کی سمجھ مین نہ آسکین فکر ہر کس بقدر
ہمت اوست

اس کتاب مین بڑی خوبی یہ ہے کہ مختلف عنوانات کی تحت مین رباعیان رکھی
گئی ہین اور اکثر رباعیون کے متعلق دوسرے اساتذہ کے ہم معنی شعر بھی درج کر دئے گئے ہین

باعیون کا بھی نوٹ مین اعلان کر دیا ہے جو خیام کے علاوہ کسی اور استاد کے
ن مین موجود ہین۔
کبدار و مزیز کے عنوان سے چار رباعیان پیش کی گئی ہین، تین رباعیون
کبدار و مزیز کا فقرہ حکیم صاحب نے استعمال کیا ہے، لیکن رباعی نمبر ۳ جسمین نہ کبدار و مزیز
ہ موجود ہے اور نہ اس فقرے سے اسکے مفہوم کا تعلق ہے۔ خدا جانے کیون اس
ن کے نیچے لکھی گئی ہے۔ خیام کی پہلی رباعی ملاحظہ ہو۔

یارب تو جمال آن مہ مہر انگیز — آراستۂ بسنبل عنبر بیز
پس حکم ہمی کنی کہ در وے منگر — این حکم چنان بود کہ کبدار و مریز

اے خدا تو نے اس مہ انگیز محبوب کے جمال کو زلف عنبرین سے آراستہ کیا ہے اور
پھر یہ حکم دیا ہے کہ اسکی طرف نہ دیکھو یہ تو وہی مثال ہے کہ کبدار و مریز،

چون جاہ و جلال و حسن و رنگ آمد و بو — آخر دل آدمی نہ سنگ است و نہ رو
آنکس کہ نہ دوست طبع باشد نہ نکوست — نہ عاشق کس بود نہ کس عاشق او

جب حسن و رنگ اور جاہ و جلال کا یہ عالم ہے تو آخر انسان کا دل پتھر کا نسے
کا تو نہین کہ محفوظ رہے جو شخص راست طبع نہو یعنی کسی کا عاشق ہو نہ کسی کا
معشوق وہ اچھا نہین ہوتا۔

یہ رباعی کلیات سعدی مین بھی موجود ہے اور غالبًا انھین کی ہے،
حضرت مولف نے رباعی کے پہلے دو مصرعون پر کبدار و مریز کا قیاس کر لیا ہے حالانکہ
ے شعر کا اس سے کچھ تعلق نہین، ایسے خفیف و باریک تعلقات پر اگر عنوانات
ا دو رکھی جائے تو بہت سے عنوان تلاش کرنے پڑین گے،
جناب مترجم نے عمومًا رباعیون کے ترجمے مین نہایت دقیقہ سنجی سے کام
ے، اور کوشش کی ہے کہ کوئی باریک سا باریک نکتہ بھی چھوٹ نہ جائے بلکہ دہ صرع
ے شالون سے ادائے بیان مین اور بھی رنگ پیدا کر دیا ہے، لیکن کہین کہین یہ توضیح کی
ت بھی نظر آتی ہے۔ مثلًا

تو نے میری شراب کی صراحی توڑ دی میری فریاد خدا سے ہے تو نے مجھ پر عیش کا دروازہ بند کر دیا میں خدا کے آگے فریاد کرتا ہوں تو نے میری خالص شراب کو خاک پر گرا دیا۔ خاکم بدہن شاید تو مست ہے، میں خدا سے فریاد کرتا ہوں؛

شاعر کا مخاطب اگر محبت سمجھائے اور لفظ ربی کو باقی عبارت سے بالکل علیحدہ پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جو اوپر لکھا گیا لیکن یہ ترجمہ نقل کفر سے بچنے کے لیے کیا گیا ہے۔ عام طور پر اس رباعی میں خطاب خدا کی طرف بھی سمجھا جاتا ہے اور رباعی کے الفاظ و ترکیب اسی خیال کے موید ہیں"

ہم جناب مترجم کے مذہبی خیال کی قدر کرتے ہیں، جو ترجمہ پیش کیا گیا ہے، وہ اسی قسم کا ہے جو یورپین مترجموں نے کیا ہے، اُن حضرات نے بھی اپنے خیال کے مطابق میں عمر خیام کے مفہوم کی پروا نہیں کی ہے، دراصل حکیم عمر خیام ناصح یا محتسب سے مخاطب ہے کیونکہ رب کے معنی مصلح کے بھی ہیں (غیاث اللغات میں، رب کے معنی لکھے ہیں خداوند پروردگار و اصلاح آرندہ) اور اسی خیال سے شاید یہودیوں کے پیشوا کو بھی رب کہتے ہیں۔ اب کسی تاویل کی ضرورت نہیں اور رباعی کے معنی صاف ہوئے جاتے ہیں،

میرا بھی خیال ہے کہ یہ صرف ایک من گھڑت قصہ ہے جو اس رباعی کے متعلق مشہور ہے کہ جب خیام نے یہ رباعی پڑھی تو اسکا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ اور جب آئینہ دیکھنے کے بعد یہ رباعی پڑھی تو چہرہ روشن ہوگیا۔

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی پس فرق میان من و تو چیست بگو

بلاشبہ یہ کتاب قابل قدر ہے، قدردانان خیام خصوصیت سے اسکی خریداری کیطرف توجہ فرمائیں اور فاضل مرتب کی عرق ریزی اور محنت کی داد دیں۔ کاغذ عمدہ کتابت و طباعت نفیس حجم ۲۰۰ قیمت ۲ روپے ملنے کا پتہ۔ میرولی اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد۔

"اعظمی"

مہرشی دیانند کا ظہور

ستان منجدھار تھی طوفان مشرخیز تھا ذرہ ذرہ وسیل ہستی کا فنا آمیز تھا

ب تھے دھرم کی کشتی تھپیڑے پامال ہو رہا تھا کیسوئوں کی جان پر طوفان وبال

ماجاتا تھا دل لہرون کو اُٹھتے دیکھکر حوصلہ افزائیاں ہوتی نہ تھین کچھ کارگر

ہرطرف چھایا ہوا تھا یاس وحرمان کا ہراس آس دکھلائی نہ دیتی تھی کہین بھی آس پاس

ستارہ چارہ دیدون کے ستون روشنی طورکی بجلی سے اُنکی روشنی کچھ کم نہ تھی

ہمی دیسا نظر آتا نہ تھا روشن ضمیر دے لگے آئینے سے کرسکتا جو وجون کو منیر

قدس ذات آئی دیس سے پردیس مین عرش سے اُتری زمین پر خاکیون کے بھیس مین

ون سے اُسکے دلکو خاص انس پاس تھا ورد سے بالا تھی لیکن درد کا احساس تھا

سے اپنے دکھایا اسنے عالم کو چراغ دیدیا گرداب کو دریا کے ساحل کا سُراغ

رُوح تھی بیدار دل گنجینۂ انوار تھا

اُسکا دامن ہاتھ مین آیا تو بیڑا پار تھا

وستہ پرشاد فل۲

نیرنگ جلوہ

(از جناب مرزا احمد سلیمان آثر لکھنوی)

خواب میں دیکھ لے میں صورت زیبا تیری
چونک پڑتا ہوں لیے دل میں تمنا تیری

غم دوری میں کبھی آہ و فغان کرتا ہون
کبھی تارون سے بیان درد نہان کرتا ہون

اشک حسرت سے نہین لے گل تر آنکھون مین
دل کے ٹکڑے ہین کبھی لخت جگر آنکھون مین

لاکھ سمجھاؤن نکلتا ہے دل ہاتھون سے
کوئی بیدرد مسل جاتا ہے دل ہاتھون سے

چین آتا نہین دم بھر کسی صورت مجھکو
مار ڈالے گا یہ آزار محبت مجھکو

رحم کر رحم کہ اب ہجر کی طاقت نہ رہی
زندہ درگور ہون مرنے کی بھی ہمت نہ رہی

کون سمت ترے ملنے کی نہ مانی مین نے
خاک ہر کوچہ و بازار کی چھانی مین نے

کوہ و صحرا کبھی گلزار مین ڈھونڈا تجھکو
کھو گیا آپ مگر حیف نہ پایا تجھکو

دل کو تڑپائے نہ کیونکر ترا انداز حجاب
خود ہر اک جلوہ ہے تیرے رخ روشن کی نقاب

اف رے شوخی دل آمادہ سودا دے کر
یہ تقاضا ہے "رخ شاہد معنی بنگر"

کس طرح حد تعین سے نکل کر دیکھون
چھپنے والے تجھے بے پردہ مین کیونکر دیکھون

جلوہ عالم نیرنگ دکھا دے مجھکو
ہان مزا ذوق تحیر کا بتا دے مجھکو

تیری ہی جلوہ گری شمس و قمر مین دیکھی
تیری ہی خوش نظری شام و سحر مین دیکھی

بزم انجم تری محفل نظر آتی ہے مجھے
ظلمت شب تری تنویر دکھاتی ہے مجھے

دل کے داغون مین کبھی درد جگر مین دیکھا
کشش حسن کبھی جذب نظر مین دیکھا

خندۂ گل ہے تو ہی نغمۂ بلبل ہے تو ہی
دل شاعر ہے تو ہی موج تخیل ہے تو ہی

پھر بھی اے دوست کسو نگا نہین دیکھا تجھکو
کثرت جلوہ نے حیران بنایا مجھکو

مجھکو تو سبزۂ بیگانہ بنایا ہوتا
اپنے جلوون کا نہ آئینہ بنایا ہوتا

آثر لکھنوی

جذبات مجنون

خودی سے جی مرا گھبرا رہا ہے
کوئی مجھ مین سمایا جا رہا ہے
حنائی ہاتھ سے آنچل سنبھالے
یہ شرماتا ہوا کون آ رہا ہے ؟
نہین درکار ارمانون کی شورش
دل گم گشتہ کیون یاد آ رہا ہے ؟

کیجئے ذکر دل ناشاد کیا!
ہائے اس کھوئے ہوئے کی یاد کیا!
بجلیون نے پھونک ڈالا آشیان!
جستجو مین ہے مرا صیاد کیا !

دل پیکر ظلمت ترے جذبات کی منزل نہین
تو خلد کی تنویر ہے جا مین ترے قابل نہین
اے عندلیب خوش گلو بجز فریب رنگ و بو
اے سرگران آرزو پھولون سے کچھ حاصل نہین

نفس کو دھوکا نہ دیجیے کیا کیا تقدیر نے
آپ کو رسوا کیا جولانیٔ تدبیر نے
اے پھر افسانۂ عہد بیابان جیب ہر
کر دیا وارفتہ مجھکو نالۂ زنجیر نے
یاد آتی ہے شب عصیان تو شرماتا ہون اب
لذت تقصیر کھو دی خجلت تقصیر نے
مرتے دم تک دیکھتا ہی رہ گیا محلون کا خواب
خاک مین مجھکو ملایا حسرت تعمیر نے

حسن کے جلوون سے شرمندہ ہون
درد مین نے اسلیے پیدا کیا
حسن خوابیدہ کا عالم کچھ نہ پوچھ
صبح تک مین انکا منہ دیکھا کیا

"مجنون" گورکھپوری

بزم سخن

اس اشاعت مین ہم مختلف چمنستان کے پھولون کا گلدستہ نذر ناظرین کرتے ہین۔ گو انتخاب شاعرہ کیطرح پیش کردہ اشعار ایک ہی ردیف و قافیہ مین نہین لیکن ہر شعر بجائے خود ایک غزل کا لطف رکھتا ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائین

تو سوئے چراغ صبح گاہی نہ لگا ۔۔۔ دل جز طرف یاد الٰہی نہ لگا
پیری کو نہ دے خضاب کا رنگ اے شیخ ۔۔۔ اے شیخ سفیدی مین سیاہی نہ لگا

(صفی لکھنوی)

اب رہائی کی خوشی ہے نہ اسیری کا ملال ۔۔۔ جانتا ہون کہ مجھے طاقت پرواز نہین

صفی

یہ قدرت کے کرشمے ہین کہ سوسن ڈھونڈھلائی ہے ۔۔۔ زبانین کھو گئی تھین جسقدر شہر خموشان مین

(ثاقب لکھنوی)

مرنے ہین اسی لیے کہ ہمین ۔۔۔ شاید اپنا وہ جان نثار کہین
ایعیش بھی ہے غم کی خلش ۔۔۔ اب اسے گل کہین کہ خار کہین

حسرت موہانی

جنکی خاطر دیچکا تھا دین و دنیا کو جواب ۔۔۔ ان تمناؤنکی اب کرنی ہے قربانی مجھے

(نسیم پانی پتی)

جینا بھی آگیا ہے مجھے مرنا بھی آگیا ۔۔۔ پہچاننے لگا ہون تمہاری نظر کو مین

مضطر گوتھہ

خدا معلوم اس آغاز کا انجام کیا ہوگا ۔۔۔ چھڑا ہے ساز ہستی مبتدائے خبر ہوکر
عدو کیا ناصحو تھامے ہم ایسے تلخ کامون کو ۔۔۔ لہو کا گھونٹ اترجاتا ہے جب شیر و شکر ہوکر

یاس عظیم آبادی

علمی خبرین اور نوٹ

ناظرین زمانہ مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی اے کے نام نامی سے نا واقف نہین ہین آپ کے متعدد مضامین رسالہ زمانہ مین شائع ہو چکے ہین حال مین آپ نے سیر المصنفین کے نام سے چھ سو صفحات کا ایک مفصل تذکرہ مصنفین اردو کا لکھا ہے آزاد نے تذکرۂ آبحیات مین شعرا کے پانچ دور قائم کئے تھے۔ تنہا صاحب نے اپنے تذکرہ کو چار دورون مین تقسیم کیا ہے جلد اول شائع ہو چکی ہے اور اسمین ابتدائی دو دورون کے مصنفین کے حالات ہین۔ جلد دوم مین تیسرے دور کے مصنفین کے حالات ہین جلد سوم و چہارم مین جو ابھی لکھنا باقی ہے موجودہ مصنفین اردو کے حالات ہون گے۔

خلافت کی منسوخی کے بعد بعض ترکی مالکان اخبار نے ٹائپ تبدیل کر کے اپنے اخبارات کو لاطینی حرف مین شائع کرنا شروع کر دیا تھا مگر ترکی حکام نے اسکی اصلاح کر کے اخبارات مذکورہ کو پھر ترکی حرف مین شائع کرایا ہے۔ ترکون کے قوم پرستی کی یہ ایک ادنےٰ مثال ہے۔

پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے ہر سال اردو کے بہترین مصنف کو ایک تمغہ یا کوئی انعام دینا تجویز کیا ہے۔ ہماری رائے مین بہتر ہوگا اگر ملک کی تمام قومی جماعتین دیسی زبانون کی حوصلہ افزائی پر یہ دستور العمل بنالین اور قابل قدر تصانیف کے متعلق متعدد انعامات کا سلسلہ جاری کر دین اردو مین اسوقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اسکے مصنفین کی قدر افزائی کیجائے۔

جمارے کرم دوست سید شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی کے نام نامی سے ناظرین نا آشنا نہیں۔ واقف ہیں آپ کی بکثر نظمیں دیدۂ ناظرین ہو چکی ہیں۔ اب ناظرین یہ سنکر خوش ہونگے کہ نظام کی گورنمنٹ نے انگریزی وعربی کتابون کے ترجمے کے سلسلے مین دو سال کے لیے آپ کا تقرر منظور کیا ہے۔

انگلستان اور امریکہ دونون ملکون کی مادری زبان انگریزی ہے چنانچہ ہر دو ممالک مین اتحاد و یگانگت قایم کرنے کے لیے عرصہ سے ایک انجمن انگریزی بولنےوالون کی متحدہ انجمن کے نام سے قایم ہے حال مین اس انجمن کی طرف سے دو سالانہ وظیفے دیے گئے ہین جنکے ادا انگلستان کے دو نوجوان جو اخبار نویسی کو اپنا پیشہ بنا ئین گے ہر سال امریکہ بھیجے جائینگے تاکہ وہ سال بھر رہ کر انگلستان و امریکہ کے مسائل مہمہ کا مطالعہ کر کے دونوں ملکوں کے بین الاقوامی تعلقات اتحاد و اتفاق کو ترقی دینگے۔

لکھنؤ کے سرتاج شعرا میر انیس کے مقبرہ کی مرمت کی تحریک کی گئی ہے۔ میر انیس کے انتقال کو نصف صدی گذری ہے مگر ان کے مقبرہ کی حالت بہت خراب و خستہ ہو گئی ہے۔ اس مقبرہ مین آپ کے خاندان کے دو اور مشہور شعرا میر نفیس اور میر عارف بھی دفن ہین تخمینہ کیا گیا ہے کہ تین ہزار روپے کے صرف سے مقبرے کی مرمت و نگہبانی کا انتظام ہو سکتا ہے۔ قدر شناس ہندوستان کے لیے یہ ایک بہت معمولی رقم ہے ہمکو امید ہے کہ شائقین ادب کی امداد سے جلد ہی یہ رقم پوری ہو جائے گی چندہ جناب قبلہ سید نجم الحسن صاحب لکھنؤ کے پاس آنا چاہیے۔

نظامی پریس بدایون نے قاموس المشاہیر کے نام سے مشرقی ممالک کے نامور لوگوں کے حالات کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے اس کتاب مین قدما سے لیکر موجودہ زمانہ کے مشاہیر وعلما کے حالات بہ اعتبار حروف تہجی درج کے گئے ہین عربی، فارسی، اردو، ہندی، ...

وغیرہ کے مصنفین وشعراء وسلاطین ووالیان ملک وغیرہ سب کا مختصر تذکرہ اس سلسلے میں
کیا گیا ہے پہلی جلد میں تقریباً دو ہزار اشخاص کے نام درج ہیں۔ گو طوالت کے خوف سے
پر اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ قاموس المشاہیر کی دو جلدیں ہیں پہلی جلد میں الف سے س تک
اور دوسری جلد ش سے ی تک نام درج ہیں پہلی جلد چھپکر تیار ہوگئی ہے۔ دوسری زیر طبع
جلد اول کلان تقطیع کے سوا تین سو صفحات پر شائع ہوئی ہے اور اسکی قیمت چھ روپیہ رکھی گئی

آج سے پندرہ بیس سال قبل جب پادری اینڈریوز صاحب کا مستقل قیام دہلی میں تھا
اسٹیفن کالج کے پرنسپل کے رہتا تھا بعض مسلمان مشاہیر شہر سے ان کے مخلصانہ تعلقات
ہوگئے تھے ان میں سے ایک اُردو کے پختہ نویس مصنف شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ تھے۔
تاریخ ریاضی سائنس وغیرہ میں بیسیوں تراجم و تالیفات اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ ان
انتقال غالباً ۱۹۱۱ء میں ہوا۔ مسٹر اینڈریوز نے اسی وقت انگریزی میں ان کی سوانح عمری
کرنا شروع کردی۔ درمیان میں ایسے مواقع پیش آئے کہ یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ اب بارہ
برس کے بعد موصوف نے اس کام کے لیے پھر وقت نکالا ہے۔ اور کتاب مکمل کرکے کیمرج میں
چھپنے کو دیدی ہے۔ اسکے تیار ہونے میں ابھی تو کچھ وقت لگے گا۔ اسوقت تک اسکی اشاعت
بہ اقساط ہندوستان کے نامور انگریزی رسالہ "ماڈرن ریویو" کلکتہ میں ہوتی رہے گی۔ چنانچہ
قسط رسالہ مذکور میں نکل چکی ہیں۔ زمانہ میں بھی اسکو شائع کرنے کا انتظام ہو رہا ہے۔

دہلی سے ہمارے دوست دیوان سنگھ صاحب مفتون نے ایک ہفتہ وار اخبار ریاست
کیا ہے جو ہر ہفتہ میں بڑی تقطیع کے ۱۶ صفحات پر نہایت آب و تاب سے شائع ہوتا ہے کاغذ
نفاست لکھائی چھپائی کی دیدہ زیبی اور مضامین کی دلفریبی کے لحاظ سے ریاست اُردو کا
نرالا پرچہ ہے۔ ہر ہفتہ اسمیں کسی نہ کسی والی ملک کی عکسی تصویر شائع ہوتی ہے، اور ملک کی
دیسی ریاستوں کا بہت بڑا خیرخواہ ہے اور ان کے متعلق نہایت دلچسپ خبریں شائع کیا کرتا
ریاست [illegible] عام دلچسپی کے مضامین بھی بکثرت ہوتے ہیں اور ملکی معاملات پر سنجیدگی سے [illegible]

[illegible] قیمت بہت کم قابل قدر ہے ہم اسکے اجرا پر مؤلف صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں قیمت [illegible] سالانہ ۱۲ روپیہ

مولوی نورالحسن صاحب نے دس سال کی لگاتار محنت اور جی توڑ کوشش کے بعد نوراللغات کے نام سے اردو کا ایک نہایت بسیط و جامع لغت تیار کیا ہے جس میں الفاظ کے معانی مرکبات فقرے روزمرہ کے محاورے مع اسناد مروف درج کر دیے ہیں لکھنؤ اور دہلی کے محاورات اور تذکیر و تانیث کے اختلاف پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

ہمنے اس لغت کے بعض حصوں کا مطالعہ کیا ہے واقعی نوراللغات اردو زبان کا ایک جامع اور مستند لغت ہے اسکا حصہ اول طبع ہو چکا ہے اور باقی حصوں کی طباعت کا ابھی انتظار ہے اسکے لیے قابل مؤلف کو گورنمنٹ اور والیان ریاست کے امداد و اعانت کی ضرورت ہے۔

ہمکو امید ہے کہ جسطرح گورنمنٹ ہند و گورنمنٹ صوبجات متحدہ اور والیان ریاست نے ناگری پرچارنی سبھا کی ہندی لغت کی اشاعت میں امداد دی ہے اسیطرح نوراللغات کی بھی سرپرستی فرمائی جائے گی

تصاویر

اس ماہ کی تصاویر میں ایک راوی ورما مرحوم کی ایک پرانی تصویر خیال یار کی نقل کی ہے آیندہ ہم اسیطرح کی ایک اور تصویر ہدیہ ناظرین کرینگے ۔ جو زمانہ حاضر کے ایک مشہور مصور کے زور قلم کا نتیجہ ہے ۔ سوامی دیانند جی سرستی کی تصویر ہمکو ہمارے دوست منشی جوالا پرشاد صاحب سے دستیاب ہوئی ہے ۔ جن لوگوں نے سوامی جی کے درشن کئے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ سوامی جی کی بہترین تصویر ہے ۔ کبیر داس جی کی تصویر ہمکو ہمارے دوست پنڈت شیولال سعر کی عنایت سے ملی ہے۔

صاحب کارخ ہیرھی کی ذرا جانچ تو کریے صاحب
شکوہ و تعریف بلے آپ ہی کریئے صاحب
میاں مٹھو
ہماری نیک صلاح
تندرست رہنا چاہتے ہیں ؟
کمزوری ہے ؟
بیماری ہے ؟
جریان میں مبتلا ہیں ؟
اگر آپ میں دماغی کمزوری ہے ؟
اگر آپ کو رات کو نیند نہیں آتی ؟
اگر آپ کا ہاضمہ اور حافظہ خراب ہے ؟
اگر آپ کسی بیماری کے سبب پیلے پڑ گئے ہیں ؟
تو ڈیڑھ سو برس کی آزمودہ
مصری جیون پربھا لیجئے
ملنے کا پتہ
مصر کا آیورویدی جیون پربھا دواخانہ نمبر ۱ فیلخانہ - کانپور

ترجمان حقیقت ڈاکٹر سر محمد اقبال

کے

اردو کلام کا مجموعہ شایع ہو گیا ہے

بانگ درا

جناب علامہ ممدوح کی تقریبًا ڈیڑھ سو عالی پایہ حیات افروز اور جذبہ انگیز نظمونکا مجموعہ ہے جسمین جناب ممدوح نے اپنی شایع شدہ نظمونکو بعد اصلاح

انتخاب مرتب فرمایا ہے

اور بہت سی غیر مطبوعہ نظمین بھی شامل کی ہین جناب علامہ کا تخیل بلند آپکی ترجمانی فطرت۔ آپکے رشحات خیال کا جوش و خروش ہماری تعریف سے مستغنی ہے۔ ہم اقبال کے بادۂ تخیل کے سرشارون کو صلائے عام دیتے ہین کہ جہانتک جلد ہو سکے وہ اس بے بہا مجموعہ کو خرید لین۔

پہلا ایڈیشن ختم ہونے والا ہے

اور دوسرے اڈیشن کا انتظار جیسا کچھ سوہان روح ہوا کرتا ہے۔ اس سے ارباب ذوق خوب جانتے ہین قیمت فی جلد صرف چار روپیہ للعہ مجلد کتابت و طباعت نہایت نظر فریب۔ کاغذ نفیس ضخامت ساڑھے تین سو صفحات

ملنے کا پتہ سید ممتاز علی اینڈ سنز دارالاشاعت پنجاب ۱۹۵ ریلوے روڈ لاہور

کتابین

نام کتاب		نام کتاب	
امیر اللغات ہر دو جلد		قواعد میر	
لغات اردو ہر چہار جلد		زباندانی	
مجموعہ خطوط امیر مینائی		دیوان وصف	
شاعری کی تین کتابین		صحیفۂ عشق	
چراغ سخن علم عروض		جال اردو	
سوانح رشید مرحوم		اصلاح زبان اردو	
دیوان زکی دہلوی	۱۲	نوٹ مکمل فہرست منگوا لیجئے۔	
دیوان شاہ پیروجی	۱۲		

المشتہر

خواجہ عبد الرؤف "عشرت" احاطہ خانساماں۔ لکھنؤ

اے کہ آمان بشنو یدا ز من گر مین
یادگار داستانے نیاکان شما

مہاراجہ نابھہ

کی

تخت سے معزولی

اور

دیگر واقعات ... کے اسباب ... کی اصلاح، ... زبان ...

معیاری ماہواری رسالہ

"رئیس ہند"

دہلی

باٹلی والے کی

BOMBAY

پتہ: ڈاکٹر ایچ ایل باٹلی والا اینڈ سنس ... بمبئی نمبر ...

حلیہ سے مجھکو تلاش کرو

بتاؤ میں کون ہوں

ملنے کا پتہ ... آتشک نگرہ کا زنانہ ... کا ...

مدیر دیا نرائن نگم بی۔ اے

نمبر ۳	مارچ سنہ ۱۹۲۵ء	جلد ۴۴

فہرست مضامین

تصاویر ۔ بہار رنگین، گوسوامی تلسی داس۔ موہن لال

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

مصنفہ علامہ راشد الخیری دہلوی
کی قابل دید مشہور زمانہ تصانیف

افسانہ سعید - بیگم کے مختصر حالات قیمت ۸ر

قربانی کا خون - قیمت ۴ر

نوحہ زندگی ایک بیوہ کی دردناک داستان قیمت ۱۲ر

در شہوار - قابل دید کتاب - قیمت ۱۰ر

سوکن کا جلاپا - ایک لڑکی پر ساس نے سوکن لا کر کیا کیا مظالم کیے - قیمت ۶ر

گوہر مقصود - تاابتان کی پری اور لال کی تلاش قیمت ۶ر

سبزہ گل - ایک مصیبت زدہ لڑکی کی داستان قیمت ۶ر

ماہ عجم - ایران پر مسلمانوں کی فوجکشی اور صلح خوش کا نقشہ اگر آپ کو دیکھنا ہو تو اسکو پڑھیے - قیمت ۱۲ر

عروس کربلا - بنو امیہ و محمد فاتح کی تاریخ کھٹکے پہیرا ایمن - قیمت ۱۲ر

منازل السائرہ - اسکا مطالعہ ہندوستانی مستورات کے لیے نہایت مفید ہے قیمت ۸ر

سراب مغرب - اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کی روش نے لڑکیوں پر کیا اثر کیا - قیمت ۸ر

محبوبہ خداوند - قیمت ۱۲ر

نوبت الوقت - ایک فیشن کی دلدادہ لڑکی کی عبرتناک داستان - قیمت ۸ر

جوہر قدامت - دو بہنوں کی پر لطف کہانی قیمت ایکروپیہ آٹھ آنہ ۱۲ر

تاریخ مغلی - مسلمانوں نے اندلس میں کیا کیا

منزودہ - ایک نہایت سبق آموز قصہ قیمت ۸ر

بابو دیبی پرشاد منصف جج
کی قابل قدر کتابیں

خانخانان نامہ - سوانح عمری خانخانان قیمت ۱۲ر

فضلائے ہند - بیشتر اعلیٰ فضلائے ہندوستان کے حالات ۱۲ر

دیوان اختر - لاجواب فرمودات کا مجموعہ قیمت

آثار الشعرائی ہنود - شعرائے ہنود کا تذکرہ قیمت ۱۲ر

مخزن التدابیر - لاجواب کتاب - قیمت ۸ر

بھگت مال منظوم - قیمت ایکروپیہ ۱۲ر

افتخار التواریخ - بے مثل و لاجواب کتاب قیمت ۸ر

دیوان بہجت - قیمت ۸ر

منظوم دل آرام - قیمت ۴ر

نفائس التواریخ - قیمت ۴ر

میزان عدالت - قیمت ۶ر

تضمین بے بہا - قیمت ۴ر

لطائف الظرفا - قیمت ۳ر

فسانہ مزد المزدور - قیمت ۴ر

موہنی ہار سانک (دو حصہ) قیمت ۱۲ر

سرسید کی دینی برکتیں - قیمت ۲ر

تاول سعید - قیمت ۲ر

لسان الغیب - قیمت ۲ر

ام القریٰ - قیمت ۸ر

تذکرہ نوبیہ - قیمت ۳ر

الہام سعید - قیمت ۲ر

[illegible] - قیمت

ایک ہندو حتی الامکان روزانہ گنگا کے صاف پانی میں غوطہ لگانا اپنا ذریعۂ نجات سمجھتا ہے
اسی طرح میں ہر روز صبح کو گیتا کے مطالعہ سے اپنے دل و دماغ کو صاف کرنا باعث
نجات سمجھتا ہوں گیتا ان کو انگلستان کے دو ان مفکرین کارلائل سے بطور تحفہ دی گئی اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی خیالات پاک کا منبع بھی گیتا ہے؟ کیونکہ جس طرح سے امریکا کا منبع
خیالات امرسن ہے اسی طرح سے انگلستان کا منبع خیالات کارلائل اور رسکن ہیں۔ اگر یہ
دونوں اشخاص بیسویں صدی میں ہوتے تو شاید انگلستان انسان کو تقریباً پورا پورا خودغرض
ثابت کرنے والے خوفناک اصول کے ان منطقی نتائج کو عملی جامہ پہنانے سے باز رہتا
جن کے ذریعہ مالتھس نے اپنی تصانیف میں قتل انسان کو جائز قرار دیا ہے۔

بہرحال گیتا علما کے دماغ کو بلند بناتی ہے رامائن عالم سے لیکر جاہل تک، امیر سے
لیکر غریب تک اور راجا سے لیکر پرجا تک کو روحانیت کا ایک عجیب سبق دیتی ہے کہ جس سے
کروڑ سے زیادہ انسانوں کے عادات و خیالات کی تربیت و ترتیب ہوتی ہے۔ اگر ایک
میں پاک اصولوں کو کوزہ میں دریا کی طرح اور سارے دنیا کے فلسفہ کو سوا غظ میں تبلایا گیا ہے
تو دوسری میں ان اصولوں کی جیتی جاگتی تصویریں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ رامائن میں
روکھے سوکھے مضمونوں کو دلچسپ شاعرانہ لباس پہنایا گیا ہے کہ دل بیساختہ کھنچ جاتا ہے
نشکام کرم یعنی بے غرضانہ اعمال کے مثال کیا ہنومان جی کی زندگی سے بڑھکر کہیں مل سکتی ہے؟
رامائن स्वधर्म یعنی فرض شناسی کی تعلیمات کا ایک خزانہ ہے۔ نشاد سے لیکر
بھرت تک ہر شخص اپنے فرائض کو موقع محل کے مطابق انجام دیتا ہے اور پورے حفظ
مراتب کے ساتھ بھی خودی کسی میں چھو تک نہیں گئی۔ بھرت اور لکشمن سے بھائی، کوشلیا
اور سومترا سی مائیں، دشرتھ سے پتا، رام سے پتر، ہنومان سے بھگت خادم، سگریو اور انگد
سے بہادر اور وفادار حلیف، سویا، اہلیا، سیتا، تارا، مندودری سی دیویاں، تمام محبت و
شاد فلسفہ کے اصولوں کو عملی زندگی سے نمایاں کرتے ہوئے آپ کے سامنے ہیں۔

ایک روز ایک تحریک عدم تعاون کے لیڈر سے بات چیت ہوئی تو انھوں نے کہا کہ "آپ
اس تحریک کے خلاف کیوں ہیں آپ کی رامائن تو خود ہی نان کواپریشن سکھاتی ہے۔"

بھرت نے اپنی ماں سے، سگریو اور بھبکن نے اپنے بھائیوں سے اسہیوگ کیا تھا۔ اور ہنومان جی نے خود فرمایا ہے کہ مجھے قید کی شرم نہیں ہے میں اپنے مالک کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ جیسے ہنومان جی نے "پربھو رام ستھے۔ اسی طرح میرا پربھو میرا دیش ہے۔" رامائن میں کو اپریشن بھی کسقدر بھرا ہوا ہے! محبت اور وفاداری کی اُمنگ میں لکشمن اور سیتا سب راج پاٹ چھوڑکر رام کے ساتھ جنگل کو چل دیتے ہیں اور وہاں تمام رشی منی اور جنگلی تو میں رام جی کے ساتھ بلکہ اس طرح کام کرتی ہیں کہ راون جیسے طاقتور بادشاہ کو نیچا دکھانا پڑتا ہے۔ الغرض رامائن سے ہر طبقہ کا انسان ہر موقع اور ہر محل کے اعتبار سے نصیحت حاصل کرسکتا ہے۔

اسمیں راون، منتھرا، آل، اور کیکئی کے اعمال بد کے نتائج کی کیسی خوفناک تصویریں کھینچی گئی ہیں کہ دل دہل اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اس نقطۂ خیال سے تو دنیا کے بڑے بڑے عالم و فلاسفر مثلاً میکسمولر، پروفیسر گریرسن، ایف ای کیس مسٹر گراؤس وغیرہ رامائن کی خوبیوں کو مان چکے ہیں مگر میں ناظرین کے خیالات کو تلسی داس کے حسن شاعری کیجانب خاص طور سے رجوع کرانا چاہتا ہوں۔ ۱۹۱۰ء و ۱۹۱۹ء میں اس پہلو ان کے چند مضامین رسالہ زمانہ میں شائع ہوئے تھے جنکا ترجمہ بھاگ ذریعہ سے ناگری پرچارنی سبھا بنارس کے پاس بھی پہونچا اور اس کتاب کی تیسری جلد میں جو تلسی داس کی سہ صد سالہ برسی منانے کے موقع پر بطور یادگار کے شایع کی گئی ہے اور جسمیں تلسی داس جی کی کل تصانیف یکجائی گئی ہیں مذکورہ بالا مضامین کے مطالعہ سے تلسی کی نازک خیالی بلند پروازی اور مرصع کاری پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ یہاں انہیں باتوں کا اعادہ کرنا منظور نہیں ہے بلکہ ان خاص باتوں کی طرف توجہ دلانا ہے جنکی وجہ سے دنیا کی وہ شاعری جو کسی ملک و ملت یا فرقہ یا زمانہ سے محدود نہیں ہے تلسی جی کی مرہون منت ہے۔

(۱) **استعارات و تشبیہات**۔ واضح رہے کہ استعارات و تشبیہات کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایک معلوم شے کے ذریعے سے کسی غیر معلوم شے کا اندازہ دلایا جائے۔ مثلاً زید مانند رستم کے پہلوان ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رستم ایک ایسا پہلوان ہے جسکی بہادری زبان زد خلائق ہونے کی وجہ سے سب کو معلوم ہے اور اسکے ذریعہ سے زید کی

दोहा होत प्रात मुनि बेष धरि, जौ न राम बन जाहिं।
मोर मरन राउर अयश नृप समुझिय मन माहिं॥

اے راجا! اگر صبح ہوتے رام چندر فقیروں کے بھیس میں جنگل کو نہ چلے گئے تو میرا مرنا اور اپنی رسوائی لازمی سمجھنا۔

अस कहि कुटिल भई उठि ठाढ़ी। मानहु रोष तरंगिनि बाढ़ी॥
पाप पहार प्रगट भइ सोई। भरी क्रोध जल जाइ न जोई॥
दोउ बर कूल कठिन हठ धारा। भँवर कूबरी बचन प्रचारा॥
ढाहति भूप रूप तरु मूला। चली बिपति बारिधि अनुकूला॥

کیکئی گویا غصہ کی ندی امنڈ رہی ہو! پاپ کے پہاڑ سے نکلی ہے اور غیظ و غضب کا پانی بھرا ہوا ہے، اس قدر خوفناک ہے کہ دیکھی نہیں جاتی۔ دونوں ہٹ ان کو یا ندی کے کنارے ہیں اور کیکئی کی سخت ضد بڑا تیز دھارا ہے۔ کبری کے الفاظ گویا بھنور ہیں۔ ایسی ندی راجہ دسرتھ روپی درخت کو گرا رہی ہے اور مصیبت کے سمندر کی موافق ہو اچل رہی ہے۔

ناظرین ان تشبیہات پر غور کریں اور تلسی داس کے کمال شاعری کی داد دیں!

۳ بلند پروازی اور نازک خیالی

انگریزی شاعری میں ملٹن کی بلند پروازی نہایت قابل تعریف سمجھی جاتی ہے۔ انگلستان میں عام خیال ہے کہ ملٹن کے فکر کی "بلند پروازی" کو دوسرا شاعر نہیں چھو سکتا۔ ملٹن کی بلند پروازی تلسی کی بلند پروازی کے سامنے گرد ہے۔ بہشت اور دوزخ کی تصویریں تو آپ کو سکھ ساگر وغیرہ میں بھی ملی ہوں گی۔ ملٹن نے فکر کی سب سے بڑی بلند پروازی شیطان کی تصویر کھینچنے میں دکھائی ہے۔ مگر شیطان کی کیا تصویر ہے؟ اندازہ کے لیے ملٹن بتاتا ہے کہ سب سے بڑے جہاز کا مستول اس کی چھڑی ہوگا۔ اگر مستول بفرض محال قطب مینار کے برابر بھی اونچا مان لیا جائے تو شیطان زیادہ سے زیادہ دونا ہو سکتا ہے اور بس۔ اب راماین میں دیکھیے۔

کی تشبیہہ گلاب سے دیتا ہے کوئی کنول سے۔ نرگس کو آنکھوں سے، سرو کو قد یار سے،
سنبل کو بالوں سے۔ مثلاً کیا جاتا ہے۔ تشبیہات ہر زبان کے شعری خزانہ میں موجود ہیں۔
مگر رامجی کا دل ان سب کو ترک کرتا ہے اور اس کی وجہ بھی نہایت معقول ہے۔

सब उमा कबि रहे जुठारी • केहि पट तरिय बि[illegible] कुमारी

رامجی کا دل عشق کے پاک جذبہ سے لبریز ہے وہ دل سے کہتے ہیں کہ تشبیہات کو
پیشہ ور تعریف کرنے والوں یعنی شاعروں نے استعمال کر کے جھوٹا کر دیا ہے۔ میرا
اچھوتا جذبہ ان کو کیونکر استعمال کر سکتا ہے؟

(الف) لفظی لازمہ کے لحاظ سے اگر نظر ڈالئے تو बिदेह کے معنی ہیں بلا جسم
प्राकृत नारि समान नहीं
والا یعنی غیر مادی تلسی جی نے کہا ہے کہ چونکہ تمام تشبیہات
مادی خواتین کے اعضاء کے لیے استعمال کیے جانے کے سبب جھوٹی
کر دی گئی ہیں اس لیے غیر مادی سیتا جی کی خوبصورتی کے لیے बिदेह کی کنواری
لڑکی ہیں ان کا استعمال بالکل غیر مناسب ہے۔

(ب) معنوی لحاظ سے نظر ڈالئے تو बिदेह مہاراج جنک کو اس لیے کہتے تھے
کہ یوگ کی وجہ سے ان کو اپنے جسم کی کوئی خبر یا پروا نہیں رہتی تھی۔ ایسے راجہ کی لڑکی میں دنیا
کے وہ اوصاف ضرور موجود ہوں گے جو مادی تشبیہات سے ظاہر ہی نہیں کیے جا سکتے
کیا لطافت ہے لفظی لازمہ اور معنوی موزونیت بالکل ساتھ ساتھ ہے۔ یہ نہیں کہ سے

سودا ہے مری نگاہی کو   ہے چاہ شرد ماغی کو

لفظی لازمہ تو نہایت نفیس مگر معنی کے لحاظ سے ان معنوں کو کوئی موزونیت نہیں۔
پھلواری میں لا کے بعد شام کو چاند نظر آتا ہے تو رامجی کے دل میں یہ خیال
خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس میں سیتا جی کے جمال کی کچھ مشابہت ہو مگر پھر وہ فوراً
کتنے ہی نقائص نکال کر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

सिय मुख समता पावकिमि चन्द्र बापुरो रंक।
یہ چاند حسن کی دولت سے بالکل خالی ہے، یہ کیا سیتا جی کے منہ کی برابری کرے گا؟

یہ کیون ؟ جواب مین اُن چوپائیون کا کہ جن مین چاندکے نقائص بیان کئے گئے ہین صرف مطلب ہی لکھ دینا کافی ہوگا۔

راجی کا دل کہتا ہے "چندرما کھارے سمندر سے پیدا ہوتا ہے اور اُسکا "بھائی" زہر قاتل ہے دن مین بے نور ہوجاتا ہے اور رات مین بھی کلنک کی سیاہی اُسمین موجود رہتی ہے۔ گھٹتا ہے، بڑھتا ہے مہجران نصیبون کو دُکھ دیتا ہے۔ کبھی کبھی گرہن لگ جاتے ہین۔ کوکلا کو دُکھ دیتا ہے الغرض اسمین بہت ہی زیادہ نقائص ہین"

راجی کے خیال مین تو وہی موہنی مورت اسیتا کی ایسی ہے۔ دوسرے جبکو سورج نکلتے وقت ان کا خیال کچھ اس طرف پھرجاتا ہے۔ تمہید کے طور پر موازنہ مین رام جی چندرمان کے ساتھ صبح کے نئے سورج کا تضاد بیان شروع کرتے ہین۔ اور کہتے ہین،

पंकज कोकलोक सुख दाता

(کمل اور کوکلا تمام دنیا کا سکھ دیتا ہے) صاف ظاہر ہے کہ راجی کو سورج مین معشوق کے انوار حسن کی کچھ مشابہت نظر آتی ہے اور جو نقائص چاند مین تھے۔ یہان اُسکے خلاف کچھ اوصاف نظر آرہے ہین۔ مگر اس مقام پر تلسی جی نے ایک عجیب مذاق اور جذباتی تضاد کی ترتیب مین، لکشمن جی کی گفتگو کے ذریعہ تغزل کے رنگ پر ایک دم تجلی کا رنگ چڑھا کر سارا نقشہ ہی پلٹ دیا ہے۔ رام چندر جی مسکرا کر گویا زبان حال سے یون کہتے ہین "واہ رے لکشمن! مین کس خیال مین ہون اور تم کس خیال مین ہو!"

غور کیجئے، کتنے منازل نزاکت آفرینی کے گزر چکے۔ اب دیوتاؤن کے ساتھ موازنہ کیا جاتا ہے، اور یکے بعد دیگرے ان کو بھی سیتا جی کے مقابلہ مین کمتر قرار دیا جاتا ہے

गिरा मुखर तन अरध भवानी। रति अति दुखित अतनपति जानी॥
बिष बारुनी बन्धु प्रिय जेही। कहिय रमा सम किमि बैदेही॥

سرسوتی جی مین بکواس کی عادت ہے پاربتی جی آدھا مرد اور آدھا عورت کا ادھانگی سروپ رکھتی ہین۔ کام دیو کی عورت اپنے شوہر کے غم مین مغموم ہے اور لکشمی جی سے سیتا کا مقابلہ کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ

اول الذکر کو زہر اور شراب جیسے" بھائی" پیارے ہیں[1]

ناظرین بجائے دودھ کے سمندر (چھیر ساگر) کے حسن کے امرت سے بھرا ہوا سمندر بنائے اور بجائے اسکے کہ لکشمی جی کے ظہور کی غرض سے "چھیر ساگر کو متھنے کے لیے "متھانی" کا سرا کچھوا جیسے بھدے جانور کا اور اسکی ڈنڈی ٹھوس مندراچل پہاڑ کی اور رسی زہریلے شیش ناگ کی استعمال ہو، آپ مذکورۂ بالا امرت کے سمندر متھنے کے لیے "پرم روپ" (شکل ازلی) کا کچھوا لیجیے اور بنو حسن کی رسی تیار کیجیے اور سنگار کا مندراچل پہاڑ بنائیے پھر اس مشین کو چلانے کے لیے بجائے راکشسو اور دیوتاؤں کی ضدین طاقتوں مین ہونے والی باہمی کشاکشی کے حسن کے دیوتا کو لائیے کہ وہ اپنے کمل روپی ملائم ہاتھوں سے متھنا شروع کرین۔ واقعی نازکخیالی کی ہے اور پھر اس طریقہ پر جو لکشمی پیدا ہوگی اُسکے حسنِ جہان آرا کی تصویر الفاظ مین کھینچنا قطعی غیر ممکن ہے۔ اسپر بھی شاعر کہتا ہے کہ سیتا کی اس لکشمی سے تشبیہ نہ دیجائے گی بلکہ اس لکشمی کی تشبیہ سیتا جی کے ساتھ دیجا سکے گی اور وہ بھی تامل کے ساتھ۔ یہ تامل کیوں اسلیے کہ خواہ اس نئی لکشمی کو "شرنگاررس" کا مجسمہ کہا جائے پھر بھی اسمین سیتا جی کی روحانیت سے مقابلہ کرنے والی کوئی بھی چیز موجود نہین ہے۔ یہ کمال شاعری نہیں تو کیا ہے؟

تلسی جی ہر رس کے شاعر تھے۔ انگریزی شاعر کا مقولہ ہے کہ ایپک شاعری اور ڈرامیٹک شاعری کا ایک شخص نہین ہوسکتا کیونکہ ایک مین روحانیت اور دوسرے مین بشریت کا عنصر غالب ہوتا ہے، ایک آسمان کی باتین کرتا ہے اور دوسرا قدرت کا آئینہ دار ہے۔ اسی طرح فارسی اور اُردو کے حلقون مین یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رزم اور بزم کی ترتیب ایک ہی شاعر کے ہاتھون ہونا محال ہے۔ فردوسی سے جو رزم کا بہت بڑا شاعر تھا۔ یہ فرمایش کی گئی کہ سکہ شاہی پر کندہ کرنے کے لیے ایک شعر لکھئے۔ پس اُسنے رزم کا یہ نفیس شعر لکھا کیونکہ وہان سوائے "بیر رس" کے اور کوئی "رس" ہی نہ تھا ؎

---

[1] اسکا لطف ہندو دیتھالوجی کے واقف کار ہی خوب اٹھا سکتے ہین

بُن نیزہ و قبہ بادشاہ   فروشد بماہی و برشد بماہ

سکندرنامہ کے شاعر کو رزم کی ترتیب مین اسقدر لُطف آتا تھا کہ اُسے میدان جنگ مین ہڈیون کے کچلے جانے کی تشبیہ کے لیے "بادام کا چبانا ہی" پسند آتا ہے۔ مگر تلسی جی مین عجیب کمال ہے کہ رزم اور بزم کیا، بلکہ اُن کو دوسرون مین سے ہر ایک مین ایک سی مہارت ہے۔ کہین تو تغزل کا یہ حال کہ:۔

करत बतकही अनुज सन मन सिय रूप लुभान।
मुख सरोज मकरन्द छबि करत मधुप इव पान ॥

(رام اپنے بھائی سے تو باتیں کر رہے ہین اور من سیتا جی کے رُوپ پر اس طرح لُبھایا ہے کہ سیتا کے کمل رُوپی مُکھ مین جو حُسن کا شہد بھرا ہے اُسے خیال ہی خیال مین بھونرے کی طرح پیتے جاتے ہین۔)

اور کہین

रुंड प्रचंड मुंड बिन धावहिं। धरु २ मारु मारु गोहरावहिं॥

کہ جنکے آوازون سے ہی دل دہل جاتا ہے۔

"دھنش یگیہ" کے شروع مین رامچندر جی کو '

जाकी रही भावना जैसी। प्रभु मूरति देखी तिन तैसी॥

والی چوپائی کے بعد اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک ہی جگہ قریب قریب کل رَس موجود ہین۔

شاعری کے چڑھاؤ اوتار سے اور دیگر ذرائع سے مناظر کی ترتیب اس طرح دی ہے کہ کہین تو ڈرامیٹک (ناٹک والی) سچائی کے ساتھ رآم اور سیتا' راجکنور' اور راجکماری کی طرح محبت مین محو نظر آتے ہین اور کہین سیتا۔

जगत जननी اور رام जगत पति

بن جاتے ہین اور لطف یہ کہ مزہ بگڑنے نہین پاتا۔

(۲) شیکسپیر کے قبل مغرب کے ماہرین فن کا شاعری کے متعلق یہ خیال تھا کہ

Tragic करुना रस غم اور شادی اور हास्य रस۔
دونون رس ایک ہی شاعری مین یکجا نہین ہو سکتے مگر شکسپیر نے مرچنٹ آف وینس کے منظر عدالت مین دکھلا دیا کہ انگوٹھیون کے تعلق والا مذاق اور لخت جگر کے کاٹے جانے کا معاملہ یکجائی طریقہ پر بیان کئے جا سکتے ہین۔ اس سے کہین زیادہ عمدہ طریقہ پر پھلواری مین نیز دھنش یگیہ مین ایک طرف سیتا کے بن بیاہی رہ جانے کا خوفناک مستقبل اور دوسری طرف پرسرام کے ساتھ لکشمن جی کی پُر مذاق تقریر دونون باتین عجیب لطف کیساتھ یکجا کی گئی ہین۔

انگریزی علم ادب کے ایک ماہر نے جولیس سیزر نامی کتاب مین بروٹس اور کیسیس کی اُس مکالمہ کے بابت جو لڑائی کے قبل ہوا تھا یہ کہا ہے کہ اسکی نقل اکثر کی گئی ہے مگر کوئی بھی اس منظر کے مقابل کا منظر نہین لکھ سکا۔ لیکن پرسرام لکشمن اور رام جی کے دھنش یگیہ والے مکالمے کے سامنے کیسیس اور بروٹس کا مکالمہ پھیکا معلوم ہوتا ہے۔

تلسی جی کا مذاق بھی نفیس و شستہ ہے۔ سکھیون کا فراق سیتا جی کے ساتھ پھلواری اور اسکے علاوہ وہ پُر مذاق پیرایہ جب سیتا جی نے بن مین جاتے ہوئے وہان کی چند عورتون کے اصرار پر آنچل سے منھ ڈھانپ کر ترچھی بھوؤن کے اشارے سے رام جی کو اپنا پتی ہونا بتلایا ہے' اس مذاق کے نہایت پُر لطف تمثیلات ہین۔

(۵) رامائن مین مناظر قدرت کا ہو بہو نقشہ بھی ہر جگہ پر موجود ہے۔ کہین کیٹس اور ٹینسن کی طرح قدرت کے مناظر کا ایسا دلکش بیان ہے کہ صانع حقیقی کی مصوری کا کمال نظر آجاتا ہے (پھلواری لیلا کے شروع مین باغ اور چترکوٹ کے جنگل کا بیان نیز دیگر مقامات مین اسکی مثالین موجود ہین)۔ بیشتر جگہون مین انھین مناظر مین روح پھونکی گئی ہے کہ وہ صرف تھیٹر کے پردون کا کام نہین دیتے بلکہ انسانی جذبات کے ساتھ موافقت یا مخالفت کا اظہار کرتے ہین جب شیوجی کے اوپر کام دیو نے اپنا تیر چلا کر اپنا اثر ڈالنا چاہا ہے اُسوقت قدرت کا سارا منظر کام دیو سے ہی بھر جاتا ہے۔ بن مین

سیتا ہرن کے بعد قدرت مین ہونے والی چہل پہل اپنے تضادی اثر سے کس طرح رام کے جذبات کو صدمہ پہنچاتی ہے۔ ورڈس ورتھ کے اس مقولے کے موافق۔ (ایک ادنٰے اچھول بھی میرے لیے وہ خیالات پیدا کرتا ہے جنکا عمق اسقدر زیادہ ہے کہ آنسوون سے اسکا اظہار نا ممکن ہے) جگہ جگہ پر سبق آموز مناظر موجود ہین۔

بہترین مثال موسم برسات کا بیان ہے۔

दामिनि दमकि रही घन माहीं। खल की प्रीति यथा थिर नाहीं॥

اس قسم کی سیکڑون چوپائیان کیا ہین گویا بقول حالی ؎

قدرت کے عجائبات کی کان — عارف کے لیے کتاب عرفان

ٹینسن نے ایک جگہ فوارہ کی بوندون کی اُچھال ایک غیر مقصدرا سے انسان کے حوصلون سے تشبیہہ دی ہے اسپر مفسرین نے یہ کہتے ہوئے تعریف کے پل باندھ دیئے کہ ٹینسن سے پہلے خیالات اور جذبات انسانی کے لیے مناظر قدرت سے تشبیہات لیجاتی تھین یہ پہلا موقع ہے کہ ٹینس نے ایک قدرتی منظر کی تشبیہہ اخلاقی دنیا سے لی ہے مگر تلسی کا خزانہ شاعری اس قسم کی صدہا جواہرات سے بھرا ہوا ہے۔ کہین کہین تو قدرت کے مناظر اور انسانی جذبات کو ایک دوسرے کے ساتھ زربفت کی شکل مین اسطرح بُن دیا ہے کہ علیحدہ کرنا مشکل ہے۔

(۷) تغزل اور اخلاق | دنیا کے تغزل کی پر درد پکار یہ ہے ؎

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ — بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

اور واقعی نہ کالیداس اور نہ شکسپیر اور نہ کوئی دوسرا شاعر تغزل کے زیر اثر ہو کر اخلاقی بندشین قائم رکھ سکا ہے۔ غالب کا مصرعہ ہے کہ

موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

بالکل موزون ہے تلسی جی کے تغزل کو دیکھئے۔ پھلواری کے منظر اور دھنش یگیہ مین عشق کے باریک سے باریک نکات کا ذکر ہے۔ مگر کیا مجال کہ یہ نکات اخلاقی مرکز سے ذرا بھی ادھر اُدھر ہو جائین دنیا کے علم ادب مین یہ انوکھا تماشا صرف تلسی داس

ہی دکھلا سکے ہین یہی وجہ ہے کہ بقول سوامی شردھانند جی کے تلسی کے "شرنگار" کا وہ اثر ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے طبقہ مین بھی کچھ نہ کچھ یہ بات موجود ہے۔

فلسفہ مذہب اور شاعری

تلسی داس جی کا دعوی یہ ہے کہ تمام وید، شاستر اور پران کے برگزین خیالات اس کتاب مین نظم کر دیئے گئے ہین۔ آجکل ایک رامائن رائے بریلی شہر سے ستریان رن بہادر سنگھ جی شائع کر رہے ہین جسکے مطالعے سے تلسی جی کے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے۔

اس بات کو تلسی داس نے ثابت کر دکھایا ہے کہ دنیا کا یہ خیال کہ فلسفہ اور مذہب شاعری کے احاطہ سے باہر ہین غلط ہے اسلیے یہ کتاب (رامائن) اسقدر مقبول عام ہے کہ بقول ایک پادری کے یہ مقدس کتاب نو یا دس کرور ہندی بولنے والے ہندوؤن کی انجیل بنی ہوئی ہے۔ سوامی شردھانند جی نے نہایت زور کے ساتھ بنارس مین فرمایا تھا کہ باوجودیکہ مجھے اکثر جگہ تلسی جی کے اصولون سے اختلاف ہے مگر مین اس بات کو نہایت فخر سے کہتا ہون کہ اگر کوئی مجھسے پوچھے کہ گذشتہ تین سو برس تک ہندو قوم کے طرز طریق اطوار و عادات و خصائل کو کس نے دائرہ اخلاق کے اندر ایک عجیب لطیف اور برگزیدہ جگہ پر قائم رکھا تو مین ضرور کہونگا کہ وہ تلسی داس جی کی رامائن ہے!

(۸) سیاسی اور تمدنی نقطہ خیال سے بھی پنڈت مدن موہن مالوی اور سوامی شردھانند کے یہ اقوال آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہین کہ موجودہ زمانہ کی بہت سی مشکلات مثلاً اچھوت جاتی کا اودھار، برن اور آشرمون کی ترتیب مین سدھار، اور مشترکہ خاندان کے جھگڑون کے دفعیہ وغیرہ وغیرہ کی عمدہ باتین اس کتاب مین موجود ہین اور جس وقت منھ مین غیر ملکی حکومت موجود تھی اُسوقت تلسی داس جی ہی کا ایسا دماغ تھا جو اُس حکومت کے اثر سے محفوظ رہ کر "رام راج" کے قایم کرنے کی تدابیر سوچ سکا اور اُسکے برتنے کا سبق دے سکا۔

ناظرین! بقول مرزا غالب ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکران کے لیے

ھون ہے۔ کچھ باتین جو اسوقت سرسری طور پر یاد آئین آپ کے سامنے پیش کردی
ن۔ انگریزی علم ادب کے ماہر مسٹر ہیر کا خیال ہے کہ آیندہ دنیا کا علم ادب نہ تو پرانے
ی کی طرف جائے گا (جسکی بناوٹ کا ڈھانچہ بہت ہی تنگ ہے اور جسمین اکثر تصنع
ن ہوجاتا ہے اور جسمین شاعر یا کسی اور بیرونی فرد کی عدم موجودگی کی وجہ سے کوئی
حت صاف الفاظ مین نہین ملتی۔ پس چونکہ محض قدرت کی آئینہ داری ہے اس لیے
یسے قدرت مین اخلاقی خطرے موجود ہین ویسے ہی ناٹک مین ہین۔ یہان تک کہ ہر ملک
کے زاہدوان نے ان کا دیکھنا تک منع کیا ہے) اور نہ اسکا رجحان اب زیادہ عرصہ تک
دل ہی کی جانب رہے گا (جسمین تمہیدی حصون اور روایتون کی تبلیغ اسقدر زیادہ ہوتی
ہے کہ آیندہ آنے والی دنیا کے پاس اتنا فضول وقت نہو گا جسے وہ ضایع کرسکے) بلکہ
ان کا تخیل ہے کہ آیندہ ایک نئے اور آزاد ناٹک نویسی کے فن کی ایجاد ہوگی۔ جسکے اصول
ابھی تک دنیا کو معلوم نہین ہین۔

اگر بال کانڈ کا ابتدائی حصہ اور اُتر کانڈ اور کچھ کچھ حصے دیگر جگھون کے نکالدیئے
جائین۔ ایک عجیب سلسلہ ناٹکون کا بنجاتا ہے۔ جو مختلف مناظر مین منقسم ہوکر رام لیلا
کے موقع پر دکھلایا جاتا ہے۔ ہمین شاعر اسٹیج اور تماشائیون کے درمیان مین موجود
رہکر برابر تشریح و تلقین کرتا جاتا ہے۔ مگر بموقع یا بلا ضرورت نہین ساتھ ہی کوئی نہ کوئی
روحانی ہستی، شیوجی کی طرح گویا پردۂ غیب سے روحانی تفسیر بھی کرتی رہتی ہے۔ اسلیے
قدرت کی آئینہ داری کے ساتھ ہی ساتھ اُسکے حسن و قبح پر بھی روشنی پڑتی جاتی ہے اور
خطرات کا علاج معلوم ہوتا جاتا ہے۔

خیر یہ سب کچھ تو تلسی داس کے شاعرانہ کمال کی داستان ہے۔ اب ان کے
اخلاقی فتوحات پر ایک سرسری نظر ڈالئے یہاں پر تلسی داس ہی کے نگارخانہ سے ایک آخری
تحفہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ دنیا کی کل مذہبی و اخلاقی کتابون کو چھان ڈالئے تو بھی اس سے

جب بھبیکن نے دیکھا کہ راون کے مقابلہ مین رامچی جا رہے ہین مگر ان کے پاس رتھ تک نہین ہے اور ادھر راون کل مادی لوازمات کے ساتھ رتھ پر سوار آ رہا ہے تو اُس کا دل خوف سے کانپ اُٹھا۔ اُسوقت رامجی کس متانت، استقلال اور سنجیدگی سے کہتے ہین کہ بھائی بھبیکن! مادیت پر (خواہ یہ مادیت دنیا مین راون کی شکل مین تمسے باہر نمودار ہو خواہ نفس امارہ کی شکل مین تمہارے ہی اندر) فتح پانے کے لیے اور ہی رتھ درکار ہے۔ کون رتھ؟ سنو۔

सुनहु सखा कह कृपानिधाना। जेहि जय होय सो स्यन्दन आना
(ہے متر! سنو، جس رتھ سے فتح ہوتی ہے۔ وہ رتھ اور ہی ہے)

शौरज धीरज जाहि रथ चाका। सत्य शील दृढ़ ध्वजा पताका।
بہادری، دھیرج۔ جس رتھ کے پہیے ہون اور سچائی اور شیل اور استقلال جسکے جھنڈے اور جھنڈیان ہون

बल बिबेक दम परहित घोड़े। क्षमा दया समता रजु जोरे॥
(طاقت قوت امتیازیہ، نفس کشی، اور پراوپکار اُس کے گھوڑے ہون جو چھما، دیا، اور مساوات کی رسی سے بندھے ہوے ہین

ईश भजन सारथी सुजाना। बिरत चर्म सन्तोष कृपाना।
(ایشور کا بھجن اُس رتھ کا سارتھی ہو، دنیا سے کنارہ کشی اُسکی ڈھال، اور استغنا اُسکی تلوار ہو)

दान परशु बुधि शक्ति प्रचंडा। वर बिज्ञान कठिन कोदंडा।
(دان پھرسا اور عقل سلیم شکتی بان اور علم الٰہی دھنش ہے)

संयम नियम शिली मुख नाना। अमल अचल मन तूण समाना
سنجم اور نیم یعنی زندگی کے ذاتی و تمدنی اصول، یہی تیر ہین جو صاف اور نہ ڈگنے والے من کے ترکش مین ہین

कवच अभेद बिप्र पद पूजा। याहि सम विजय उपाय न दूजा
(زرہ بکتر بلا تفریق برہمن کی پوجا ہے، اس سے بڑھکر کوئی دوسرا ذریعہ فتح کا نہین ہے)

کیسا رتھ ہے جسکے گھوڑے، عفو، رحم اور مساوات کے تین تاگ والے رسی سے جوتے ہوے ہین مجھ ہیچمدان کی ناچیز راے مین، اگر مساوات پر بہت ہی زور دینا ہے تو بھی ہندوستان کے قومی جھنڈے پر یہی تینون الفاظ لکھے جانے چاہئین۔ یورپ

کی عزت نیز اسکی ذلت کا خاص سبب آزادی، مساوات، اور اخوت کے الفاظ کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ مذکورہ بالا دونوں الفاظی مجموعوں مین مساوات کا لفظ شامل ہے لیکن اول الذکرمین سب سے پہلے عفو اور رحم ہین اور آخر الذکرمین آزادی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آزادی کی دُھن مین تمام رکاوٹون کو برطرف کر دیا گیا۔ فرانسیسی انقلاب کے دنون مین انسانون کے سرون کو گاجر۔ مولی کی طرح کاٹ ڈالا گیا، اور آج بھی یورپ مین وہی خونین منظر دکھائی دے رہا ہے۔ اگر عفو اور رحم سے کام لیا جاتا تو مجرمین کے واقعی سزا دہی مین بھی ان کا شائبہ ضرور ہوتا۔ مہاراجہ رام چندر نے راکششون پر عفو کی امرت کو ہی برسایا تھا۔

اب رحم کے نقطۂ خیال سے مساوات کا صرف یہ مطلب نہین ہے کہ بڑون کو گھسیٹ کر نیچے لایا جاوے۔ یا بادشاہون کو تخت سے اوتار دیا جاوے جیسا کہ یورپ مین ہو رہا ہے بلکہ تلسی جی نے اپنے الفاظی مجموعہ مین رحم کو بھی شامل کیا ہے۔ تاکہ اچھوت اور نیچی ذات کے لوگون کو بھی اوپر اُٹھایا جاوے۔ مہاراجہ رامچندر نے شبری۔ نشادہ کول کیرات وغیرہ کو سرفراز بناتے ہوے یہی بات دکھلائی ہے۔

یورپ کے الفاظی مجموعہ مین اخوت کو آخری درجہ دیا گیا ہے جس سے اُسے کوئی پوچھتا بھی نہین۔ اگر وہ پوچھی بھی جاتی ہے تو صرف حصول آزادی کی غرض سے باہم مجتمع ہو کر قدرتی اصولون کے توڑ مروڑ کرنے کے لیے، نہ کہ بادشاہ اور رعایا، مالدارون اور مزدورون مین باہمی محبت پیدا کرنے کیلئے تلسی داس نے اپنے مجموعہ مین یہ لفظ ہی نہین لکھا کیونکہ مساوات کے ہوتے ہوے اسکی ضرورت نہین تھی تو یہ ہے کہ تلسی نے ساری دنیا کیلئے ایک خاص معیار پیش کیا ہے نہ کہ مغربی مشین کا بنا ہوا کوئی کھلونا جسے کھیلتے ہوے آج مغربی دنیا "بولشویزم" کیطرف بڑی تیزی کے ساتھ جا رہی ہے۔ ہندو تمدن مین بھی "سوشلزم" ہے مگر اس صورت مین کہ مستحقین مین علم، طاقت اور دولت کو خیرات کی شکل مین تقسیم کیا جاوے اور اس طریقہ پر کمزورون کی مدد کیجائے، شاہان سلف کا تو ذکر ہی کیا۔ اب بھی ہندوستان مین۔ بوڑھون۔ کمزورون۔ بھوکون تیمون، بیواؤن، سنیاسیون وغیرہ کو بلا کسی ٹیکس کے برابر مدد دیجاتی ہے اور اسطرح باہمی مساوات قائم رکھی جاتی ہے

تلسی جی نے راماین کے اُتر کانڈ مین یورپ کے "سب دھان بائیس ۲۲ نپسری" والی مساوات کو کلنگ کا نشان قرار دیا ہے اور ٹھیک بھی ہے۔
یہ ٹھیک ہے کہ تلسی نے عفو، رحم اور مساوات کو جھنڈون کے لیے نہین بتایا۔ ان کے لیے تو सत्य शील दृढ़ والے الفاظ لاتے ہین کیون؟ اسلئے کہ عفو اور رحم اور مساوات تو طاقت کی صورت والے گھوڑون کے لیے جوت کا کام دیتے ہین۔ اور جھنڈون کے لیے ایسے الفاظ کی ضرورت ہے جن سے بلند ترین معیار کا اظہار ہو۔ تاہم عفو رحم اور مساوات یورپ کی آزادی مساوات اور اخوت سے تو کہین زیادہ بڑھکر ہین۔ خیر آریہ تمدن کا معیار दृढ़ सत्य (مضبوط سچائی) اور शील (اخلاق یا محبت) ہی رہا ہے۔ اندھا دھند مساوات کی تقلید کبھی نہین کی گئی۔ اگر یورپ نے ایسا کیا بھی تو قتل اور غارت گری کے علاوہ کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جس فرانس نے بادشاہ لوئی کو تخت سے اُتارا اُسی نے نپولین کو تخت دیا۔ دُور کیون جایئے۔ بولشیوزم کے قائد اعظم لینین مرحوم کو بھی سال بھر کے اندر ہی اپنا قانون بدلنا پڑا۔ جسکی رو سے ہر شخص کو اپنی پیدا کی ہوئی جائداد کا مالک مانا گیا۔ ٹھیک بھی ہے۔ جبتک ایشور کی دنیا مین مختلف قابلیت کے اشخاص پیدا ہوتے ہین اُسوقت تک اندھا دھند مساوات کا ڈھونگ کبھی چل ہی نہین سکتا۔ ایسی حالت مین سچائی ہی (सत्य) معیار ہوسکتا ہے نہ کہ مساوات ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ جنوبی افریقہ کے قائمقام نے بھی یہ کہا تھا کہ برابر والے مہذب انسانون کے برابر عزت ہونی چاہیئے" بات ٹھیک بھی بشرطیکہ یہ برتاؤ سچائی کے ساتھ کیا جاتا۔ مگر جب "بائبل" کو صرف زبان سے ماننے والے لوگ حیوانی طاقت کو، نہ کہ روحانیت کو، بڑا مان کر ہندوستانیون کو برابر حقیر و کمتر درجون مین رکھنے کے لیۓ اس اصول کو پیش کرتے ہین تو ہم اُس سے ملنے کو بالکل تیار نہین کیونکہ اُسوقت اُصول سے سچائی کو خارج کر دیا جاتا ہے۔
مگر جیسا کہ شیخ سعدی نے راستی کا بھی فتنہ انگیز ہونا بہ از راستی فتنہ انگیز ممکن بتلایا ہے تو ہمکو یہ ماننا پڑیگا کہ واقعی اکثر ایسا ہوا بھی کرتا ہے۔ اسی لیۓ تلسی جی نے سچائی کے ساتھ शील (اخلاق) کا بھی استعمال کیا ہے۔ اخوت عفو اور رحم اسی اخلاق کے اجزا ہین۔ اگر اخلاق یا محبت

کو سمندر کہا جائے۔ تو یہ سب اُسکی لہرین ہین۔

مہاتما گاندھی نے بھی ستیاگرہ کو معیار قرار دیا ہے۔ مگر اُسمین शील کا لفظ نہونے کے سبب چوری چورا کا سا خوفناک واقعہ ہونا ممکنات سے ہے۔ اگر مہاتما جی تلسی جی کی رائے کے مطابق ستیاگرہ کی جگہ "ستیا شیل آگرہ" رکھین تو شیل کا لفظ ہر موقع پر تنبیہ کا کام دے سکتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ستیاگرہ مین اہنسا والے لفظ کے مفہوم سے کافی تنبیہ ملتی ہے۔ مگر در اصل یہ لفظ منفی ہے اور اسمین محبت و اخلاق کا پورا بہاؤ نہین ہے ایک طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر ایسی فیاضی سے دشمن کا مقابلہ کیا جاوے تو کیسے کام چلے گا مہاراجہ رامچندر نے اپنی زندگی مین اس بات کو بار بار دکھلایا ہے۔ اُنھون نے اپنی سوتیلی مان کیکئی کے ساتھ سنہرے اصول والا برتاؤ کیا، بال کو مار کر بھی اُسے دوبارہ زندگی بخشنے پر آمادہ ہو لے، راوُن جیسے پاپی کو بھی بالآخر اپنا دھام یعنی بہشت عطا کیا۔ ان مثالون سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ستیہ شیل آگرہ" والے انسان کا غصہ بھی اخلاق ہی کی ایک شکل ہے جو ڈاکٹر کے نشتر کی طرح مقام ماؤف کو کاٹکر علیحدہ ہٹ جاتا ہے کہ اُسی اخلاق کی دوسری شکل جو کی صورت مین نمودار ہو کر مرہم پٹی کا کام کرے۔

شکسپیر کا قول ہے کہ "انسانی طاقت، خدائی طاقت کی شکل اختیار کرتی ہے۔ جبکہ انصاف مین رحم کا شائبہ موجود ہوتا ہے"

تلسی جی صرف "ستیہ شیل آگرہ" پر ہی قناعت نہین کرتے بلکہ اُسکے ساتھ दृढ़ (مضبوط) کا لفظ بھی لاتے ہین یعنی ہمارے جھنڈے پر दृढ़ सत्य शील-आग्रह لکھا جانا چاہیے۔ کہ ہمارے "ستیہ اور شیل" دونون انگد کے پیر کی طرح اٹل ہون۔

راج بہادر لمگوڑا ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی۔

اتحادی کانفرنس دہلی

مین اس مضمون کے آغاز ہی مین صاف الفاظ مین کہدینا چاہتا ہون کہ مین اُن اشخاص مین ہون جنکا یہ خیال ہے کہ ہندو اور مسلمانون کے درمیان اصلی اتحاد ہونا اگرنا ممکن نہین ہے توبہت دشوار ضرور ہے سالہا سال سے جا بجا کوشش کیجارہی ہے کہ ان دونون قومونکے باہمی تنازعات کا تصفیہ ہو اور ان کے درمیان ایسا اتحاد قایم ہو جائے جیسا کہ ایک ہی ملک کے باشندون مین ہونا چاہیئے۔ مگر افسوس ہے کہ اس معاملہ مین ہنوز کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ مختلف مقامات مین وقتاً فوقتاً تنازعے ہوئے اور مار پیٹ اور لوٹ وغیرہ کی نوبت آئی مصالحت کی کوشش کی گئی اور بظاہر تصفیہ بھی ہوگیا مگر واقعی امر یہ ہے کہ عموماً دلون کی صفائی نہین ہوئی اور نہ اصلی اور دیرپا اتحاد ہی ہوا۔ میرے خیال مین جو باہمی نقیض اور نا اتفاقی کی اصلی بیخ و بنیاد اسوقت تک بدستور قایم ہے آجتک کسی نے نہ اُسکو صاف بیان کیا اور نہ باستثنائے اتحادی کانفرنس دہلی کے کسی نے اُسکا سچا علاج تبلایا۔ تحریک نان کواپریشن اور خلافت ایجی ٹیشن کے زمانہ مین جبکہ ہندو مسلم اتحاد کا بڑے زور و شور سے جا بجا اعلان کیا جاتا تھا قریب قریب سب ہی جانتے تھے کہ یہ اتحاد محض ایک مصنوعی اتحاد ہے اور اسکی کوئی اصلیت نہین اور اسکی بقا کا کچھ اطمینان نہین چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا اور گذشتہ دو سال کے اندر مختلف مقامات مین جو سخت بلوے، لڑائیان لوٹ مار، آتش زدگیان وغیرہ ظہور مین آئین انھون نے ثابت کردیا کہ جو کدورت ہندو اور مسلمانون کے درمیان مین اسوقت پیدا ہو گئی ہے ویسی غالباً اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی اور نہ اسکے پہلے اتنے متعدد اور دور دراز مقامات پر ایک ہی وقت مین ایسے جھگڑے ہوئے تھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسکے اسباب کیا ہین اسکے متعلق اکثر رہنمایان قوم نے اپنے خیالات ظاہر کئے ہین چنانچہ ماہ نومبر ۱۹۲۳ء کے زمانہ" مین ایک قابل غور مضمون بعنوان "ہندو مسلمانوں کی کشمکش" خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب او - بی - ای - آئی ایس او کے قلم گوہر رقم سے نکلا ہے - آپ کی راے مین ہندو مسلمانون کی باہمی کشمکش کی ابتدا اُسوقت سے ہوئی جبکہ کانگریس قائم ہوئی اور زان بعد جب سر اکلینڈ کالون کے زمانہ لفٹنٹ گورنری (صوبہ متحدہ) مین سرکاری ملازمت کی بحث پیدا ہوئی اور اس امر کی جانچ و پڑتال کی گئی کہ نسبتًا کتنے ہندو اور کتنے مسلمان سرکاری عہدون پر مامور ہین - اسی طرح پر ایک طرف میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ اور کونسلون کی ممبری کی رقابت پر اور دوسری طرف سنٹرل محمڈن ایسوسیشن کلکتہ کے مشہور موریل کی بدولت اچھی خاصی کاغذی اور اخباری جنگ شروع ہوگئی" بعدہ جب بعض یورپین طاقتون اور ترکی کے درمیان لڑائی ہوئی اُسوقت ہندوستان کے مسلمانون مین ایک خاص مذہبی جوش پیدا ہوا اور ہندو مسلمانون کے تنازعات پر ایک نیا مذہبی رنگ چڑھنے لگا - قاضی صاحب کی راے ہے کہ سب سے آخر مین سوامی شردھانند جی کی تحریک شدھی و سنگھٹن نے ہندو مسلمانون کے نفاق کی آگ کو اور زیادہ بھڑکا دیا - اور یہی آگ اب سلگتے سلگتے ایسی تیز ہوگئی ہے کہ خرمن اتحاد کو خاکستر کر رہی ہے "- اس سے مولوی صاحبان کو سخت صدمہ پہنچا اور اسکا اثر ہندوستان کے کل مسلمانون پر پڑا " مین اس موقع پر اس بحث کو چھیڑنا نہین چاہتا کہ شدھی کے مسئلہ پر اصولًا کہانتک اعتراض ہو سکتا ہے اور شدھی کی کارروائی سے ایسے مذہبون کے پیرو جو خود تبلیغ کے قائل ہین اور اُسپر عمل کرتے ہین کہانتک انصافًا ناخوش ہو سکتے ہین - مین صرف اسقدر کہنا چاہتا ہون کہ قاضی صاحب کی راے سے مجھکو ایک حد تک اتفاق اور باقی اختلاف ہے مین یہ تسلیم کرتا ہون کہ سرکاری ملازمت و ممبری کونسل وغیرہ ایسی باتین ہین کہ جن سے دو قومون کے درمیان ایک قسم کی بے لطفی پیدا ہو سکتی ہے - مگر جس قسم کے عظیم بلوے اور سخت لوٹ و مار و آتشزدگی و عبادت گاہون کی غارتگری وقتًا فوقتًا ظہور مین آتی رہی ہے اور جو دو سال گذشتہ کے اندر پے در پے جا بجا دیکھنے مین آئی ایسے عبرت انگیز اور خوفناک رقوعون کی بنا دوسری ہے مین یہ کہتا ہون کہ ان سنگین حادثات کی بنیاد تعصب مذہبی غلط فہمیان

اور تکبر ہے اور ان کے سوا ہرگز اور کوئی بھی بنیاد نہین ہے جبتک تعصب یا غلط فہمی اور جوش بیجا اور تکبر کے جذبات ہمارے دلون مین جاگزین ہین۔ اُسوقت تک کبھی اصلی صفائی اصلی صلح اصلی اتحاد قایم نہین ہوسکتا۔ اگر برائے چندے مصالحت ہو بھی جائے تو وہ دیرپا نہ ہوگی۔ جسطرح باہمی نااتفاقی کی جڑ تعصب ہے۔ اُسی طرح اُسکا ایک سچا علاج ٹالریشن ہے۔ اس انگریزی لفظ کا مفہوم اُردو یا فارسی کے ایک لفظ سے پورے طور پر ادا نہین ہوسکتا۔ اور رواداری۔ تحمل۔ بردباری ان سب کے مفہوم کو یکجا کرنے سے شاید ٹالریشن TOLERATION کے پورے معنی سمجھ مین آئین گے۔ مین لفظ رواداری کو اس مضمون مین بجائے ٹالریشن کے استعمال کرون گا۔ رواداری کے اُصول کو سمجھنے والے کیا ہندو کیا مسلمان ابھی اس ملک مین کم ہین۔ یہ وہ جوہر ہے جسکے قدرشناسون کی ہمکو سخت ضرورت ہے یہ وہ نسخہ ہے جسکا سبق ہمکو مثل چند اور باتون کے مغربی قومون سے سیکھنا چاہیئے۔ اس دنیا مین رواداری کی ہر جگہ ضرورت ہے۔ دو بھائی جو ایک ہی گھر مین رہتے ہین ان مین رواداری کا مادّہ نہین ہو اور۔ بات بات پر لڑنے لگتے ہین۔ ہمسایہ قومون کا بھی جو ایک ہی شہر یا ایک ہی صوبہ یا ایک ہی ملک مین رہتی ہون یہی حال ہے۔ اگر آپ اتحادی کانفرنس دہلی کی کارروائی ملاحظہ کرین اور اسکے پاس شدہ رزولیوشنون پر غور کرین تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رواداری پر کسقدر زور دیا گیا ہے حتی کہ تمام رزولیوشنون کا لُب لباب یہی رواداری ہے۔ رزولیوشن نمبر ۱ مین اصول ذیل قائم کیا گیا ہے اور جملہ دیگر رزولیوشن اُسی کے تابع ہین

”اس کانفرنس کی نہایت زور کے ساتھ رائے ہے کہ چونکہ ضمیر اور مذہب کی انتہائی آزادی ایک لابدی امر ہے لہذا عبادت کا ہون کا خواہ وہ کسی مذہب وملت کی ہون توہین وتضحیک کرنا اور کسی شخص کو بھی کسی مذہب کے اختیار کرنے یا ترک کرنے پر ایذا پہونچانا یا سزا دینا سخت ناجائز ہے۔ یہ کانفرنس کسی شخص کو کسی مذہب کے جبریہ قبول کرنے پر مجبور کرتے یا اپنے مذہب کے طرز عمل کو اس طریقہ سے رائج کرنے کو کہ جس سے دوسرے اشخاص کے حقوق زائل ہوتے ہون سخت مذموم قرار دیتی ہے“

مذہبی رواداری کی اس سے بہتر تشریح ناممکن ہے۔ اس عام اصول کا ایک ایک

لہذا قابل غور اور قابل توجہ ہے۔ باقیماندہ رزولیوشنون مین جو باتین درج کی گئی ہین خصوصاً رزولیوشن نمبر ۴ مین وہ گویا اسی عام اصول کی تمثیلات اور تفصیلات ہین اُن مین سے مین صرف دو ایک باتون کا ذکر کرونگا۔ عام طور پر انھین باتون پر جھگڑا ہوا کرتا ہے۔ گاؤکشی محرم ورام لیلا اور مسجدون کے سامنے باجا بجانا۔ اب ملاحظہ کیجیے کہ کانفرنس اتحادی نے ان کی بابت کیا طے کیا ہے۔

رزولیوشن نمبر ۴ (ج)

(۱) ہندوؤن کو یہ توقع نہ کرنا چاہیے کہ مسلمانون کو گاؤکشی کا جو حق حاصل ہے وہ باہمی رضامندی کے علاوہ زور یا جبر یا مینوسپل و ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ مقامی جماعتون کے رزولیوشن یا قانونی کونسلون کے قانون یا کسی عدالتی حکم کے ذریعہ مسدود و منسوخ کیا جا سکتا ہے یا یہ کیا جائیگا۔ اس بارے مین ان کو مسلمانون کی نیک نہادی پر اعتماد کرنا ہوگا اور کوشش کرنا ہوگی کہ دونون قومون کے درمیان بہتر سے بہتر تعلقات قایم ہو جائین کہ مسلمانون کے دلون مین ہندو جذبات کا احترام از خود پیدا ہو جائے۔

(۲) مذکورۂ بالا اصول کسی موجودہ مقامی رواج کے یا دونون قومون کے درمیان کسی تصفیہ باہمی کے مخل نہ ہوگا اور نہ اسکے بدولت کسی ایسے مقام پر جہان پیشتر کبھی گاؤکشی نہین ہوئی ہے گاؤکشی جائز ہو جائے گی۔ اس بارے مین واقعات کے متعلق کوئی تنازعہ ہو۔ تو اسکا تصفیہ قومی پنچایت کے ذریعہ ہوگا۔ جو رزولیوشن نمبر ۲ کے ماتحت قایم کیجائے گی۔

(۳) کسی ایسے طریقہ پر گاؤکشی عمل مین نہ آئے گی جس سے ہندوؤن کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچے۔

(۴) اس کانفرنس کے مسلم ممبران جملہ اہل اسلام سے استدعا کرتے ہین کہ وہ حتی الامکان گاؤکشی مین کمی کرنے کی کوشش کرین۔

(د) مسلمانون کو یہ توقع نہ کرنا چاہیے کہ مسجدون کے قریب یا ان کے سامنے ہندوؤن کا باجہ باہمی رضامندی کے علاوہ۔ زور جبر یا مینوسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ و مقامی جماعت کے رزولیوشن یا قانونی کونسلون کے قانون یا کسی عدالتی حکم کے ذریعہ بند یا مسدود کیا

جا سکتا ہے یا کیا جاے گا۔ اس بارے مین ان کو ہندوٗون کی نیک نہادی پر اعتماد کرنا چاہئے
تاکہ وہ ان کے جذبات کا پاس و احترام کرین۔
(ii) فقرہ بالا سے یہ مراد نہین ہے کہ وہ کسی موجودہ مقامی رواج یا باہمی تصفیہ کے مخل
ہو اور نہ اس سے کسی ایسی مسجد کے سامنے جہان پیشتر باجا نہ بجایا جاتا ہو باجا بجانا جائز ہو گا۔
اگر اسکی بابت کوئی تنازعہ ہو تو اُسکا تصفیہ وہ نیشنل پنچایت کرے گی جو حسب رزولیوشن
نمبر ۳ قایم کی جاے گی۔
(iii) اس کانفرنس کے ہندو ممبران جملہ ہندوٗون سے استدعا کرتے ہین کہ مسجدون کے
مقابل ایسے ڈھنگ سے باجا بجانے سے اجتناب کرین جو جماعت کی نماز مین خلل انداز ہو۔
(ای) (۱) مسلمانون کو یہ توقع نہین کرنا چاہئے کہ باستثنا باہمی رضامندی کے وہ
بذریعہ جبر یا مقامی جماعت کے رزولیوشن کے یا بذریعہ سرکاری قانون یا حکم عدالت کے ہندوٗون
کی آرتی یا باجا جسمین سنکہ کا بجانا بھی شامل ہے دوران پوجا مین بند کر سکتے ہین اور
وہ کسی موقع پر باجا وغیرہ بند کر سکتے ہین جو ہندو اپنے گھرون مین خواہ مندرون مین خواہ
عام گذرگاہون مین کسی وقت بجائین حالانکہ وہ گھر مندر یا عام گذرگاہ کسی مسجد کے عین
قریب واقع ہو۔ بلکہ ان کو اس بارے مین ہندوٗون کی نیک نہادی پر اعتماد کرنا چاہئے
تاکہ وہ خود اسکا انتظام مناسب کرین۔
(ii) فقرہ بالا سے یہ مراد نہین ہے کہ وہ کسی موجودہ مقامی رواج یا باہمی تصفیہ
کے خلاف ہو اگر واقعات کی نسبت کوئی تنازعہ ہو تو اُسکا تصفیہ وہ نیشنل پنچایت کرے گی جو حسب
رزولیوشن نمبر ۳ قائم کی گئی ہے جو اصول ان رزولیوشنون مین قائم کئے گئے ہین کسی
تشریح و توضیح کے محتاج نہین ہین آپ خود دیکھ سکتے ہین کہ ان مین کسی فریق کی رو
رعایت نہین کی گئی بلکہ ہر دو فریق کے حقوق اور ان کے جذبات کا بھی نہین بلکہ موجودہ
مقامی رسم و رواج اور باہمی تصفیہ جات کا بھی پورا لحاظ کیا گیا ہے۔ یہ اصول کس خوبی
کے ساتھ منصفانہ و مدبرانہ سانچے مین ڈھالے گئے ہین ہندو مسلمانون مین اگر صلح
ہوگی اور اصلی اتحاد کی بنا قائم ہوگی تو انہین اصولون پر نہ کہ کسی دوسرے اصولون پر

بعض اصحاب یہ کہتے ہین کہ اتحادی کانفرنس سے کچھ فائدہ نہین ہوا- وہ بھی ایک تماشہ تھا جو چند روز مین ختم ہو گیا- یہ اعتراض بالکل لغو اور سراسر بیجا ہے- کیا کوئی سمجھدار آدمی یہ توقع کرتا تھا کہ صرف مہاتما گاندھی کے برت رکھنے سے یا محض ایک کانفرنس مین ہندو مسلمان لیڈرون کے یکجا ہونے اور باہمی بحث و مباحثہ کے بعد چند رزولیوشن پاس کر دینے سے ہندو اور مسلمانون کے لڑائی جھگڑے قطعاً بند ہو جائین گے اور دونون فریقون مین کوئی وجہ نفاق باقی نہ رہے گی-

ایسی باتین تو وہی شخص کہہ سکتے ہین جو کبھی دل سے نہین چاہتے کہ ہندو مسلمانون مین صلح ہو اور دونون فریق ملکر امن و آسایش کے ساتھ زندگی بسر کرین مہاتما گاندھی کے برت دھارن کرنے کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ اتحادی کانفرنس منعقد کی گئی اور اسمین ۰ ۰ نزدیک کے اصحاب مختلف اقوام و مختلف مذاہب کی ایک بڑی تعدادمین جمع ہو گئے اگر مہاتما گاندھی کی فاقہ کشی کا خیال نہوتا تو یہ کانفرنس ایسے قلیل عرصہ مین ہرگز منعقد نہو سکتی میرے خیال مین اس- کانفرنس کو غیر متوقع کامیابی حاصل ہوئی- اُسنے وہ اہم و نازک و ضروری کام کرکے دکھلا دیا جو اسکے امکان مین تھا اس موقعہ پر ہندو مسلمانون کے تنازعات اور ان کی اسباب پر ہر پہلو سے بحث کی گئی ہر فریق کے سربرآوردہ اصحاب کو اپنے خیالات کا آزادی کے ساتھ اظہار کرنے کا موقع ملا اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ وہ اصول جنکی بنیاد پر آیندہ اتحاد کی عمارت قائم ہو سکتی ہے تفصیل کے ساتھ منظور ہو گئے- اب وہ راستہ معلوم ہو گیا جس پر چلکر ہندوستان کی یہ دونون بڑی قومین بالحت کی منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہین- اس سے زیادہ دہلی کانفرنس کیا کر سکتی تھی اب یہ ہمارا کام ہے کہ کانفرنس کے رزولیوشنون کی اشاعت ملک کے ہر گوشہ اور ہر طبقہ مین کرین تاکہ تعلیمیافتہ افراد کے علاوہ یہ اصول عوام الناس کے بھی ذہن نشین ہو جائین راقم کو معلوم نہین کہ کہانتک اس جانب کوششین ہو رہی ہین ہا انکہ مہاتما گاندھی کا فاقہ اور اتحادی کانفرنس دہلی دونو اس تھوڑے سے زمانہ مین فراموش کر دیئے گئے-

راقم الحروف ہندو ہے اسلیے چند کلمہ اپنے ہندو بھائیون سے خاص طور پر کہنا چاہتا ہے- کیا آپ کو نہین معلوم کہ بھگوان سری کرشن نے شریمد بھگوت گیتا کے پورانی

سنتے ہین اور بہت سی نادر باتون کے علاوہ آپ کی ہدایت کے لیے مذہبی رواداری کا منتر بھی بتاد یا ہے۔ آپ کو کم ازکم اسکو نظرانداز نہ کرنا چاہیئے۔ چوتھی ادھیا کا گیارہوان اشلوک حسب ذیل ہے۔

ये यथा मां प्रपद्यन्ते तांस्तथैव भजाम्यहम्
मम वर्त्मा वर्तन्ते मनुष्याः पार्थ सर्वशः

اس اشلوک کا ترجمہ ڈاکٹر بیسنٹ نے حسب ذیل انگریزی مین کیا ہے۔

HOW EVER MEN APPROACH ME, EVEN SO DO I WELCOME THEM, FOR PATH MEN TAKE FROM EVERY SIDE IS MINE, O PARTHA,

ایک اہل اسلام بزرگ نے خوب کہا ہے۔

سونام سے پکاریئے معبود ایک ہے ۔۔ راہین ہزار منزل مقصود ایک ہے

جب ایسی صورت ہے تو مذہبی تعصب کی تو کوئی جگہ باقی نہین رہی۔ ڈاکٹر برون اپنی مشہور کتاب مین کہتے ہین کہ جب مین کسی غیر ملت کے آدمی کو عبادت کرتے دیکھتا ہون تو مین اسی عبارت کی نظر سے نہین دیکھتا مین اسکا مضحکہ نہین اڑاتا بلکہ مین اسکو عبادت کرتے دیکھکر اپنا فرض سمجھتا ہون کہ مین بھی اپنے طریق پر عبادت کرون۔ اے ہندو بھائیو! اگر تم مسلمان بھائیون کو مسجد مین نماز پڑھتے دیکھو تو کیا تمہاری انسانیت تمہاری تہذیب تمہاری شرافت (اور اخیر مین سب سے بڑی بات) تمہارا دھرم اسکا مقتضی نہین ہوتا کہ تم اسکی نماز مین خلل انداز نہو اور مسجد کے سامنے تھوڑی دیر کے لیے باجہ وغیرہ از خود بند کر دو۔ اسمین ہرگز تمہاری کمزوری ثابت نہین ہوتی ؟

راد ہارمن (متھرا)

سرمایہ کا چلن

سرمایہ جمع ہونے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ انسان کی آمدنی اُسکے اخراجات سے زیادہ ہوتا کہ بچت ہو - اور یہ بچت آیندہ کے لیے علیحدہ کی جا سکے - کفایت شعاری سرمایہ جمع ہونے کی دوسری شرط ہے - ساتھ ہی یہ بھی ہونا چاہیے کہ انسان مستقبل پر نظر ڈال سکے اور یہ سمجھ سکے کہ ممکن ہے ایسا زمانہ آئے جب آمدنی کی صورت مسدُود ہو جائے - انسان کو اگر یہ خیال رہے گا تو ضروری ہے کہ وہ موجودہ آمدنی سے اخراجات مین کفایت شعاری کے اُصول پر عمل کر کے کچھ پس انداز کر سکے - چوتھی شرط یہ ہے کہ حفظ امن ہو - جہان امن و امان نہین ہے وہان کوئی اپنی آمدنی پس انداز کر کے نہین رکھتا کیونکہ خیال یہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے اسکا فائدہ مین نہ اُٹھا سکون اور جب امن و امان نہین ہوتا تو موجود کا خیال آیندہ کے خیال کی پروا نہین کرتا اسی وجہ سے زمانہ سابق مین ہندوستان مین سرمایہ کی قابل افسوس کمی تھی - پانچوین شرط یہ ہے کہ پس انداز کئے ہوے روپیہ کو حفاظت سے رکھا جا سکے یا ایسے ہاتھون مین دیا جا سکے جنمین اُس کی حفاظت مین کوئی فرق نہ آئے اور ساتھ ہی ساتھ اُس سے فائدہ بھی حاصل ہو جیسے بنکون مین روپیہ جمع کرنے سے سُود ملتا ہے تو ایسی حالت مین روپیہ جمع کرنے کی ترغیب ہوتی ہے اور جتنا سُود زیادہ ہوتا ہے اوتنی ہی ترغیب زبردست ہوتی ہے

یہ تو اُصولی باتین ہوئین - اب ہندوستان کی طرف نظر ڈالیے یہان زیادہ تر اشخاص زندگی کی کشمکش مین مبتلا ہین ان کی آمدنی ضروریات زندگی کو بھی کافی نہین ہوتی اسلیے وہ کچھ پس انداز نہین کر سکتے متوسط طبقہ کے لوگ اکثر کفایت شعار ہوتے ہین - لیکن ان کے پاس جو کچھ بچت ہوتی ہے وہ زیورات کی نذر ہو جاتی ہے - یا شادی بیاہ اور اسی طرح کے دیگر کام کاج کے موقع پر نمایش پر صرف ہوتی ہے " پدرم سلطان بود " کا کلیہ پیش نظر رہتا ہے اور چاہے باپ کے جیسے وسائل نہون لیکن " شان " برقرار رکھنے کی غرض سے کچھ اُٹھا نہین رکھا جاتا - ہندوستان مین ابھی

کم عقل سلیم اور دولت مین بیر ہے۔ جو دولتمند نہین انکو دور اندیشی سے بہت کم نسبت ہے فضولخرچی دولتمندون کا جوہر تصور کیجاتی ہے۔ ایک رئیس چیز کا بھاؤ تاؤ کرنا کسرشان سمجھتا ہے نتیجہ اسکا یہ ہوتا ہے کہ دولتمند دولت کو رکھ نہین سکتا اور اسکی خاص وجہ یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ دولت کا صحیح استعمال نہین جانتا۔

آجکل دولت کا صحیح استعمال تجارت مین ہے تجارت کے لیے سرمایہ ویسا ہی ضروری ہے جیسا انسان کے لیے کھانا۔ جب تک انسان کا پیٹ نہ بھرلیگا وہ کام نہین کرسکے گا۔ اسی طرح آجکل جس تجارت مین سرمایہ کی کمی ہوگی وہ چلے گی نہین تجارت مین عالی حوصلگی وسیع نظری اور مستعدی کی سخت ضرورت ہے ہمارے تجارت کرنیوالے سواے معدودے چند کے ان خواص سے بے بہرہ ہین اُن کو خبر نہین کہ دنیا مین کیا ہورہا ہے روزمرہ دیگر ملکون مین ترقی کے کیا کیا نئے وسائل اختیار ہورہے ہین۔ اکثر شہرون مین روپیہ والے لین دین کی تجارت کرتے ہین یعنی روپیہ قرض دیتے ہین یہ ایک ایسا بدنصیب روزگار ہے جسمین غربا کے گلے خوب دبائے جاتے ہین اب بجھ کچھ خیال ہوچلا ہے کہ اس کمبخت روزگار سے بہتر ہے کہ کسی ایسے کام مین روپیہ لگایا جاے جس سے ملک کو بھی فائدہ ہو اور اپنا بھی نصیب چمکے۔

اسکے علاوہ ہندوستانیون کو ایک روزگار اور خوب سوجھا ہے یعنی ایجنسی کی تجارت کسی غیر ملکی کمپنی کے ایجنٹ ہوگئے اور اپنے ملک کی صنعتون کو نقصان پہونچاکر اپنا پیٹ پالنے لگے بہت سی ایسی چیزین ہین کہ جنکے وہ ایجنٹ ہین اگر چاہین تو اُنکے ملک ہی مین بنوانے کا انتظام کرسکتے ہین اگر ایجنسی کے بعد ایسا نہ کیا تو ایسی تجارت مین سراسر نقصان ہے کیونکہ انکی ایجنسی سے پیدا کی ہوئی دولت یا تو بیکار رہے گی یا ایسے کام مین لگے گی جو پسندیدہ نہ کہا جاسکے گا کیونکہ اس دولت کا استعمال بطور سرمایہ نہوگا۔ ایسے لوگ موجود ہین جو صنعتون کے چلانے کی قابلیت رکھتے ہین مگر ان کے پاس سرمایہ نہین ہے یہ لوگ بیکار پڑے ہین جنکے پاس روپیہ ہے ان مین عقل وتمیز و تجربہ کی کمی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تجارت اور صنعت کے تمام صیغے جنمین سرمایہ درکار ہوتا ہے یورپین لوگون کے دست مبارک مین آگئے ہین اور انپر انھون نے اپنا اجارہ قایم کرلیا ہے یورپین

لوگوں نے یہی اس ملک مین مشینون کا چلن پھیلایا اور انھین کی پیش روی سے بھاپ کی طاقت سے مشینین چلنے لگی ہین جدید صنعتی دور کو لانے کے لیے انھون نے ایک حد تک پیشروی کی ہے مگر اسکی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کسی ملک کو جانے کے لیے پہلے سڑک بنانے کی ضرورت ہو یورپ والون کی تقلید مین بعض حالی دماغ ہندوستانی سرمایہ دارون نے بھی کارخانے قایم کر رکھے ہین مثلاً -

۱- کاٹن مل جو صوبہ بمبئی مین ہین اور جن مین کم سے کم پچیس کروڑ کا سرمایہ لگا ہے یہ کل سرمایہ ہندوستانیون کا ہے اور ان ملون کا کل کام بھی ہندوستانی لوگون کے ہاتھ مین ہے۔ پارسیون نے اس صنعت کو از سرتاپا اپنی جرارت استقلال اور جانفشانی سے بنایا ہے۔

۲- ٹاٹا کا اسٹیل اور لوہے کا کارخانہ - اسکا بھی دو کروڑ کا سرمایہ ہندوستان نے مہیا کیا ہے جنگ کے بعد اسکے سرمایہ مین بہت بڑا اضافہ ہوا ہے اور ہندوستان کی صنعتی ترقی کی امیدین اگر کسی کی ذات سے وابستہ ہین تو اسی کارخانے کی صنعت اور صنعتون سے کیونکہ یہان مختلف صنعتین جنسے ملکی ترقی مین بہت بڑی مدد ملیگی وجود مین آرہی ہین۔ ان تمام صنعتون کا دارومدار ٹاٹا کے اسٹیل اور لوہے پر ہوگا

۳- ٹاٹا کے بجلی والے کارخانے۔ یہ بمبئی کی پہاڑیون مین ہین اور یہان پانی سے بجلی تیار کیجاتی ہے اور صنعتی اور دیگر کامون مین لائی جاتی ہے اسکے سرمایہ کا بھی بہت بڑا حصہ ہندوستان مین مجتمع ہوا ہے۔

(۴) دیسی ریاستون مین صنعتی کارخانے جن مین میسور کے صندل کے تیل کے اور دیگر کارخانے قابل ذکر ہین۔

لیکن ان کے علاوہ اور جتنا سرمایہ ریلون نہرون۔ کوئلہ اور لوہے اور مٹی کے تیل کی کانون اور برما کی دیگر کانون اور جوٹ کاٹن اور اون کے ملون مین۔ چاے۔ کافی اور ربر اور تیل کے کارخانون مین لگا ہے سب ولایت سے آیا ہے چاہے گورنمنٹ کے ذریعے یا پرایوٹ طور پر بعض لوگ اس غیر ملکی سرمایہ کی فائدہ مندی پر نثار ہوئے جاتے ہین اور کہتے ہین کہ اسنے ملک کو بیشمار فوائد پہنچائے جن ملک مین دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو وہ وسعت دی ہے کہ

ماشاءاللہ وہ لوگ اُن ملکون کی مثالین پیش کرتے ہین جنھون نے سرمایہ دیگر ممالک سے قرض لیکر اپنے ملک کو ترقی دی ہے ایسے ملک کے لیے بغیر سرمایہ قرض لیے ترقی ناممکن ہے جہان سرمایہ کی ایسی کمی ہو جیسی ہندوستان مین۔ اسیلیے وہ کروڑہا روپیہ جو غیر ملکی سرمایہ کی سود اور منافع کی مد مین چلا جاتا ہے کسی شمار و قطار مین نہین لاتے جسکی تعداد کم از کم تیس کروڑ روپیہ سالانہ ہے (جو ملک کے باہر چلا جاتا ہے "ہوم چارج" کی شکل مین جسمین ایک تہائی سُود شامل ہے) کیا اسے ملک کو کوئی نقصان نہین پہونچتا ایسے لوگ اقتصادی معاملات کے روپوتی اختیار کرتے ہین اور ان شرائط کو خیال مین نہین لاتے جن پر ہندوستان کو دیگر ممالک سے سرمایہ ملتا ہے۔

اس مین شک نہین کہ اگر ملک مین سرمایہ کی کمی ہے، ترقی کے واسطے جسکے لیے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے غیر ممالک سے سرمایہ قرض نہ لینا کوتاہ نظری ہوگی۔ مگر اسمین شک نہین کہ جن شرائط پر ہندوستان کو غیر ملکی سرمایہ ملتا ہے مناسب نہین ہے کیونکہ انکا منشا ملک کو فائدہ پہونچانا نہین ہوتا بلکہ سرمایہ دارن کو جاپان کی مثال دیجاتی ہے جسنے غیر ملک کے سرمایہ سے بہت بڑی ترقی کی ہے مگر اس مثال مین یہ فراموش کردیا جاتا ہے کہ جاپان نے قانوناً غیر ملکی اشخاص کو زمین کی ملکیت خرید کرنے یا کان کنی کے مراعات حاصل کرنے یا ریلون کی کمپنیون کا انتظام ہاتھ مین لینے سے روکدیا ہے۔ جاپان اس طرح سرمایہ کے منافع کو سود کے ساتھ ملک کے باہر جانے سے روکتا ہے مگر ہندوستان مین حالات اسکے برعکس ہین۔

ہندوستان مین سرکار کے ذریعہ غیر ملکی سرمایہ کا نہرون مین لگایا جانا قابل اعتراض نہین خیال کیا جاسکتا۔ یہ سرمایہ صرف سُود ملک کے باہر بھیجتا ہے اور کاروبار کا منافع ملک ہی مین رہتا ہے مگر ریلون کی بابت یہ نہین کہا جاسکتا۔ کیونکہ ریلین پولیٹکل خیالات پر وسعت پاتی ہین نہ کہ تجارتی نقطۂ خیال سے۔ مقصد انکا یہ ہوتا ہے کہ آمدورفت کے ذرائع وسیع ہون تاکہ فوج کی نقل و حرکت مین آسانی ہو پنجاب کی نارتھ ویسٹرن ریلوے اسی نقطۂ نظر سے بنی تھی گو کہ اس سے تجارتی فوائد بھی اب حاصل ہین۔ یعنی جب سے پنجاب مین نہرین بنی ہین یہ ریل منافع پر کام کررہی ہے اسکے پہلے اسمین باربر خسارہ ہوتا تھا۔ پرایوٹ انگریزی کمپنیون کو وہ مراعات دیے گئے ہین جو ایسا ہی شخص عطا کرسکتا ہے جسکا ہاتھ دوسرون کی پاکٹ مین ہو۔ کمپنیان

محض حصہ داروں کی ملکیت ہیں اور ان کے فوائد کی نگہداشت کرنا کمپنیوں کا فرض اولین
ہے حصہ دار انگریزی سرمایہ دار ہیں جنکی صنعتیں ہندوستان کے بازاروں کی ترویج میں ایسی حالت
میں یہ خیال کرنا کہ کمپنیاں ہندوستان کے فوائد کی نگہداشت کرتی ہیں کج فہمی نہیں تو اور کیا
ہے۔ انکو مسافروں کے آرام و آسایش سے کیا مطلب۔ جہاں تک اُن کے بھائی بندوں کا
تعلق ہے یعنی پہلے اور دوسرے درجے سے وہاں تک سب انتظام مناسب ہے مگر تیسرے درجہ
کے مسافر جنسے بیشتر آمدنی ہوتی ہے کچے مال کی طرح بھرے جاتے ہیں پھر ان کمپنیوں نے
محصول مال کی وہ پالیسی اختیار کی جس سے خام مال یہاں سے باہر جائے اور غیر ملکی مصنوعات
ملک میں آئیں ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی ریلوں میں غیر ملکی سرمایہ اوتنا نقصان
رسان نہیں ہے جتنا کہ کانوں میں۔ کیونکہ کانیں قدرت کا خزانہ ہیں جو ایک دفعہ ختم ہو جانے
پر پھر بھر نہیں سکتا۔ مگر یہ خزانہ غیر ملکی لوگ غیر ملکی سرمایہ کی بدولت خوب استعمال کر رہے ہیں۔
ہندوستانیوں کو کان کنی کی مزدوری اور کچھ قلیل ہی معاوضہ معدنیات کا اُن اشخاص
کو جنکی ملکیت میں کانیں ہیں ملتا ہے یہ اشخاص عقل سے خالی مراعات بھی کرتے ہیں تو اپنے ملکی
بھائیوں اور بچوں کے ساتھ نہیں بلکہ غیر ملکی سرمایہ داروں کے ساتھ جو قیمتی معدنیات کی قیمت
کا ایک کمتر جز بطور معاوضہ دیکر ان کو اپنے ملک میں بھیجتے ہیں جہاں کڑوروں کا سامان ان
سے یا انکی مدد سے تیار ہوتا ہے اسطرح ملک کو نہ صرف معدنیات کا نقصان ہوتا ہے بلکہ ان کے
مصنوع کرنے کے منافع کا بھی۔ انگلستان میں بھی کوئلے کی کانوں کے مراعات اس خیال
کو مد نظر رکھکر دیئے جاتے ہیں کہ ملک کا نقصان ہونے پائے اور کانوں کا پٹہ لینے والا اُن
کو محض اپنے فوائد کے نقطہ نظر سے کام میں نہ لاوے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کو ملک کا
دشمن کہا جاتا ہے جو اپنے حلوے مانڈے سے کام رکھکر اس سے سروکار نہیں رکھتا کہ ملک
پر اسکے فعل کا کیا اثر ہوگا جب یہ حال انگلستان ایسے ترقی یافتہ اور تربیت یافتہ ملک میں
ہے تو ہندوستان ایسے جاہل اور غریب ملک کے معاملہ میں کیا کہا جا سکتا ہے جہاں کہ
غیر ملکی لوگ خاموشی سے ملک لوٹ رہے ہیں۔ یہ مستقبل کی قربانی جو کوتاہ نظری پر منحصر ہے۔
آیندہ آنے والی نسلیں نام بد سے یاد کرینگی کیونکہ ان کی میراث جو قدرت نے دے رکھی ہے

کوڑیون کے مول لٹ رہی ہے زمینداروں اور ایسے اشخاص کی ذہانت کا کہانتک اعتراف کیا جائے جو ایسی بے بہا چیز اپنی ملکیت مین رکھتے ہوئے ان کی قدر نہین جانتے ان کے پٹہ غیر ملکی لوگون کو محض اپنے ذاتی فوائد کی چاشنی کی رغبت مین دیدیتے ہین اور جن سے سوائے اس کے اور کوئی رتی بھر فائدہ نہین ہوتا کہ مزدورون کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔

یہ فرض ملک اور سرکار کا ہونا چاہیے کہ قدرتی ذرائع اس طرح ضائع ہونے پاوین کیونکہ ان کی محافظت مین کل قوم کا زبردست فائدہ ہے اسلیے یہ مسئلہ قوم کے نمایندون کو کونسلو مین حل کرنا چاہیے۔ انکو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر ملکی گورنمنٹ ملکی مفاد کے اسکی نقطۂ نظر سے نگہداشت نہین کرسکتی۔ اسکا ایسا کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہوگا اور اسکا ایسا عمل عقل سلیم سے بعید ہوگا ان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ قومی ذرائع کی محافظت کرنا وہ اپنا فرض اولین سمجھین۔ ان کا پہلا کام ہونا چاہیے کہ کانکنی کے مراعات غیر ملکی کمپنیون سے نکالکر ملک کی کمپنیون کو دین تاکہ منافع اور سود دونون ملک ہی کے اندر رہے پھر ان کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ معدنیات خام اشکال مین ملک کے باہر نہ جانے پاوین اگر یہ باتین نہین ہوسکتین تو بہتر ہے کہ ہماری کانین بند ہی پڑی رہین۔ ان کا سربند رہنا بہتر ہی نہین بلکہ قومی مفاد کے لیے ضروری ہے جبتک کہ دیسی سرمایہ ان کے واسطے نہ مل سکے اور دیسی سرمایہ دار اور کارکن اس کام کو چلا نہ سکین۔

یہ ناممکن نہین ہے صرف کارکنون کی ضرورت ہے۔ سرمایہ کی کمی کی کبھی کوئی شکایت نہین پیدا ہوگی کیونکہ موجودہ حالات مین ٹاٹا کے کارخانہ کو سرمایہ کے اضافہ کرنے مین کوئی دقت کا سامنا نہین کرنا پڑا۔ خیال کیجیے کہ کمپنی سنہ ۱۹۰۷ء مین قائم ہوئی تھی اور سنہ ۱۹۱۴ء مین اتنی ترقی یافتہ ہوچکی تھی کہ جنگ مین ٹاٹا کمپنی نے دو کروڑ کے خسارہ پر مال گورنمنٹ کو دیا جو مال کہ اگر ہندوستانی نہ ملتا تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا۔ میسور کے دربار نے بھی اس معاملہ مین پیش روی کی ہے۔ کوئی وجہ نہین کہ ہم بھی معاملہ کے سخت ترین پہلو پر عبور نہ حاصل کرسکین۔

کارخانون کے حصص برابر بازارون مین فروخت ہوا کرتے ہین۔ ان مین جو غیر ملکی ہین ان کے حصہ خریدنے کی خاص طور پر کوشش ہونا چاہیے۔ جہان تک ممکن ہو غیر ملکی

سرمایہ کے حصے جو ملک کے کارخانوں اور ملوں میں یا ریلوں نہروں میں ہیں خرید کر لیے جائیں اور اس طرح ان پرایوٹ کارخانوں کے کاروبار انتظام میں دخل دینے کا اختیار حاصل کیا جاوے۔ اور رفتہ رفتہ سب اپنے ہاتھ میں لے لیا جاوے یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اگر ہمارے ملک کے سرمایہ دار اس طرف توجہ کریں۔

اقبال بہادر سکسینہ ایم۔ اے

مصوّر صرف اشیائے خارجی کا صحیح نقشہ اتار سکتا ہے انسان کا باطن جہاں مصوّر کی رسائی نہیں صرف شاعر ہی کا قلمرو ہے نفس انسان کی باریک، گہری اور نازک کیفیات صرف الفاظ ہی کے ذریعہ سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔
شاعری کائنات کی تمام اشیا خارجی و ذہنی کا نقشہ اتار سکتی ہے عالم محسوسات دولت کے انقلابات، سیرت انسانی تمام چیزیں جو فی الحقیقت موجود ہیں اور تمام وہ چیزیں جن کا تصور مختلف اشیا کے اجزا کو ایک دوسرے سے ملا کر کیا جا سکتا ہے سب شاعر کی سلطنت میں محصور ہیں'

(مقدمہ حالی) لارڈ میکالے

آئرلینڈ کا مشہور آفاق مصور فطرت شاعر ڈبلیو بی ایٹس لکھتا ہے "ادب میں زبان کو بحیثیت زبان نہیں ملحوظ رکھا جاتا بلکہ فن لطیف کی حیثیت سے، اور وہ فن لطیف جسکا ذریعہ اظہار زبان ہو ادب یا لٹریچر کہلاتا ہے۔"

قابل توجہ یہ بات نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں بلکہ یہ کہ ہم کیا کہنا چاہتے ہیں اور کیا کہتے ہیں۔ ٹینسن

الفاظ سے ایک سبق

جب رفتہ رفتہ انسانی کاروبار بڑھتے گئے اور انسان کو اشارات وکنایات کی مشکلا
کو حل کرنا پڑا تو اُسے یہ سُوجھی کہ کاروباری دنیا مین اسوقت تک طمانیت اور شانتی نصیب نہیں
ہوسکتی جبتک تمدنی دنیا مین کہنے سننے کی راہین بہ سہولت نہ پیدا ہوجائین قدرت نے جو
قوتین اس اشرف المخلوقات کو دے رکھی تھین وہ ضرورت پڑنے پر برسر کار آتی رہین،
کسی نے سیاہی بنائی اور کسی نے قلم کسی نے کاغذ بنایا اور کسی نے حروف کے جوڑ
جوڑ بنانے کا طریقہ نکالا؛ غرض رفتہ رفتہ اس قسم کے سامان مہیا ہوگئے اور اسطرح انسا
حیوانیت پر غالب آنے لگی؛

بھگت کبیر نے ایک ایسی دلچسپ بات لکھی ہے جو ان کی روشن ضمیری اور وسعت
خیال کی ایک زندہ مثال ہے۔ انکا ایک دوہا مشہور ہے جسکے معنی یہ ہین کہ۔
سیاہی ایک ہی ہے مگر حروف جو اس سے لکھے جاتے ہین مختلف ہوتے ہین
اور ہر ایک کی صورت جدا جدا ہوتی ہے۔ کوئی حرف بغیر حرکت کے ہوتا ہے۔ اور کوئی
حرکت والا لیکن سیاہی سب مین برابر ہے۔

سیاہی کیا ہے ایک سیال مواد یا ایک قوت حروف اور الفاظ کیا ہین مختلف
ہستیان اور مختلف ہیئت دا بدان یعنی کیا ہین روح اگرچہ سیاہی ایک ہی ہوتی
ہے لیکن سیاہی سے جو حروف جو لفظ اور جو جو فقرات زیب ترقیم پاتے ہین وہ مختلف
اشکال۔ مختلف ہیبات مختلف اصوات وحرکات اور مختلف معانی رکھتے ہین کوئی حرف
اور کوئی نقطہ بغیر حرکت کے ہوتا ہے اور کوئی حرکت والا کوئی مضموم کوئی مفتوح کوئی مجز
کوئی مشدد لیکن سیاہی سب مین ایک ہی ہوتی ہے گویا سیاہی نفس واحدہ ہے اور حر

اور الفاظ جداگانہ ہستیاں رکھتے ہین یہ ایسا ہی تماشا ہے کہ جیسے ذات محمدی ایک ہے اور انواع مخلوقات نفس واحدہ سے زیب خلقت پاکر بوقلمون اور گوناگون ہین آفتاب ایک ہے اور اسکی کرنین اور شعاعین جداگانہ ہیأت مین صورت پذیر اور منعکس ہوتی ہین۔ الف مین بھی وہی سیاہی ہے جو ب مین ہے ب مین بھی وہی ہے جو ک اور م مین ہے وہی قطرۂ سیاہی س اور ص مین بھی روشن ہوتا ہے۔

ہرچہ آید در نظر از خیر و شر
جملہ ذات حق بدان اے بے خبر

سیاہی تو ایک ہی ہوتی ہے مگر مقدار حروف اور پیمانہ الفاظ کے مطابق جگہ رہتی ہے الف کے لکھنے مین جسقدر سیاہی لگتی ہے اسقدر حرف ص کے لکھنے مین نہین لگتی۔ جیسا حروف اور الفاظ کی استعداد اور پیمانہ ہوگا اسی کے مطابق سیاہی کی کھپت بھی ہوگی۔

بھگت کبیر نے درحقیقت خوبصورتی کے ساتھ یہ کہا ہے کہ ذات ایک ہی ہے اور ظہور مختلف ہین اور ہر ظہور ظرف کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسا آئینہ ہوگا ویسا ہی اس مین عکس بھی اُتریگا۔

آثار و تعینات چون یافت کسے　　　کثرت ہمہ وحدت است بے شبہ شکے
چون نقطۂ صفر شد نہان از رقمت　　　بنگر کہ دہ وصد ہزار است یکے

حروف اور الفاظ کی شکلین اور ہیأت جداگانہ ہین۔ اصوات اور معانی بھی جداگانہ ہین بعض حروف گو رسم تحریر مین مثلاً ب + ت + ث۔ ط + ظ۔ وغیرہ وغیرہ قریباً ایک ہی معلوم ہوتے ہین۔ لیکن نقاط یا علامات امتیازیہ کی وجہ سے ان مین بھی فرق ہوتا ہے اور باوجود اسکے بھی اصوات اور معانی مین متفاوت ہوتے ہین۔ الفاظ ذیل کی گو شکل اور صورت تو ایک ہی پیمانہ رکھتی ہے مگر معانی مین بہت کچھ فرق ہے۔ مثلاً۔

(۱) لفظ	معنی	زبان
کر	کرو	اُردو

(۱)

لفظ	معنی	زبان
کر	شرط	پنجابی
کر	بہرہ	فارسی
در	دروازہ	فارسی
در	نرخ شرح	اُردو پنجابی
علم	جاننا	عربی
علم	کوئی علم	عربی
علم	بائی کلک	پنجابی
نو	نیا	فارسی
نو	اب	انگریزی
نو	عدد	اردو
گو	اگرچہ	فارسی
گو	جاؤ	انگریزی
گو	تعمیری ذریعہ	پنجابی اُردو
سین	نظارہ	انگریزی
سین	حرف	فارسی عربی
سو	ایسا	انگریزی
سو	پس	اُردو پنجابی

اس قسم کے الفاظ مختلف زبانوں کے اشکال مین تلفظ مین ایک ہی ہین مگر معانی جداگانہ رکھتے ہین۔ اس سے ثابت ہوا کہ معانی محض اعتباری ہوتے ہین ہر زبان والون نے بعض اعتبارات کے تحت مین ایسے الفاظ متحدہ کے جداگانہ معانی قرار دیکر انکا اپنی زبان مین استعمال کیا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے ہمارے نام اعتباری ہوتے ہین اگر۔ امیر۔ وزیر۔ زید و بکر کو مقررہ نامون کے بجائے کسی اجنبی کے سامنے کسی اور

نام سے مخاطب کیا جائے تو سننے اور دیکھنے ذرا بھی کیون تعجب اور حیرت نہین ہوسکتی
کیونکہ ان نام والون کی شخصیت کا انحصار ان اعتباری اسماء سے مختص نہین ہے۔
دیکھو کسی حرف اور کسی لفظ کی کچھ شکل اور کچھ معنی ہوتے ہین اور کسی کے کچھ کوئی کچھ حرکت
رکھتا ہے۔ اور کوئی کچھ کسی لفظ کی تحت مین کچھ معنی وضع کرتے ہین اور کسیلئے تحت مین کچھ۔ کوئی لفظ برا
مفہوم رکھتا ہے اور کوئی اچھا کوئی محبوب اور کوئی مکروہ کوئی محمود اور کوئی نا محمود معانی الفاظ
کی گویا سرشت مین جس طرح ہر سرشت انسانی مین تفاوت ہوتا ہے اسی طرح ہر لفظ کے
معانی مین بھی تفاوت ہوتا ہے جو لوگ قسمت اور نوشتہ سے انکار اور اسپر نکتہ چینی کرتے
ہین ان سے پوچھا جائے کہ ان الفاظ کی قسمت معانی اور قسمت حرکات و اشکال کیون
جدا جدا ہے۔ واضعین الفاظ اور تحریر کنندگان الفاظ کو ان الفاظ سے کیا کچھ عداوت اور کاوش
تھی کیون سب الفاظ کی شکلین اور معانی اچھے ہی نہین رکھے گئے۔ کیون بعض الفاظ کے
معانی اور اشکال مکروہ اور برے ہین حالانکہ سب الفاظ کی تدوین اور ترکیب ایک ہی
قسم کے ارادہ کے تحت مین ہوئی ہے اور واضعین الفاظ کی تدوین اور کوشش کا
رنگ بھی یکسان ہی ہے

حق جہان را از محبت آفرید
ہر دو عالم از محبت شد پدید

چونکہ دنیا کے کام مختلف تھے اسواسطے لوگون کی قسمتین بھی جداگانہ رکھی ہین اگر
ہر ایک کی ایک ہی قسمت ہوتی تو اس دنیا کا کام کیونکر چل سکتا جو لوگ نوشتۂ تقدیر کی غلاط سے
انکار کرتے ہین وہ ذرا سوچکر یہ تو کہین کہ کیا اس دنیا کے دھندے بکھیڑے ایک ہی قسم
کے ہوتے ہین اور کیا سب دھندے ہر ایک انسان بہ خوش اسلوبی نپٹا سکتا ہے۔
جسطرح ضروریات کی قسمین جداگانہ ہین اسی طرح لوگون کی بھی قسمتین جداگانہ ہین۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ہر ایک ہستی قدرت کے ساتھ ایک جداگانہ تعلق اور جداگانہ وابستگی رکھتی ہے۔
اور ہر ہستی کا حساب اس دفتر مین جداگانہ ہے۔

اے ترا با ہر دلے رازے دگر ہر گدارا بر درت نازے دگر

دور باب عشق تارے بیش نیست ہست ہر جا نغمۂ سازے دگر

تھوڑی دیر کے لیے مان لو کہ الفاظ جسم ہین اور معانی روح یا فطرت اور سرشت وہ جوہر الفاظ مین قسمت یا نوشتہ کیا کوئی لفظ کہہ سکتا ہے کہ کیون میرے معانی اور مفہوم ایسے رکھے ہین اور کیون ایسے نہین رکھے۔ کیون فلان لفظ کے معنی محبوب اور محمود ہین۔ اور کیون میرے مکروہ ہین کیا کسی لفظ کی ایسی شکایت قابل پذیرائی ہوگی اور کوئی واضع الفاظ اس شکایت پر نظر ثانی کرسکتا ہے نہین،

کیا یہ مرحلہ ہمین اس مرکز پر نہین لیجاتا کہ ہم بھی قدرت کے دربار ہین۔ اپنی اپنی قسمت (اچھی یا بُری) کی نسبت سوائے دعا، اور درخواست بہبودی کے کوئی شکایت نہین کرسکتے اور نہ ہمین زبان درازی کی جراءت ہونی چاہئے۔ ایک بدصورت کو یہ شکایت ہوسکتی ہے کہ میری ایسی بھونڈی شکل کیون بنائی گئی ہے اور فلان کی شکل و شباہت کیون موزون اور رسیلی ہے یہ شکایت اس نقطۂ خیال سے تو واجبی ہے کہ مری شکل اچھی نہین مگر اسکا اثر کیا کچھ ہوسکتا ہے۔

مٹی کمہار سے نہین کہہ سکتی کہ مجھے کیون ایسا بنایا گیا۔

کمہار کو کسی مٹی کے ساتھ کاوش نہین ہوتی وہ اپنے ارادہ کے مطابق برتن بناتا ہے اور ہر رنگ مین وہ ہر ظرف اور ہر صورت ظرف کے ساتھ وابستگی رکھتا ہے۔

اگر کبھی کوئی انسان اپنے مختلف کامون کا جائزہ لیکر یہ جو سوچے کہ ان مین ایسا تقدم اور تاخر کمی اور بیشی کیون ہے ایک مکان بنانے کے وقت کیون ایک کھانے اور ایک بیٹھنے کا کمرہ اور ایک ملنے یا ملاقات کا کمرہ بنایا جاتا ہے مگر کیون اسی احاطہ مین ایک گوشہ غسل خانہ اور پائخانے کے واسطے مخصوص کیا جاتا ہے کیون ایک گوشہ مین باورچی خانہ بنایا جاتا ہے۔ جہان رات دن آگ جلتی رہتی ہے۔

کیا مکان بنانے والا ان سوالات کا سوائے اسکے کوئی اور جواب بھی دیسکتا ہے کہ "یہی مواقع موزون تھے اور یہی میری خواہش تھی۔

نکتہ چینی تو ہر حالت مین ہوسکتی ہے لیکن اس جواب کا کوئی جواب نہین ہوسکتا

ہان اگر صاحب مکان چاہے تو نقشہ مکان کا بدل بھی سکتا ہے۔ جب خود انسان ہی اپنے مزعومات اور اپنے ارادون اور اپنی حرکات اور تجاویز کا کوئی جواب نہین رکھتا اور ہر جواب ہر نکتہ چینی کو فضول اور ناروا جانتا ہے، تو وہ قادر مطلق کیونکر ہمارے اعتراضات اور ہماری نکتہ چینیون کا ہدف اور مورد ہو سکتا ہے۔

جسطرح مٹی کمہار سے سوال نہین کر سکتی ایسے ہی ہم بھی قدرت سے جواب طلب نہین کر سکتے۔ رہی نکتہ چینی سو یہ ایک اضطراری حالت اور بے صبری کی کیفیت ہے۔ ہم بھی سچے اور قدرت بھی سچی۔ ہم بہ بعض حالات مجبور اور خدا ہمیشہ قادر!

سائنس اور فلسفہ کی تیز نگاہین بھی اس بارگاہ حقیقت تک نہین پہنچ سکتین۔ اور اکثر پردہ در سے ٹکرا کے رہجاتی ہین!

کسی نے سچ کہا ہے ع پرن چھوڑا ہے وہ اسنے کہ اُلٹا ئے نہ بنے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

سلطان احمد

رسید کتب

علم الارض حصہ اول۔ از لالہ لچھمن لال گپتا ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول شملہ قیمت ۱۲؍

مرقع بابریہ۔ مرتبہ مولوی مشتاق علی خانصاحب نعمانی رامپوری۔ پیلا تالاب پاست رامپور قیمت ۸؍۔

چشمہ امرت برہم گیان۔ مترجمہ کاشی رام نیر گورنمنٹ پنشنر لاہور۔ محلہ سرین۔ لاہور قیمت ۴؍

چراغ ہارمونیم یا گنج موسیقی۔ مولفہ پروفیسر چراغ الدین ہارمونیسٹ لاہور (مجلد) ۳؍

انڈیا (۱۹۲۳-۲۴ء) از مسٹر اشربروک ولیمس گورنمنٹ آف انڈیا پریس ۲؍

ڈاؤن ٹوڈسک۔ (انگریزی) از پروفیسر آر۔ ددیدی پروفیسر دیانند کالج کانپور۔

لائف اینڈ لاسٹنگ (انگریزی) از پرنسپل دیوان چند ایم اے۔ دیانند کالج لاہور ۸؍

لاہور میں الف لیلہ کی ایک رات

ظفر خوش وخرم کلب سے واپس آیا۔ آج اسنے ٹینس مین اقبال کو ہرا دیا تھا۔ اسلیے اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسکے قدم فرط مسرت سے زمین پر نہین پڑتے تھے۔ اقبال اسکا پرانا حریف تھا۔ دونون نے علیگڈھ مسلم یونیورسٹی سے دس سال گذرے۔ ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ ظفر اپنی انتہائی کوشش کے باوجود تعلیم مین اقبال کی برابری نہین کرسکا تھا۔ اقبال ہمیشہ درجۂ اعلےٰ مین نمایان کامیابی حاصل کرتا تھا ظفر بمشکل درجۂ ادنیٰ مین پاس ہوتا تھا، کرکٹ کھیلنے مین البتہ ظفر اسم بامسمٰی تھا۔ لیکن اقبال کو کرکٹ کا مطلقاً شوق نہ تھا۔ اقبال ٹینس کا گرویدہ تھا۔ اسلیے ظفر نے بھی ٹینس کھیلنا سیکھا اور اپنے بلند بالا قد پر بھروسہ رکھتے ہوئے اقبال کو ٹینس مین نیچا دکھانے کے منصوبے گانٹھنے لگا۔ دوران تعلیم مین یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوئی تھی۔ بارے آج ایک عرصہ دراز کے بعد دل کا یہ ارمان پورا ہوا۔ نوجوانی کا عالم تھا۔ دل مین زندگی کی لہرین پورے جوش سے تلاطم تھین حیات افزا عوامل سے استفادہ کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود تھی بڑھاپے مین انسان کو سنسنی خیز خوشیون سے بھی وہ دلی سرور اور کیفیت نصیب نہین ہوتی جو کہ جوانی مین معمولی کامیابیون سے حاصل ہو جاتی ہے حدت احساس کے باعث ایک ہمدم دیرینہ سے غیر متوقع ملاقات اور ٹینس مین جیت ظفر کے حساس دل کے لیے جنگ فرنگ کی فتح کی خوشی سے کمتر واقعات نہ تھے۔

کوٹھی مین قدم رکھتے ہی ظفر نے ملازم سے پوچھا "ڈاک ہے؟" نوکر نے دو ملفوف خط پیش کئے۔ ایک لفافہ قدرے بڑا تھا۔ ظفر نے اسکے کھولنے مین مبادرت کی اندر سے ایک خوشنما تصویر نکلی۔ یہ تصویر ظفر کی چاہتی بیوی کی تھی۔ جو ڈاکٹرون کے زیر ہدایت اپنی صحت کی خرابی سے مجبور ہو کر کوہ مری گئی ہوئی تھی۔ کئی دنون سے ظفر کو اس تصویر

کا انتظار تھا۔ اسکی بیوی نے مفصل خطوط لکھنے مین کوئی کوتاہی نہین کی تھی۔ لیکن ظفر کے
بیتاب دل کے لیے الفاظ کی معتوری کافی نہ تھی۔ نعیمہ نے اسے ہر طور سے تسلی دی تھی۔
کہ میری صحت بہ نسبت سابق بہت اچھی ہے، مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف اب نہین ہے۔
ڈاکٹرون نے مجھے کلیات کی سیر کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ آپ کسی قسم کی فکر نہ کرین، مین
اب تندرست ہون، انشاءاللہ ہفتہ عشرہ کے بعد واپس لاہور آجاؤن گی۔ لیکن ظفر کی ہجوزہ بیچینی کی
تسکین نہ ہوسکی۔ بیچابی کا زمانہ تھا۔ اکیسوین صدی کے لوگ انیسوین بلکہ بیسوین صدی کے لوگون
کو بھی جاہل اور وحشی اور توہم پرست قرار دیتے تھے۔ نعیمہ ایک مذہب پرست خاندان
مین پلی تھی۔ اسکے نزدیک عورتون کا کھلے منہ غیر محرمون کے سامنے ہونا معیوب تھا لیکن ظفر
ترقی یافتہ تھا۔ وہ دائرہ اسلام کے اندر رہ کر بھی چہرہ کو لوازم پردہ مین شامل نہین کرتا تھا۔
اسلیے اسنے نعیمہ کو مجبور کیا کہ اپنا فوٹو جلد سے جلد ارسال کرے۔ چنانچہ یہ فوٹو نعیمہ کے انکار
کے باوجود ظفر کے اصرار کی مجسم کامیابی تھی۔ فوٹو کو دیکھکر ظفر خوشی سے خوشتر ہوگیا۔ اسے یقین
ہوگیا کہ اسکی بیوی کا مری جانا رائیگان نہین گیا۔ صحت کی گلابی تحریر نے نعیمہ کی تصویر کو
ایک غنچۂ نودمیدہ کی طرح تروتازہ اور خوشنما بنا رکھا تھا ظفر نے مسرور ہوکر تصویر کو دل کے قریب
جگہ دی۔

فرطِ انبساط سے ظفر نے قالین کے اوپر ٹہلنا شروع کردیا۔ ناگاہ اسکی نگاہ دوسرے لفافہ
پر پڑی جسے وہ اپنے انہماک کے باعث بالکل بھول چکا تھا وہ چاہتا تھا کہ تھوڑی دیر اور
خیال یار مین محو رہے، اور دوسرے لفافہ کو ابھی نہ کھولے لیکن معًا ایک اور دل خوش
کن خیال اسکے دلمین گذرا۔ اسنے سوچا کہ یہ خط بھی غالبًا نعیمہ کا ہے جو تصویر بھیجنے کے
بعد دیگر خوشگوار حالات کا حامل ہے۔ لیکن جونہی اسکی نگاہ تحریر پر پڑی۔ اسکا دل اندر ہی اندر
بیٹھ گیا۔ یہ خط اسکی بیوی کی ایک تعلیم یافتہ سہیلی کا تھا۔ جو نعیمہ کی شادی کے قبل ظفر سے منسوب
تھی بعض خاندانی تنازعات کے باعث سکینہ کی شادی ظفر سے نہ ہوسکی۔ سکینہ کو ظفر سے
دلی محبت تھی۔ لیکن اسکے کینہ توز دل مین محبت انتقام کے جذبات سے مغلوب ہوگئی ظفر
حقیقت حال سے بےخبر تھا اور نعیمہ تو سکینہ کی چکنی چپڑی باتون پہ فدا تھی۔ سکینہ نے نہایت

تفصیل کے ساتھ نعیمہ کی بدکرداریون اور آوارہ گردیون کی ایک طولانی فہرست درج کی تھی اسنے ثابت کر دکھایا تھا کہ صحت کی خرابی محض ایک ڈھکوسلا ہے۔ مری کی سیر ظفر سے دُور رہکر تفریح طبع کا دزدانہ بہانہ ہے۔ گلیات مین جانے کے لیے کسی ڈاکٹر نے نہین بلکہ نعیمہ کے ایک دوست نے نعیمہ کو آمادہ کیا ہے، خط کا طرز تحریر متین اور سنجیدہ تھا۔ بات بات مین "میری پیاری بہن نعیمہ کو خدا گمراہی سے بچائے اور نگاہِ بد سے محفوظ رکھے" "اسے صحبت صالح نصیب کرائے" وغیرہ دعائیہ کلمات کی بھرمار تھی پڑھنے والے کے دلپر اس خط کے مطالعہ سے ہرگز یہ نقش پیدا نہ ہوتا تھا کہ سکینہ نے اسے دشمنی یا رقابت سے لکھا ہے۔ اسکی بہی خواہی لفظ لفظ سے عیان تھی۔ تاہم بحیثیت مجموعی اسکی مفصل تحریر سے صرف ایک نتیجہ واضح ہوتا ہے کہ ظفر نعیمہ کا فریب خوردہ ہے نعیمہ نیکو کار بیوی نہین ہے۔ بلکہ ظفر کو دھوکا دے رہی ہے۔

ظفر کی خوشی غم سے مبدل ہوگئی۔ اسکی بہشت مین سانپ گھس گیا۔

میرا عیش غم میرا شہد سم میری بود ہم نفس عدم

کا ورد اسکی زبان پر جاری ہوگیا اور وہ ایک مجروح خونخوار جانور کی طرح جو زندان خانہ مین بند ادہر اُدہر ٹکرین مارتا پھرتا ہے، کمرے کے اندر پھرنے لگا۔ روز روشن اسکی نظرون مین تاریک ہوگیا۔ اسکی تمام خوشیان خاک مین مل گئین۔ وہ اپنی بیوی کو حسن و وفا کا پیکر مجسم خیال کیے ہوئے تھا لیکن اسوقت نعیمہ اسے بدترین خلائق معلوم ہونے لگی۔ سکینہ کا خط کیا تھا نعیمہ کا کچا چٹھا تھا جسمین اسکی زندگی کی جملہ جزئیات نہایت مفصل طور پر درج تھین اُس ہوشمند طالب علم کی طرح جسکا امتحان سر پر کھڑا ہوتا ہے لیکن جو درسی کتب کے بار بار خشک مطالعہ سے تنگ آکر داستان امیر حمزہ یا فسانۂ عجائب کو اُٹھا لیتا ہے اور جون جون اسے پڑہتا جاتا ہے اپنے وقت کا خون کرتا ہے۔ تضیع اوقات پر متاسف ہوتا ہے۔ لیکن دلچسپی کی زنجیر سے جکڑے ہوئے اُس لاتناہی قصہ کو ہاتھ سے نہین چھوڑ سکتا ظفر کی حالت بعینہ اُس طالب علم کی سی تھی سکینہ کی زہر آلود مسموم تحریر پر دل سے نفرت کرتا تھا۔ بہت چاہتا تھا کہ اسکے پرزے پرزے اُڑا دے لیکن پڑھے بغیر بھی نہین رہ سکتا تھا۔

وہ سکینہ کی عیاری سے بالکل بے خبر تھا۔ رفتہ رفتہ پورا خط پڑھنے کے بعد یہ بات اس کے دل میں کالنقش فی الحجر ہوگئی کہ سکینہ نے حقیقت کے چہرہ کو محض خیرخواہی کے طور پر بے نقاب کیا ہے اور نعیمہ ہرگز اسکی محبت کی مستحق نہیں ہے اور وہ شمارا سے اپنی رفیقۂ حیات نہ رہنے دیگا

ظفر انہی تاریک خیالات میں مستغرق تھا کہ اس کا وفادار ملازم مرغوب، شدت انتظار سے لاچار کمرے میں داخل ہوا۔ ۹ بج چکے تھے۔ ظفر کا معمول تھا کہ کلب سے واپس آتے ہی کھانا طلب کرتا تھا۔ مرغوب نے سرشام ہی کھانا تیار کر رکھا تھا۔ انتظار کرتے کرتے دو ڈھائی گھنٹے گزر گئے تو وہ بلا اجازت کمرے میں آگیا۔ ظفر نے قہرآلود نگاہوں سے اسے گھورا۔

"کیا سرکار آج کھانا نہیں کھائیں گے؟"

مرغوب کی آواز نے ظفر کو خیالات کے جہنم سے نجات دلائی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنے ملازم کے سامنے اپنی کمزوری کا اظہار کرے، اسلیئے اسنے مردانہ وار جواب دیا۔ "کیوں نہیں ابھی کھائینگے۔ تم اتنی دیر کرکے کیوں آئے ہو کیا کھانا تیار نہیں تھا؟ ٹھیرو۔ آج ہم کلب سے آئے تھے تو بازار کے نکڑ پر بہت سے آدمی کیوں جمع تھے؟"

"حضور وہاں غریب مسکینوں کو خیرات بانٹی جاتی ہے۔"

"خوب نصف گھنٹے کے بعد وہاں سے ایک آدمی کو ہمارے پاس لاؤ۔ ہم اسکو اپنے ساتھ کھانا کھلائیں گے۔"

"حضور کس کو لاؤں؟"

"جسکو تمہارا جی چاہے۔ کسی غریب مسکین آدمی کو اپنے ساتھ بلا لانا۔"

"جناب عالی! شاید میں آپ کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتا ہوں، کیا سرکار یہ چاہتے ہیں کہ ایک بھیک منگے چیتھڑے پوش فقیر کو سرکار کے ساتھ لاکر بٹھادوں؟ میں حیران ہوں........"

"حیران مت ہو ہمارا مطلب یہی ہے۔ تمہیں اختیار ہے جس آدمی کو چاہو بلا لاؤ لیکن اگر تمہارا انتخاب ظاہری صفائی پر مبنی ہو تو بہتر ہوگا۔"

بیچارہ مرغوب حیرت زدہ ہوکر کمرہ سے نکلا اور نسبتاً ایک صاف ستھرے فقیر کو اپنے ساتھ

بلا یا۔

ظفر نے اُس روز تھیٹر مین جانے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔ لیکن موجودہ حالت مین اسنے
ے باہر نکلنا مناسب خیال نہ کیا۔ غم غلط کرنے کے لیے اسے یہ انوکھی تجویز سوجھی کہ ایک
سیدست بے نوا فقیر کو پیٹ بھر کے کھانا کھلائے۔ اسکی غمزدہ حالت سے عبرت حاصل کرے
ور اپنی یاس کو ہمدردی سے سیراب کرے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے لیے آئینہ ہوتا ہے
م اپنی مصیبت مین مبتلا ہو تو دوسرون کے رنج و محن کو یاد کر کے تسکین خاطر کا سامان مہیا
سکتے ہو۔ غم فراموشی کا بہترین ذریعہ ہمدردی ہے۔

کھانے کی میز پر مرغوب کے پیچھے پیچھے ایک ننگ دھڑنگ انسان نما ہستی کھڑی
ن شاید ان فاقہ مست فلک زدون کا یا وا آدم ہی دوسرا ہوتا ہے کہ پیٹ بھرے بے فکرے
ن کا خیال دل مین لائے بغیر پُر تکلف کھانے کھا جاتے ہین اور بھولے سے بھی ان بیچارون
ی بے نوائی پر ترس نہین کھاتے۔ منعم حقیقی کا شکرانہ بجا لانا چاہو تو اپنے مفلس بھائیون
ے عملی ہمدردی کرو۔ ظفر کے عالیشان کمرہ کے اندر وہ شکستہ حال فقیر بمشکل انسان متصور ہو سکتا
۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی دوسرے سیارہ کا باشندہ گردش فلک کا مارا اس بہشت ارضی
ن بھولے سے آگیا ہے۔

فقیر نے ظفر کو دیکھکر بے ساختہ کہا "تسلیمات بلکہ سلام علیکم اے بغداد کے خلیفہ
ن رشید لاہور مین رہ کر بغداد کے خواب تمہین مبارک ہون"

ظفر نے مسکرا کر کہا "ادہر تشریف لایئے، یہان بیٹھ جایئے اور اب بتایئے کہ آپکا
یا ہے"

"میرا نام نثار ہے، لیکن آپ کو بھی مناسب ہے کہ آپ اپنا نام مجھے بتا دین"
"میرا نام ظفر ہے اور مین چاہتا ہون کہ آج شب کا کھانا آپ میرے ساتھ
ن۔

مین آپ کا مشکور ہون۔ اب آپ فرمائین کہ آپ کھانے کی عوض مین مجھ سے
ہتے ہین؟

صاف ظاہر ہے کہ آپ مجھے یہ کھانا اپنی تفریح طبع کے لیے کھلا رہے ہیں، میں حیران
کہ میں کس طرح آپکی تفریح کا باعث ہو سکتا ہوں۔ اگر میں اپنی ناکام زندگی کی غمزدہ
ان بیان کروں تو بمصداق ؂

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

تفریح کے بجائے آپ کی طبیعت الٹی پریشان ہو گی۔ میں خود اپنی زندگی کی کہانی
دان گرویدہ نہیں ہوں اسلئے مجھے خود حیرت ہے کہ کس طرح آپ کی
ح کروں "

" لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ آپ مجھے کھانے کے عوض میں ضرور کوئی فرحت بخش بات
سنائیں "

"جی ہاں۔ بالکل ضروری ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے یا ماں باپ کے اور کون ہے جو دنیا
بلا معاوضہ کسی کا بھلا کرتا ہے، عام طور پر بہن بھائی دوست احباب سب اغراض کے
ے ہوتے ہیں الا ماشاءاللہ، جہاں علانیہ حساب نہیں رکھا جاتا، وہاں در دل کا
ہ ہوتا ہے "

" میں نے آپ کو اپنی تفریح کے لیے تکلیف نہیں دی۔ اللہ شاہد ہے کہ میں نے آپکو
دی کے خیال سے مدعو کیا ہے لیکن میں حیران ہوں کہ آپ ایسی شستہ تقریر اور ایسے
ر خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ کیا گداگری انسان کو یہ سب کچھ سکھاتی ہے؟ نیز میں نے
یہ دیکھا ہے کہ آپ میرے کمرے میں بے حجابانہ آ گئے تھے آپ کو میرے ساتھ بیٹھ کر چھری کانٹے
سے کھانا کھانے میں بھی کوئی تکلف نہیں ہوا، اگر بار خاطر نہ ہو تو بیان فرمائیے"

چونکہ آپ مجھ سے کسی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کرتے اسلیے میں آپ کو اپنی داستان
و کاست سچ سچ سناتا ہوں، اگر آپ مجھ سے میری زندگی کی کہانی اپنے کھانے کے عوض
طلب کرتے تو میں آپ کو بتاتا کہ ایک زمانہ میں، میں ایک امیر آدمی تھا اور شراب خواری
ے میری حالت تباہ ہو گئی، آپ بھی شاید اس بیان سے مسرور ہوتے اور عبرت حاصل
نے کہ شراب خواری بری چیز ہے، کیا آپ نے کبھی لعل الدین نثار کا نام سنا ہے؟

"جی ہان۔ خیال توپڑتا ہے۔ چند سال گزرے اس نام کا ایک مشہور مصور تھا عرصہ سے اسکے متعلق کوئی خبر نہین سنی۔ لیکن آپ یہ کیون دریافت کرتے ہین؟"

"اسلئے کہ لعل الدین نثار میرا ہی نام ہے۔ پانچ سال گزرے آپ نے میرا نام ضرور سنا ہوگا۔ اسوقت میری شہرت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، میری ایک ایک تصویر کی قیمت ہزارون روپئے ہوتی تھی۔ میری آخری تصویر پندرہ ہزار روپیے کو فروخت ہوئی تھی۔"

"ماشا اللہ۔ تو پھر آپ کی یہ خستہ حالت کیسے ہوئی؟"

گردش ایام کی نیرنگی ملاحظہ ہو کہ جس وقت میرا نام چاردانگ عالم مین مشہور تھا، ایک غیر معمولی بصیرت میرے مصورانہ برش مین پیدا ہوگئی۔ میری کھینچی ہوئی تصویرون مین حسن ظاہری کے علاوہ چہرہ بشرہ کے انداز سے دلی کیفیات اور اندرونی خیالات نمایان ہوجاتے تھے۔ پوشیدہ بھیدون اور مخفی منصوبون کے باندھنے سے جو غیر مرئی حالت انسانی چہرہ کی جو کہ صحیح طور پر "روح کا نمائندہ" کہا گیا ہے ہوجاتی ہے۔ میری کھینچی ہوئی تصویرین اس حالت کو عیان کردیتی تھین۔ آپ جانتے ہین کہ دنیا مین کثرت نیکوکارون کی نہین ہے۔ امراء رؤساء اور نام و نہاد صلحا بھی اکثر اوقات باطن کی صفائی سے معرا ہوتے ہین۔ دلون کے تکدر کو ہویدا کرنا میرے حق مین سم قاتل ثابت ہوا۔ بحیثیت مصور میری شہرت خراب ہوگئی بڑے بڑے لیڈرون نے۔ جو مقتدائے انام بنے ہوئے تھے، چین بجبین ہوکر میری تصویرون کو بدنام کرنا شروع کردیا ایک دفعہ مین نے ایک مشہور ساہوکار کی تصویر کھینچی۔ شام کو ایک دوست مجھسے ملنے آیا۔ اُس تصویر کو دیکھکر مُنا کہنے لگا "کیا یہ ساہوکار درحقیقت ایسا ہی بد باطن ہے جیساکہ اس تصویر سے ظاہر ہوتا ہے؟ مین تو آجتک اس مغالطہ مین مبتلا تھا کہ یہ لین دین کا بہت کھرا ہے لیکن اس تصویر سے تو یہ ایک خائن بدمعاش نظر آتا ہے۔" مین نے کہا "مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ مین نے اسکی یہ تصویر اسے اپنے سامنے بٹھاکر آج صبح بہت جانفشانی سے کھینچی تھی مین سمجھتا ہون کہ یہ ایک عمدہ تصویر ہے۔ لیکن ساہوکار اسے دیکھکر بہت برافروختہ ہوا تھا اور اسکے خریدنے سے منکر ہوگیا ہے۔ میرے دوست نے کہا "اچھا ہوا مین نے اس تصویر کو دیکھ لیا۔ مین کل صبح ہی اُس ساہوکار سے اپنی کل رقم جو اسکے پاس بطور امانت جمع ہے، واپس لے لونگا" دوسرے روز میرا دوست کف افسوس ملتا ہوا میرے پاس

ہ غرض اپنی بربادی کا قصہ سنانے لگا کہ وہ سا ہو کا مختلف آدمیوں کی ایک
کرکے روپوشس ہو گیا ہے۔ اس قسم کے متعدد واقعات اُس زمانہ مین میری
کے متعلق عام مشہور ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف میری کساد بازاری ہو گئی بلکہ بہت
اصحاب میرے دشمن ہو گئے۔ رفتہ رفتہ میری حالت خراب ہو گئی لیکن میرے
ص وصف، جسے اعجاز مصوری کہو تو بجا ہے' زائل نہ ہوا۔ مین نے لاکھ جتن کئے لیکن
کے بجائے یہ صفت نادر و بڑہتی ہی گئی اسنے یہانتک ترقی کی کہ جو تصویر مین فوٹو
نے دکھکر کھینچا بھا اُس مین بھی دلی کیفیت اور روح کی اصلیت ظاہر ہو جاتی تھی۔
نبار ون کے ایڈیٹرون کے پاس نوکری کی لیکن جونہی کہ میرے قلم سے کھینچی ہوئی
ی اخبار مین شایع ہوتی تھین اخبار کے خلاف ایک شورش بپا ہو جاتی تھی۔ میری
ن اسباب کے باعث بدسے بدتر ہو گئی اور اب تو یہ عالم ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا
آرام کی نیند سوئے ہوئے مجھے کامل تین برس گذر گئے ہین۔"

نے یہ حیرت انگیز داستان دم بخود ہو کر سنی رہ رہ کر اسکے دل مین ایک خیال موج زن
خر کار اسنے مصور سے پوچھا کیا آپ کی کھینچی ہوئی تصویرین کبھی نیکی اور دل کی صفائی
کرتی تھین یا ہمیشہ بد باطنی ہی کا مرقع ہوتی تھین۔؟"
ر نے جواب دیا "کیون نہین۔ میری تصویرین صحیح قلبی حالت کا پرتو ہوتی ہین خواہ
ہو یا نیک میرے قلم کے لیے یکسان ہوتی ہے۔"
سر نے کہا۔ بہت خوب۔ تو یہ لیجیے۔ اس فوٹو کی ایک بڑی تصویر کھینچ دیجیے۔
اکا تہ دل سے ممنون و مشکور ہونگا۔"

نار ایک میز پر علیحدہ جا بیٹھا دو گھنٹہ کے بعد اسنے کہا "ظفر صاحب کئی سال کے
ج پھر حقیقی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ تصویر حاضر ہے۔"
آپ نے اسقدر زیادہ وقت اس تصویر کے کھینچنے مین کیون صرف کیا ہے؟ کیا اسس کا
نق کی کمی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے اس تصویر کے کھینچنے مین ایک گونہ لطف حاصل ہو تا رہا ہے اسلیے مین ایسا محو ہو گیا تھا کہ آپ کے آرام کا خیال تک نہ رہا۔ معاف فرمائیے۔ رات کے بارہ بجنے مین اب آپ سونا چاہتے ہونگے۔ مین بھی تخفیف تصدیعہ کہنا چاہتا ہون اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپ نے مجھے نہ صرف لذیذ کھانے کھلانے بلکہ ایک نیک بی بی کی تصویر کشی سے بہرہ اندوز کیا۔ جزاک اللہ خیر الجزا۔"

ظفر نے نثار کو رخصت کرتے ہوئے اسے بیس روپیے خرچ کے لیے دیئے جونہی کہ نثار کے قدمون کی آہٹ سنائی دینی بند ہوئی ظفر نے زور سے گھنٹی بجائی اور مرغوب کو حکم دیا کہ اسی وقت لاہور کے سب سے مشہور فوٹوگرافر انور پاشا اینڈ سنز کے ہان جاؤ اور انور کو اپنی موٹر کار مین بٹھا کر اپنے ساتھ لے آؤ۔

رات کے تقریباً ایک بجے مشہور فوٹوگرافر انور آنکھین ملتا ہوا غصہ سے لال پیلا ظفر کی کوٹھی پر پہنچا۔ ظفر نے بے وقت تکلیف دہی کے لیے معافی مانگی اور کہا "ایک ضروری بہت ہی ضروری امر کے متعلق آپ کی رائے اور مدد کی ضرورت تھی۔ اس تصویر اور فوٹوگراف کا مقابلہ کر کے بتائیے کہ یہ تصویر کیسی ہے؟"

انور نے کہا "یہ تصویر بالکل اس فوٹوگراف سے مشابہ ہے۔ دونون مین سرمو کوئی فرق نہین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر کسی بہت بڑے مصور نے کھینچی ہے۔ ہان ایک بات اب میری سمجھ مین آئی ہے تصویر کا چہرہ گو کہ خط و خال مین فوٹو کے چہرہ کے مطابق ہے، لیکن اپنے مخصوص انداز کے اعتبار سے قدرے مختلف ہے۔ میرے لیے الفاظ مین اس مخصوص انداز کا بیان کرنا مشکل ہے مگر مین بلا خوف تردید کہہ سکتا ہون کہ یہ چہرہ کسی حور یا فرشتہ کا ہے۔ کیا مین پوچھ سکتا ہون کہ یہ کسکی تصویر ہے؟"

ظفر نے خوش ہو کر کہا "میری بیوی صاحبہ کی، جو کہ آج کل علاج کی غرض سے کوہ مری پر مقیم ہین۔ یہ لیجیے ایک ہزار روپیہ کا چک اس تکلیف فرمائی کے لیے آپ کی نذر ہے۔ مجھے صبح سویرے اس تصویر کا ایک قد آدم فوٹو درکار ہے۔"

ظفر دل ہی دل میں بہت نادم ہوا کہ اُس نے اپنی حور خصال عفت مآب بیوی کی نسبت ایک لمحہ کے لیے بھی کیوں سوء ظن کیا۔ سکینہ کی عیاری اب روز روشن کی طرح اس پر واضح ہو گئی۔ اور بعض ایسے بھولے ہوئے واقعات اسے یاد آ گئے جس سے سکینہ کی رقابت اور دشمنی میں شک و شبہ کی گنجایش باقی نہ رہی۔

فیروزالدین مراد

ماں کا دل

چاندنی رات تھی۔ عاشق و معشوق ساحل سمندر کے قریب راز و نیاز کی گفتگو میں مشغول تھے عورت حسن و جوانی کے نشہ میں چور تھی اور مرد عشق کے جذبات سے سرشار تھا۔ مرد بولا۔ جانمن کیا ابھی تک تیرے دل میں میری محبت اور خلوص عشق کا شبہ باقی ہے؟ میں نے تو ہر چیز تیرے لیے نثار کر دی ہے۔ حتی کہ اپنی محبوب ترین شے یعنی دلکو بھی عشق کی راہ میں قربان کر دیا ہے عورت نے جواب دیا۔ دل کا دینا تو میدان عشق کی پہلی منزل ہے تیرے پاس ابھی تک ایک گوہر نایاب موجود ہے۔ جو میرے نزدیک تیرے دل سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ اگر تو نے وہ گوہر مجھے دیدیا تو سمجھونگی کہ تیرا عشق سچا ہے میں تجھ سے اُسی چیز کو طلب کرتی ہوں اور وہ چیز تیری ماں کا دل ہے۔ اگر تو اپنی ماں کا دل چیر کر میرے پاس لے آئے تو مجھے تیری محبت کا یقین آجائیگا اور میں پھر تیری ہو جاونگی۔

ان الفاظ سے دل باختہ عاشق کی روح کو سخت صدمہ پہنچا اور اسکے دل میں ایک تلاطم پیدا ہو گیا۔ لیکن عشق کی کشش ماں کی محبت کے جذبہ پر غالب آئی۔ اپنی جگہ سے اُٹھا اور حالت جوش میں اپنی ماں کا دل چیر کر معشوقہ کے پاس چلا۔ وہ عجلت سے واپس ہو رہا تھا کہ ناگاہ اسے راستہ میں ٹھوکر لگی اور ماں کا دل ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر لوٹنے لگا۔ اس حالت میں بھی اس سے یہ صدا اُٹھی۔ میرے لخت جگر! کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟

(ترجمہ از فارسی) ضیاءالدین احمد برنی

رنگ مین بھنگ

ذیل کا قصہ مشہور ظرافت نگار مصنف چارلس لیور کی ایک کتاب سے ماخوذ ہے قصہ کا ہیرو ایک زندہ دل شخص مسمی "ہیری لوریکر" ہے۔ جو اس اصول کا بڑا پابند ہے کہ زندگی ہنس کھیل کر بسر کرنا چاہیئے۔

اب ہماری ہر دلعزیزی اور شہرت ترقی کر رہی تھی اور ہمارے جلسہ ہائے رقص و سرود نہایت دلکش اور فرحت بخش کہے جاتے تھے اور یہ مشہور تھا کہ "شہر کارک" کو اب تک جتنی نوجوان نے اپنے فنون خصوصی اور جوہر امتیازی سے زینت بخشی ہے ان سے کہین ممتاز ہمارے ڈرامے اور تماشے مین لیکن افسوس ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے ہماری تمام سرگرمیون پر افسردگی چھا گئی اور جس نے ہماری اُن تفریحات کے ہر منصوبے کو آخر خاک مین ملا دیا جو ہماری جزو زندگی ہو چلی تھین۔ بات یہ ہوئی کہ ہمارے لفٹنٹ کرنل صاحب ہمسے جدا ہو گئے اُنھون نے بیس برس تک بڑی سرگرمی کے ساتھ اپنی رجمنٹ مین کام کیا تھا۔ اور اب ان کی عمر اور نا طاقتی (جو پے در پے مجروح ہونے سے اور بھی بڑھ گئی تھی ۔) صرف حصول آرام و آسایش کی ہی مقتضی تھی۔ آخر وہ ہمسے جدا ہو گئے اور ہر شخص کی محبت اور یاد اپنے ساتھ لے گیے پرانے افسران اُن سے یون مانوس تھے۔ کہ موصوف ان کے ایک پرانے رفیق اور مستقل دوست تھے نوجوان افسران پر موصوف باپ کی طرح شفیق اور مہربان تھے اور انکو اپنے مفید نصائح اور بیش بہا فرمائشات سے مستفیض فرمایا کرتے تھے۔ عام سپاہیون سے موصوف کے برتاؤ کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ ان کے زمانے مین "جسمانی سزا" کا کہین ذکر تک نہ تھا۔ غرضکہ بچھڑنے والے مین یہ خوبیان تھین۔ یہ ظاہر ہے کہ انکا جانشین (خواہ وہ کوئی ہو) کسی غیر معمولی دشواری سے حل کرنے پر متعین نہین ہوا تھا اب اگر مین یہ ظاہر کرون کہ ہمارے نئے لفٹنٹ کرنل صاحب

بہ صفت پرانے کرنل صاحب کی ضد تھے تو آپ کو یقین لانا پڑے گا کہ ان کی تشریف آوری پر کیا کچھ کم سرگرمی کا اظہار نہ ہوا ہوگا -

لفٹننٹ کرنل کارڈن - (مین اون کو اسی نام سے یاد کرون گا اگرچہ یہ اُن کا اصلی نام نہین ہے) کو تشریف لائے ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ ان کی سخت گیری نمایان ہونے لگی غیر منقطع قواعد اور پریڈ مسلسل - خبر رسانی محنت اور مشقت کی زیادتی اور خدا جانے کتنے اور فرائض ہمارے صبحگاہی فرائض کی فہرست مین زائد کر دیئے گئے اور حالانکہ ہم لوگ البوہرا سے واٹرلو تک بڑے بڑے نام آور سخت جنرلون کی ماتحتی مین نبرد آزمائی کر چکے تھے لیکن ان کرنل صاحب نے (جنھون نے جنگ زرگری اور چاندماری کے سوا اور کبھی گولہ باری ہوتی ہوئی نہ دیکھی تھی) پہلے ہی مہینہ کے اختتام پر فیصلہ سنا دیا کہ ہماری رجمنٹ "ایک غیر ضابطہ دان اور بے قاعدہ رجمنٹ" ہے -

سرما کے آخری ایام تھے اور موسم بہار کے آثرات نمودار ہو چلے تھے کہ ہماری آخری "تماشہ" کا اعلان ہوا - ڈرامہ کو زیادہ شاندار اور بارونق بنانے کا اہتمام کیا گیا اور تماشے کے شرکا مین سے ہر شخص اپنا اپنا حصہ غیر معمولی طور پر ادا کرنے کی کوشش مین سرگرم تھا - کرنل صاحب نے کھلے کھلے الفاظ مین ان تماشون کے متعلق "خلاف تہذیب" ہونے کا فتوے دے دیا تھا مگر ہمین کچھ پروا نہ تھی کیونکہ ہماری یہ کارروائیان کرنل صاحب کی حدود اختیار سے باہر تھین ہمنے ان کی ناراضگی پر کوئی توجہ نہین کی البتہ ان کو ٹکٹ ضرور بھیجے جو اُنھون نے دیکھتے ہی واپس کر دیئے - خاص محرم ہونے کی حیثیت سے مین ہی کرنل صاحب کی آنکھون مین زیادہ کھٹکتا تھا اور انھون نے کئی مرتبہ موقع انتقام ڈھونڈنے کی خواہش کا اظہار بھی کر دیا تھا مگر مین ان کے ان "مربیانہ ارادون" سے واقف تھا اور بچا ہوا رہتا تھا -

تماشے کے دن صبح کے وقت قیام گاہ سے نکلتے ہی مجھے اپنے ایک ہمرتبہ دوست سے معلوم ہوا کہ کرنل صاحب آج بڑے زور شور سے "گرج" رہے ہین - اور وجہ ناراضگی یہ معلوم ہوئی کہ کسی نے اُن کے دروازہ پر تماشے کا اشتہار چسپان کر دیا ہے - اور چونکہ اپنی عادت قدیمہ کے مطابق اُنھین اس قسم کی نمایشون سے دلی نفرت ہے لہٰذا

ان کا خیال ہے کہ اس اشتہار کے لگانے سے صرف انکی توہین ہی مقصود ہے۔ اپنے دوست سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرنل صاحب اس حرکت کو مجھسے منسوب کرتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ مجھے اب تک یہ معلوم نہین کہ اسس حرکت کا کون مرتکب ہوا تھا مجھے نہ تو اتنی فرصت تھی اور نہ اتنا خیال تھا کہ مین کرنل صاحب کے "غیظ وغضب" پر غور و خوض کرتا کیونکہ میرے تمام خیالات کا مرکز صرف تھیٹر اور ڈراما تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دن کسی معمولی جدوجہد کا دن نہ تھا کیونکہ آج ہماری تمام تفریحات کا خاتمہ ایک عظیم الشان ضیافت پر ہونے والا تھا جسمین شہر "کارک" کے اکابر و عمائد مدعو کیے گیے تھے۔ اسدن مجھے شہر مین بہت گھومنا پڑا اور جہان کہین مین جاتا ہر جگہ تماشے کا لمبا چوڑا اشتہار مجھے گھورتا ہوا نظر آتا تھا شہر کارک کے ہر دروازہ پر بھاٹک اور ہر کھڑکی پر لکھا ہوا تھا کہ

اُوتھیلو کا پارٹ مسٹر ٹوریکر کرینگے

شام ہوتے ہی میری مصروفیات دوچند ہوگیئن کیونکہ تمام شہر کا تماشا کی زیبائش و آراستگی میرے سر ہی تو تھی اور ان کی خاموشی مجھے الگ کھٹکتی پڑتی تھی۔ کیونکہ ان مین چند ایسے بھی منحوس تھے جنکی بُری بُری صورتون کو مین ہزار طرح بتاتا۔ مگر وہ کریہہ المنظر ہی نظر آتے تھے بالآخر پونے سات بجے "ڈیسڈمنا" کو بنانے سنوارنے اور اسطرح ایک "مشاطہ" کے فرائض ادا کرنے کو مجھے بلایا گیا۔ ناظرین متعجب نہون۔ میری حسین ڈیسڈمنا (جو ایک شاہنشاہ کے پہلو مین بیٹھکر ہمسری حکمرانی کرسکتی تھی) در اصل عورت نہ تھی۔ بلکہ ہماری رجمنٹ کا "سینیر لفٹننٹ" تھا جو فی الحقیقت "زندہ دلی" کی "دیوی" کا ایک "بایمان" پجاری تھا مگر مین ان جزوی امور کو نظر انداز کرتا ہون اور اپنی کامیابیون کے بالتفصیل اظہار مین فضول دیر کرنا نہین چاہتا۔ مختصراً اتنا کافی ہے

---

[1] اوتھیلو شیکسپیر کے ڈرامے میں ایک حبشی زاد شخص ہے۔ اس کی شادی شہر وینس کے ایک امیر کبیر کی لڑکی ڈیسڈمونا سے ہوئی تھی۔ اوتھیلو نے ایاگو کی ترغیب و تحریک سے بدچلنی کے الزام مین ڈیسڈمنا کو مار ڈالا اور پھر خودکشی کر لی تھی۔

[2] ہیری لوری کہ اس سرگذشت کا ہیرو ہے۔ اور یہی آپ بیتی سنا رہا ہے۔

[3] اوتھیلو کی بیوی۔

کہ بالعموم سب نے متفق الرائے ہو کر میرے "پارٹ" کو بہت پسند کیا اور سب پر ترجیح دی۔ ویسدمونا کے نمایندے مین اگر کوئی باریک بین اور باکمال مدقق کوئی برائی نکال سکتا تھا تو بس یہی تھی کہ وہ عورتون کی عادت کے خلاف "ناس" یعنی یانسوار سونگھنے کا زیادہ شایق تھا لیکن ہمارے تماشہ مین جتنے نقائص تھے وہ "شامپین" کے ایک ہی دور مین دل و دماغ سے جاتے رہے۔ مین میزبانی کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اور کھانے کھلانے۔ پینے پلانے گیت گانے تقریر کرنے اور سپاس گزار ہونے مین مصروف تھا حتی کہ بقول اوتھیلو جسکا مین نے پارٹ کیا تھا میری آنکھون کو معلوم ہو گیا کہ

قیامت آرہی ہے پھر نئے سر سے زمانے مین

مجھے یقین ہے کہ اُس رات کو بارگ تک پہونچنے کے لیے اپنی ڈیسڈمنا کا ممنون احسان اور رہین منت ہوں۔ وہی بیچاری بہت دور تک مجھے اپنی پشت پر لاد کر لیگئی تھی۔

جس شخص نے رات بھر میگساری کی ہو صبح کو بیدار ہو جانے پر اُسکے خیالات کچھ خوشگوار نہیں ہوا کرتے۔ اور بالخصوص اس علم سے اُسے اور بھی خوشی نہین ہو سکتی کہ اُسکو قواعد اور پریڈ بھی کرنا ہے۔ کیونکہ اس کام کے لیے مخمور نبض اور مضطرب کنپٹیان بہت ہی ناموزون ہین رات کے تماشے کے بعد مین سو رہا ہی تھا کہ یکایک فوجی باجے کی "دھم۔دھم" سے میری نیند اُچٹ گئی۔ یہ باجہ میرے کمرے کی کھڑکی کے نیچے بج رہا تھا مین تڑپ کر اُٹھا اور باہر جھانک کر دیکھا تو میرے ہاتھون کے طوطے اوڑ گئے تمام فوج مسلح کھڑی تھی

آج ہمارے پریشان کن کرنل صاحب کی صبحگاہی پریڈ کا دن تھا وہ اور اڈجوٹنٹ وہان کھڑے ہوئے تھے اور اڈجوٹنٹ بیچارہ رات بھر کا جاگا ہوا اُن کی برابر کھڑا کانپ رہا تھا۔ دو یا تین افسر بھی بالائی منزل سے اُتر چکے تھے اور جو پیچھے رہ گئے تھے اُن کو فوجی باجہ بارک کے میدان مین زور زور سے بُلا رہا تھا۔ یہ دیکھکر کہ اب وقت بالکل نہین ہے۔ مین نے جلد جلد کپڑے پہننا شروع کئے۔ لیکن اُف ری میری سراسیمگی۔ جہانتک نظر پڑتی تھی بجز تھیٹر کے ملبوسات اور سامان آرایش کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا اگر یہان ایک نفیس عمامہ

لہ فوج کا ایک عہدہ دار ہے

پڑا ہوا تھا تو وہاں کا مدار جوتوں کا جوڑا رکھا ہوا تھا۔ اِس میز پر زر کار جاکٹ بھی تو اُس میز پر ایک مرصع نگار تیغہ جگمگا رہا تھا۔ غرضکہ ہر جانب تھیٹر کا سامان نظر آتا تھا۔ آخر مجھے اپنا فوجی لباس ملگیا میں نے اسکو تھیٹر کے ملبوس کے ذوق وشوق میں بُری طرح لپیٹ کر ایک گوشہ میں پھینک دیا تھا۔

جیسے کوئی بجلی چمکتی ہو، بعینہ اسی طرح میں نے بھی جلد جلد "وردی" پہننا شروع کی گرمیری پریشانی اُسوقت قابل دیدتھی جبکہ مجھے سنگار دان آئینہ اور پانی کا آفتابہ کمرے میں موجود نہ ملا رات کو یہ چیزیں تھیٹر کے پوشاکی کمرے میں منتقل کر دیگئی تھیں اور میرا نوکر (جو اپنے آقا کی تقلید میں شراب سے نسبتاً زیادہ مدہوش تھا) ان چیزوں کو لانا بھول گیا تھا۔ اب ذرا سی تاخیر کا بھی موقع نہ تھا باجہ بند ہوگیا تھا فوج کھڑی ہو رہی تھی۔ بالآخر ٹھنڈے پانی کی لذت سے محروم رہ کر میں نے بہ تعجیل کوٹ پہن لیا۔ اور فوجی ٹوپ لگاکر پیٹی کو کستا ہوا ایک بھیلے ابیلے جوان کی طرح زینہ سے جلد جلد نیچے اُترا اور پریڈ کے میدان کو چلدیا زینہ سے اُترتے ہوئے میں نے دیکھا کہ تمام سپاہی صف بصف استادہ ہوگئے تھے اور ایڈجوٹنٹ اُنکے لوازمات کا معائنہ کرتا ہوا اس سرے سے دوسرے سرے کو جارہا تھا۔ کرنل اور دیگر افسران علیحدہ کھڑے ہوئے تھے لیکن بات چیت بند تھی کمانڈنگ افسر صاحب کا غصہ ابھی فرو نہیں ہوا تھا اور ہر طرف ایک عمیق خاموشی طاری تھی۔ کرنل صاحب تک پہونچنے میں مجھے ایک صف کے کچھ حصہ سے گذرنا پڑتا تھا چنانچہ میں اودھر چلدیا لیکن لوگوں کے چہروں کو دیکھکر میرے استعجاب کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ ایک عام کھلکھلاہٹ کی آوازیں ہر طرف سے آنے لگیں۔

اِس گستاخی کے بُرے نتائج کی وحشت بھی انھیں نہ روک سکی۔ کیونکہ اکثر لوگوں نے ہنسی کو ضبط کرنے کی کوشش تو کی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور بھی زور سے قہقہہ لگاکر ہنس پڑے میں نے پوری صف کو بغور دیکھا کہ شاید ان کے بے ہنگام تمسخر کا کچھ پتہ چل جائے۔ مگر کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔ اب میں اُسطرف چلدیا جہاں افسران مجتمع تھے۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ کرنل صاحب کی عدم موجودگی میں اس معاملہ کی پوری تفتیش کروں گا۔ کیونکہ کرنل صاحب کے نزدیک ذرا سے غیر مناسب رویہ کا اظہار بھی بڑی سی بڑی سزا کے لایق سمجھا جاتا تھا۔

میں یہ تہیہ کرتا ہوا افسران کی جماعت کیجانب چلدیا لیکن میں اُن کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک عام قہقہہ کے شور نے میرا استقلال کیا۔ میں نے یہ تمسخر عمر میں کبھی نہ دیکھا تھا بایں خیال کہ جلدی میں شاید تھیلو کا کوئی لباس پہن آیا ہوں میں نے اپنی وردی کا جائزہ لیا مگر نہیں۔ وردی بالکل درست تھی۔ میں اس خیال سے تھوڑی دیر کے لیے اور ٹھہر گیا کہ جب ان لوگوں کے تمسخر کا جوش سرد پڑ جائے گا تو میں اُنکے اس "خندۂ بیجا" کی وجہ دریافت کروں گا لیکن بظاہر اسکی کوئی اُمید نہ تھی کیونکہ میں تو انتظار میں چپ چاپ کھڑا تھا۔ اور وہ لوگ ہنسی کے مارے گرے پڑتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیچارہ "ٹمی" "سینئر میجر" جو یورپ بھر میں سب سے زیادہ سنجیدہ شخص تھا۔ اُسوقت اتنا ہنس رہا تھا کہ آنکھوں سے آنسو نکل نکل کر اسکے رخساروں پہ بہنے لگے تھے۔ اس تمسخر کا اثر مجھپر بھی ہوا اور جیسا کہ اس عجیب جذبہ کا "فطری" اور متعدی خاصہ ہے میں بھی ہنسنے لگا لیکن میرا ہنسنا تھا کہ ایک حشر برپا ہوگیا۔ تمام لوگ ہنستے ہنستے بیتاب ہوگئے اور اکثر سے تو بالکل ضبط نہ ہو سکا اور بیساختہ چیخنے لگے۔ اسی اثنا میں کرنل صاحب جو چند سپاہیوں کی وردی کا معائنہ کر رہے تھے میرے پاس آگئے ان کی رفتار سے ناخوشی ٹپک رہی تھی۔ کیونکہ قہقہہ کی آوازیں برابر گونج رہی تھیں۔ قریب آتے ہی میں نے کرنل صاحب کو ہاتھ اُٹھا کر فوجی قاعدہ سے سلام کیا لیکن اُسوقت اُنھوں نے جو نظر مجھپر ڈالی وہ مجھے عمر بھر یاد رہے گی۔ اگر کوئی نگاہ کسیکو قتل کر سکتی ہے تو کرنل صاحب کی نگاہ مجھے شہید کرنے کو کافی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے ان کا چہرہ فرط غیظ و غضب سے سرخ ہو گیا۔ تیوری پر بیشمار بل آگئے آنکھیں چلتے ہوئے ابروان میں کس گئیں اور اب وہ طیش کے مارے کانپ رہے تھے۔

بالآخر جب اُن کی زبان نے یاری دی تو اُنھوں نے "گرج" کر کہا جناب ہٹیے جائیے۔ بس اپنی بارگ کو فوراً چلے جائیے۔ اور قبل اسکے کہ آپ بارگ چھوڑ کر چلے جائیں۔ فوجی عدالت فیصلہ کریگی کہ کمانڈنگ افسر کی اس مسلسل توہین کے پاداش میں آپ کا نام فوجی دفاتر سے کیوں نہ خارج کر دیا جائے؟

مین نے ہٹ کر اور لوگون سے پوچھا کہ "آخر اس شیطانیت کے کیا معنی ہین؟" مگر ہنسی کے مارے کسی نے کچھ جواب دیا۔ پھر مین کرنل صاحب کی جانب بڑھا اور کہا "جناب کرنل صاحب براہ کرم . "

کرنل صاحب جو ایک پستہ قد شخص تھے۔ جوش مین آ کر اُچھل پڑے اور گرج کر بولے "بس جناب آپ چلے جائیے ورنہ اچھا نہو گا۔" اب انھون نے متکبرانہ طور پر چلے جانے کا اشارہ کیا۔ اور مین کچھ نہ دریافت کر سکا۔

"کیا یہ لوگ پاگل تو نہین ہوگئے۔" مین یہ فقرہ منھ ہی منھ مین کہتا ہوا اپنی قیامگاہ کی جانب چلدیا۔ مگر لوگون کی ہنسی کرنل کی موجودگی کے خوف سے بھی نہ رُک سکی اور وہ اسوقت بھی برابر ہنس رہے تھے۔

کرنل صاحب سے انتقام لینے کے بڑے بڑے خوفناک منصوبے باندھتا ہوا مین کھسیانا سا ہو کر اپنے کمرے مین چلا گیا۔ مین نے اپنے دل مین عہد کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہو مین بھی کرنل صاحب کا "کورٹ۔ مارشل" ایک دن کرا کے رہون گا مین ایک کرسی پر جا لیٹا اور رات کے تمام "واقعات یاد کرنے لگا۔ کہ شاید کسی بات سے اُس تمسخر کا پتہ چل سکے۔ جسمین کیا سپاہی اور کیا افسران سب ہی یکسان طور پر شریک تھے لیکن مجھے کوئی ایسی بات نہین معلوم ہوئی کہ جس سے اس راز کا انکشاف ہو جاتا۔ جہانتک مجھے خیال تھا اوقیسلو کی سفاکانہ کارروائیون مین تو کوئی بات تمسخر انگیز نہ تھی۔

مین نے نوکر کو بلانے کے لیے زور سے گھنٹی بجائی۔ دروازہ کھُلا اور مین نے کہا "اسٹیس کیا تمھین معلوم ہے کہ . . . . . "

مین یہانتک ہی سوال کرنے پایا تھا کہ میرا ملازم جو نہایت شایستہ اور با ادب نوکر تھا بیساختہ دانت نکالکر ہنس پڑا اور اپنا چہرہ چھپانے کے لیے اُسنے دروازہ کی طرف منھ پھیر لیا۔ مین نے غصہ مین زمین پر پانون مارتے ہوئے کہا "یہ کیا بیہودگی ہے کیا یہ شخص بھی اور ون کی طرح پاگل ہو گیا ہے؟" "اسٹیس" (اب میرے لہجہ نے بہت خشونت اور سنجیدگی اختیار کر لی تھی) "اسٹیس۔ اس گستاخی کے کیا معنی؟"

"جناب والا۔ کیا آپ اس حلیہ مین تو پریڈ پر نہین گئے تھے"۔ اب اُس سے ضبط نہو سکا اور بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

طرفۃ العین مین میرے دل مین ایک خیال پیدا ہوا۔ مین تڑپ کر آئینہ کے پاس گیا جو اب لا کر رکھ دیا گیا تھا۔ اب کیا دیکھتا ہون کہ میرے تمام چہرہ پر کالک لگی ہوئی ہے اور مین پورا "حبشی" بنا ہوا کھڑا ہون تماشہ مین تو مین نے اُتھیلو کا بھیس بدلنے کے لیے یہ نامراد رنگ لگا ہی لیا تھا۔ مگر اب ریچھ کے بالون کی نوچی ٹوپی اور بڑی بڑی گھنی مونچھین میرے سیاہ چہرے کو اور بھی مہیب بنا کر حیرکا رہی تھین۔ اُف ری ندامت!!!

محمد یسین قریشی تسکین (سورتی)

سنہ عیسوی سے ۴ صدی پیشتر حکیم ارسطو نے فرمایا تھا کہ عمدہ تعلیم وہ ہے جو روح اور جسم کو ان کی استعداد کے موجب درجہ تکمیل تک پہونچا دے۔

اس مقولہ مین حضرت موسےٰ علیہ السلام کا فلسفہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دانائی اور عبرانی زبان کے طلسمی مقولون کا خلاصہ داخل ہے

زمانہ وسطیٰ مین انگلستان کے مشاہیر و مصنفین نے جو رسائل مسئلہ تعلیم پر شائع کیے مین ملٹن کے مرقومہ بالا مقولہ کو حسب ذیل الفاظ مین ظاہر کیا ہے "مین مکمل اور مفید تعلیم اسکو کہونگا جو ایک انسان کو پرائیوٹ و پبلک۔ امن و جنگ کے متعلق جملہ کامون کو ہوشیاری۔ دیانتداری اور اولوالعزمی کے ساتھ انجام دینے کے قابل بنا دیتی ہے"

"اس وقت دنیا کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو ایک قوم تسلیم کرنے کے لیے بے غرض جوش پیدا کیا جائے۔ اور اُسے ہر دل عزیز بنایا جائے۔

پادری نارتھ

تنقید کتب

(رباعیات سرمد)

یہ حضرت سرمد کی رباعیون کا ایک مختصر مجموعہ ہے جو شاہجہانی پریس دہلی سے شایع ہوا ہے۔ ہر فارسی رباعی کے نیچے جناب صولت لکھنوی کا اردو منظوم ترجمہ درج ہے، ترجمہ کی عمدگی اور سلاست قابل داد ہے،

شروع مین حضرت مولانا ابو الکلام کا پر زور مقدمہ ہے، مولانا ابو الکلام آزاد کا انداز تحریر مخصوص ہے۔ اور اسی خصوصیت نے مقدمہ کو بیحد دلچسپ بنا دیا ہے، بطور نمونہ ابتدائی دو رباعیون کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

از جرم فزون یافتہ ام فضل ترا — این شد سبب معصیت بیش مرا
ہر چند کرم بیش گنہ بیشتر است — دیدم ہمہ جا و آزمودم ہمہ را

ترجمہ

ہر جرم سے پایا ہے سوا فضل ترا — باعث یہ فزونی معاصی کا ہوا
افزون ہین اگر گنہ کرم افزون تر — دیکھا ہر طرح خوب سب کو جانچا

از کار جہان عقدہ کشودم ہمہ را — در محنت و اندوہ ربودم ہمہ را
حق دانی و انصاف ندیدم ز کسے — دیدم ہمہ را و آزمودم ہمہ را

ترجمہ

دنیا کا ہر ایک عقدہ مین نے کھولا — محنت مین کسی نے ساتھ میرا نہ دیا
حق دانی و انصاف کو پایا نہ کہین — اچھی طرح سب کو آزما دیکھا

تقطیع چھوٹی، کاغذ اور کتابت وطباعت نفیس، حجم ۹۰ صفحہ قیمت ۱۲ار۔
شاہجہانی پریس دہلی سے طلب فرمایئے

خطوطِ سرسید

یہ اس فدائے قوم، و مصلح ملت کے خطوط کا مجموعہ ہے، جسنے دور آخر مین مسلمانون کی فلاح وبہبودی کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی کفر کے فتوے سنے علما، کی جھڑکیان برداشت کین دوست واحباب کی بیرخی دیکھی مگر یہ دھن کا پکا مرتے دم تک اپنی قوم کی فلاح کا نعرہ لگاتا رہا، اس کتاب مین وہ تمام خطوط جمع کئے گئے ہین۔ جو مختلف موقعون پر احباب کو لکھے گئے مین، اُردو ادب کے لحاظ سے بھی ان خطوط کا درجہ بہت بلند ہے، عبارت کی سلاست محاورون کی درستی طرز بیان کی شستگی قابل ستائش ہے، ان خطوط کے مرتب جناب سید راس مسعود صاحب، بی اے آکسن آئی ای ایس پیرسٹرایٹ لا ناظم تعلیمات سرکار آصفیہ حیدر آباد دکن ہین۔

کتاب کے شروع مین سرسید احمد خان مرحوم کا فوٹو دیا گیا ہے اور فہرست خطوط کے بعد مرحوم کی تحریر کا عکسی نمونہ پیش کیا گیا ہے کاغذ کتابت طباعت کے لحاظ سے نظامی پریس بدایون کی ضمانت کافی ہے حجم ۲۴۲ صفحہ ملنے کا پتہ۔ منیجر نظامی پریس بک ایجنسی بدایون۔

عروس سمرنا

علامہ زاہر القادری اڈیٹر الہلال کا یہ مختصر مگر قابل قدر افسانہ، ترکی اور یونانیون کی آویزش کا ایک دلکش ٹکڑا ہے، جسمین ترکون کے قائد اعظم مصطفیٰ کمال پاشا اور مجسم حسن وجمال لطیفہ خانم کی داستان محبت نے، طاقت کی دلنواز روح پھونکدی ہے اور پھر قابل مصنف کی انشا پردازی نے اور بھی چار چاند لگا دیئے ہین آخری چند سطرون مین جذبات کی ایسی دلکش تصویر نہان ہے کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے،

خوش قسمتی فیروزمند مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنی ناز آفرین محبوبہ سے عقد کے بعد راز و نیاز کا موقع ملتا ہے۔ بھولی ہوئی کہانیان دوہرائی جاتی ہین۔ آخر مین مصطفیٰ کمال پاشا نے کہا

ہم بھی منھ مین زبان رکھتے ہین   کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

"جواب مین لطیفہ خانم نے شرمیلی ادا کے ساتھ آنکھین بند کرین اور کہا ہم تو سوتے ہین" یہی وہ موقع ہے جہان شاعر کا قلم ابتذال کے الزام سے نہین بچ سکتا، مگر فاضل ادیب نے، اخلاقیات کی حد مین رہکر کس خوبصورتی سے ایک عصمت مآب حسینہ کے ایا ناز کا آئینہ پیش کیا ہے - سبحان اللہ

مولانا حسرت موہانی اسی ایاء ناز کے متعلق فرماتے ہین -

وہ خواب ناز مین تھے پر نہ تھی اے شوق پابوسی   نہ سمجھی پستیٔ ہمت تری اس ذوق ایما کو

قیمت فی جلد ۸/

ملنے کا پتہ - الہلال پریس دہلی

دیوان حسرت موہانی

مولانا حسرت موہانی کی ان تمام غزلون کا مجموعہ جو بحالت نظر بندی و قید لکھی گئین) اور جو اس سے پہلے متعدد موقت الشیوع رسائل و اخبارات مین شائع ہو چکی ہین) حسب ذیل حصون مین شائع ہوا ہے - حصہ پنجم حجم ۱۲ صفحہ قیمت ۴/ حصہ ششم حجم ۳۲ صفحہ ۸/ حصہ ہفتم حجم ۲۰ صفحہ ۴/ حصہ ہشتم حجم ۲۴ صفحہ ۶/ حصہ نہم حجم ۱۰ صفحہ ۴/ - دیوان حسرت، جسمین حصہ اول و دوم و سوم و چہارم شامل ہین جو اس سے پہلے فرداً فرداً شائع ہوکر ملک مین مقبول ہو چکے ہین مجموعی قیمت عہ/ -

مولانا حسرت موہانی کی شاعری کسی تنقید و تبصرے کی محتاج نہین - ادبی دنیا مین آپ کی ذات بابرکات آفتاب کی طرح روشن ہے - ملنے کا پتہ، بیگم حسرت موہانی حسرت روڈ کانپور -

"اعظمی"

(رسیل کتب)

(۱) گل رعنا - یعنی تذکرہ شعراء اردو از حکیم عبدالحی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء مطبوعۂ دار المصنفین - اعظم گڑھ قیمت صہ/

۲ - رنگ بھوم (ہندی) دو جلد مجلد - ناول از منشی پریم چند بی - اے - مطبوعہ گنگا پستک مالا - امین آباد لکھنؤ قیمت [illegible]

۳ - سراد ھینتا کے پوجاری (ہندی) از پنڈت بھوورپو دو دیا النکار مطبوعہ پرتاب پریس کانپور قیمت عہ/

۴ - پاروتی دیوی (ہندی) مصنفہ پنڈت سر زبیدا دشرا - مطبوعہ پرتاب پریس کانپور سہ/

۵ - سنسار کے سمبت (ہندی) مصنفہ بابو جگن لال گپتا مختار بلند شہر ۱۰/

لالہ

مین تجھے اخگر کہون یا لال انگارا کہون مہر عالمتاب کا ٹکڑا کہ مہ پارا کہون
ماہِ خوبی یا سپہر حسن کا تارا کہون تو بتا دے مین تجھے کیا ای چمن آرا کہون

لعل ہے۔ یا قوت ہے' یا لالۂ حمرا ہے تو!!
دُر اشکِ سرخ ہے' مرجان ہی آخر کیا ہے تو!!

چشمِ پرخون ستمگر سے زیادہ سُرخ ہے سُرخ ہے سرخاب کے پر سے زیادہ سرخ ہے
سچ ہے تو خون کبوتر سے زیادہ سرخ ہے لال سے یاقوت احمر سے زیادہ سُرخ ہے

سرخ پوشون سے زیادہ سُرخ اے لالہ ہے تو
شمعِ بزمِ گل ہے یا آتش کا پرکالہ ہے تو

بادۂ گلگون کا اک جام نشاط آگین ہے تو نو عروسان چمن کا حجلۂ رنگین ہے تو
نازشِ بزمِ چمن ہی لایق تحسین ہے تو خونِ دل کی ہی جھلک وہ منظر خونین ہے تو

داغ ہے تجھ مین غمِ عشق کے قایل ہی تو
آ تجھے سینے مین رکھ لون یادگارِ دل ہی تو

اے گلِ بے خار! اے فخرِ چمن! اے جانِ باغ نزہتِ گلہائے گلشن! باغ کے چشم و چراغ!
تو بظاہر تو نظر آتا ہی خوش خوش۔ باغ باغ قلب بآلی کیطرح لیکن جگر ہے داغ داغ!

تیری ہستی جلوہ گاہِ اشکِ گلگون تو نہین
تو کسی دردآشنا کا قلبِ پرخون تو نہین

پرمانند بآلی لائل پور

بہار

از منشی سکھدیال سکینہ - رشش - ایم اے - ایل ایل بی - مرحوم

سالگذشتہ مین ہم زمانہ مین اپنے جوانمرگ دوست منشی سکھدیال مرحوم خلف منشی رام دیال صاحب اکونٹنٹ ریاست جاورہ کی سوانح عمری شایع کر چکے ہین۔ آپ فارسی اور اردو کے ماہر تھے۔ ذیل کی پر تکلف نظم سے مرحوم کے ادبی شغف کا اندازہ ہوسکتا ہے ناظرین لطف اندوز ہون اور دعاء مغفرت فرمائین۔

بہار آئی چلی نگہت چمن باہر ۔۔۔ کہ جیسے پردے سے نکلے کوئی دلہن باہر
ہوے ہین جامہ سے اپنے گل وسمن باہر ۔۔۔ چمن کی سیر کو نکلے ہین گلبدن باہر

بہ ہر قدم دل عشاق پائمال کنان
شمان را بکف غمزہ دگر شمان کنان

خوشی نے دل سے نکالا ہے رنج وغم باہر ۔۔۔ ہوئے ہین گویا کہ بیت الحزن سے ہم باہر
بہار عیش نے رکھا ہی اب قدم باہر ۔۔۔ خزان کا رہگیا اک دم سے آج دم باہر

زمان عشرت و نوبت بجام دل آمد
بباد مژدہ بہ رندان کہ فصل گل آمد

کجا عناصر جسم کے باہمی ان بن ۔۔۔ کجا وہ درد کہ بے چین اپنا تھا تن من
کجا وہ یاس کہ دلپر تھی پہلے سایہ فگن ۔۔۔ کجا وہ شومی طالع کجا وہ سوز و محن

نماند ہیچ ز رنج و بسر نگوئی ما
زہے نصیب بہ کام ست رہنموئی ما

چمن چمن ہے یہ غلغل بیا کہ آئی بہار ۔۔۔ جہان مین پھرتی ہی کہتی صبا کہ آئی بہار
نہین ہے اندنون سے نا روا کہ آئی بہار ۔۔۔ کہے ہے حضرت شیخ بھی ساقی بیا کہ آئی بہار

چہ طرفہ موسمے ہم تائب اند توبہ شکن
بدست جام و بہ بر شیشۂ شراب کہن

کوئی ہے نغمہ سرائی پہ آج گل مائل | لگا ہوا ہے مے سرخ پر کسی کا دل
جہان میں زیست ہوئی رنج و غم کو اب مشکل | کہیں ہے بزم کہیں انجمن کہیں محفل

گوش می رسد از ہر طرف ترانۂ عیش
خوشا بہار کہ باز آمد این زمانۂ عیش

الیش (مرحوم)

جذبات اثر

شمیم دوست لیے پیرہن میں آئی ہے | بہار ہوش اڑانی چمن میں آئی ہے
عرق یہ نزع میں جوہر ہے آرزوں کا | یہ روح کھنچ کے جبین کی شکن میں آئی ہے
ہمیں تو عیب میں عریان ہی دفن کرنا تھا | شب فراق بھی لپٹی کفن میں آئی ہے
شباب سے یہ محشر خرامیاں تیری | نکل نکل کے مری روح تن میں آئی ہے
ہمیں کو رخصت دربان نہیں ہے ورنہ نسیم | ہزار بار تری انجمن میں آئی ہے
بقدر ذوق نہیں جوے شیر موج افزا | ہوائے تیشہ سر کوہکن میں آئی ہے
یہ کسکی خاک ہے جو حسرت نشیمن میں | صبا کے دوش پہ صحن چمن میں آئی ہے
ظہور عشق حقیقت طراز تھا ورنہ | یہ دلکشی کہیں دار و رسن میں آئی ہے

خمار عشق سے ٹوٹے گا بند بند اثر
ابھی تو ایک پھریری بدن میں آئی ہے

شیخ حسن خان اثر

بزم سخن

ہم اس رسالے میں معین الادب لکھنؤ کے سالانہ مشاعرہ کی چیدہ غزلوں کا انتخاب پیش کرتے ہیں امید ہے کہ ناظرین زمانہ پسند فرمائینگے

مجھکو خلوت میں بٹھایا تیری یکتائی نے — زندہ درگور بنایا مری تنہائی نے
دلمیں اس شوخ کی تصویر نہوتی تو صفیؔ — قبر میں گھیر لیا تھا شب تنہائی نے

(صفی لکھنوی)

اپنی خواہش سے بلندی کبھی ملنے کی نہیں — آسمان چھو نہ لیا آپ کی انگڑائی نے
زندگی آئی تھی کل کرکے قیامت کا بناؤ — اپنا منھ پھیر لیا آپ کے شیدائی نے

(ثاقب لکھنوی)

پردۂ برق میں او چھپکے سنورنے والے — دور سے بھانپ لیا چشم تماشائی نے
سجدۂ تمام ہے ہوتی ہے کوئی شے مسجود — کعبہ اس در کو کیا میری جبین سائی نے

(عزیز لکھنوی)

حسن قامت کی جو حد رکھی تھی رعنائی نے — اور دو ہاتھ بڑھایا اسے انگڑائی نے
نازبرداری خوبی کی کوئی حد آخر — تجھکو خود سر پہ چڑھایا تری انگڑائی نے
کردیا خون وفا رنگ جفا پر صدقے — نازپروردۂ امید کی دانائی نے

(واحد علی ابرؔ)

وحشت آباد عدم سے وہ ہوئی دلچسپی — رخ نہ دنیا کا کیا پھر کبھی سودائی نے
دیکھ لیتے کہ خدائی کا ہوا کیا عالم — اتنی فرصت ہی نہ دی انکو خود آرائی نے

(محشر لکھنوی)

نیکنامی کی حدیں ختم جہاں ہوتی ہیں — ابتدا کی ہے وہیں سے مری رسوائی نے

یہ غضب کس کی بغل میں اسے مجھے نہ بہار
حرکت روک دی دل کی شب تنہائی نے
(بہار لکھنوی)

نہیں ہے اک خاک ہوا جل کے ہوا ایک تمام
شمع و پروانہ کو غارت کیا یکجائی نے
(سائل دہلوی)

اب سر طور دکھائے کسے جلوہ کوئی
کھو دیا سب کا بھرم ایک تماشائی نے
اب پہنچا مری فریاد کا دشوار نہیں
چرخ کی راہ بتا دی تری انگڑائی نے
(نوح ناروی)

وہ ہجوم غم و حسرت تھا کہ پیہم کھینچا
عرصۂ حشر کا نقشہ مری تنہائی نے
فطرت حسن حقیقت میں تھی مانوس حجاب
پردہ اٹھا ہے ترے شوق خود آرائی نے
(دل شاہجہانپوری)

ہر چمکتے ہوئے ذرے کی طرف جھکتا ہوں
مجھکو دیوانہ کیا ذوق جبین سائی نے
ناصری قبر پہ عبرت کے لیے لکھوا لو:
طول کھینچا ہے یہاں تک شب تنہائی نے
(ناصری)

بزم عالم کو ذرا دیدۂ تحقیق سے دیکھ
گل کھلائے ہیں یہ کس کی چمن آرائی نے
(عشرت لکھنوی)

اتنا بےخود کیا خوف شب تنہائی نے
صبح سے شمع جلا دی ترے سودائی نے

مشاعرہ میں یہ شعر بہت پسند کیا گیا، افسوس کہ شاعر کا نام نہ معلوم ہو سکا۔

وہ ترا چہرۂ رنگین وہ ترا حسن صبیح
چار کا لطف دوبالا کیا بالائی نے
مجھکو اے جان جہان رشک مسیحا کا خطاب
میرے نزدیک دیا ہے کسی عیسائی نے
(مریف حصوی)

اس طرح شور مچاتی ہوئی آئی ہے بہار
بیڑیاں آپ پہن لیں ترے سودائی نے
بزم غفلت نظر آتی ہے شبستان جمال
کیا کیا نیند میں ڈوبی ہوئی انگڑائی نے
(اثر لکھنوی)

پریم بتیسی
یعنی
اردو کے مشہور و معروف فسانہ نگار منشی پریم چند
بی اے کے
بتیس ۳۲ بہترین مضمون کا مجموعہ
زبان کی صفائی اور بیان کی لطافت
قابل دید ہے
دو حصوں میں مجموعہ ختم ہوا ہے
قیمت ہر حصہ
یادگار قومی
یعنی
زمانہ کا مشہور قومی نمبر بابت ۱۹۰۶ء
جس میں
ملک کے مشہور ترین انشاپردازوں کے پندرہ دلچسپ محققانہ
مضامین اور چار نادر نایاب اور دلکش
عکسی تصاویر ہیں ۹۲ صفحات مضامین
منشی دیا نرائن نگم بی اے
قیمت صرف ایک روپیہ
نصائح چانکیہ
یعنی
نامور ہند چانکیہ کے مشہور و معروف نیتی کا ترجمہ
از
جناب سنت راؤ صاحب مددگار
خزانہ سرکار عالی نظام
قیمت صرف
اردو مضمون نویسی
مضمون لکھنے کے متعلق بابو نانک پرشاد
بی اے پروفیسر کی نہایت عمدہ کتاب ہے
اس سے بہت جلد اردو مضمون لکھنے کی مہارت
پیدا ہو جاتی ہے اور واقفیت و ماہیت ہر
موضوع کی نہایت آسانی سے معلوم ہو جاتی
ہے قابل دید کتاب ہے
قیمت صرف آٹھ آنہ
پیک ابر
میگ دوت کا اردو ترجمہ
معہ عکسی فوٹو
قیمت
طریق دولتمندی
جس میں اس پر بحث کی گئی ہے کہ کس طرح انسان
دولتمند ہو سکتا ہے
مولانا حکیم بانکے لال مسیح
قیمت صرف آٹھ آنہ